

INDIAN CONTRIBUTION TO THE QURANIC LITERATURE

Thesis submitted for the degree of
DOCTOR OF PHILOSOPHY
IN
A R A B I C

BY
Mohammad Salim Kldwai

Under the Supervision of
Dr. ABDUL ALEEM
Professor & Head, Department of Arabic

ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH
1969



T901

T 901

عربوں کا ہندوستان سے تعلق بہت پرانا ہے شروع میں اس کی بنیاد تجارت تھی لیکن رفتہ رفتہ یہ تعلق سماجی اور مذہبی رشتوں میں بھی بدلنے لگا ۔

ہندوستان میں لوگوں کو عربی زبان سے خاصی دلچسپی تھی ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں عربی ادب کی تمام اصناف پر خاصا کم ہوا ہے ۔ چونکہ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید اسی زبان میں ہے اس لئے ان کے نزدیک یہ زبان مذہبی تقدس بھی رکھتی ہے ۔ ہندوستان میں جہاں عربی شرو و نظم میں طبع آزمائی ہوئی وہیں فقہ حدیث اور تفسیر کی طرف بھی توجہ کی گئی ۔ اس مقالہ میں ہندوستان کے تفسیری ادب کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ جتنی بھی تفسیریں خواہ مکمل ہوں یا غیر مکمل تفسیروں کی شرحیں اور قرآن مجید سے متعلق جو بھی کتابیں عربی زبان میں مل سکیں ان کا اور ان کے مصنفین کا مختصر سا تعارف اور تبصرہ پیش کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو یہ اندازہ ہو سکے کہ ہندوستان میں اس میدان میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا ہے ۔

ڈاکٹر زبید احمد صاحب نے ہندوستان کے عربی ادب پر بہت ہی گرانقدر کلم کیا ہے انہوں نے اپنی تصنیف میں ہندوستان کے تفسیری کارناموں کا ذکر بھی کیا ہے جو اگرچہ مختصر ہے لیکن اپنی افادیت کے لحاظ سے بہت اہم ہے ۔ میں نے اپنے کلم کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے ۔ پہلے باب میں ان تفسیروں کا ذکر ہے جو پورے قرآن کریم کی ہیں خواہ وہ اب مکمل ملتی ہوں یا ان کا کوئی حصہ ۔ دوسرے باب میں ان تفسیروں کا ذکر ہے جو قرآن مجید کے بعض حصوں یا سورتوں کی ہوں ۔ تیسرے باب میں تفسیروں کی شرحوں اور ان کے حواشی کا بیان ہے ۔ چوتھے باب

ہیں ان تصانیف کا ذکر ہے جو قرآن مجید سے متعلق ہیں مثلاً نسخ و
منسوخ رسم خط تخریج آیات احکام قرآن فضائل قرآن و غیرہ ۔
پانچویں باب میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے تفسیر میں لکھی تھیں
مگر وہ مجھے نہیں ملی سکی ہیں ۔

ہر باب کو مصنفین کے سن وفات کے احبار سے الگ الگ مرتب کیا
ہے پہلے مصنف کا مختصر سا حال لکھا ہے پھر اس کی تصنیف کا تعارف
اور اس کے انداز بیان کا نمونہ پیش کیا ہے ۔ مجموعی طور پر ۱۵۶
کتابوں کے نام ملی سکے ہیں جن میں سے ۸۳ ہندوستان ہی کے کتب خانوں
میں موجود ہیں ۱۰ انڈیا آفس میں ہیں باقی ۶۳ کتابوں کا باوجود
کوشش کے پتہ نہیں چل سکا۔

پہلے باب میں ۱۶ کتابیں ہیں ان میں سے ۹ قلمی ہیں ۔
دوسرے باب میں ۱۹ کتابیں ہیں ان میں ۱۲ قلمی ہیں تیسرے باب میں
۱۶ کتابیں ہیں جن میں سے ۹ قلمی ہیں چوتھے باب میں ۲۲ کتابیں
ہیں ان میں ۱۵ قلمی ہیں ۔

قلمی کتابوں میں اکثر ایسی ہیں جن کا صرف ایک ہی نسخہ پایا
جاتا ہے بعض ایسی کتابیں بھی ہیں جن کے متعلق ظم خیال ہے کہ نہیں
ملتی ہیں ۔ مثلاً فیضی کے والد شیخ مبارک کی تفسیر منبع عیون العمانی ۔
محمد بن علی اصغر کی تفسیر ضمیر شہخ عیسیٰ بن قاسم کی انوار الاسرار
عماد الدین عبد النبی اکبر آبادی کی دستور التفسیر بن وغیرہ ۔ ایسی کتابوں کا
نسبتاً زیادہ تفصیل سے تعارف کرایا ہے۔

چونکہ تصانیف کی تعداد زیادہ ہے اس لئے سب پر تفصیلی
تبصرہ ممکن نہ تھا لیکن پھر بھی یہ کوشش کی ہے کہ ہر کتاب کے متعلق
ضروری باتوں کو پیش کر دیا جائے تاکہ اس کے انداز بیان کو سمجھنے میں
آسان ہو ۔

فہرستِ مذاہن

صفحہ	عنوان	نمبر سلسلہ
۱	پیش لفظ	۱-
۱۵	پہلا باب -	۲-
۱۳۰	مکمل تفسیر میں	۳-
۱۳۰	دوسرا باب -	۴-
۲۰۱	اسرائیل قرآن کی تفسیر میں	۵-
۲۰۱	تیسرا باب -	۶-
۲۵۲	تفسیریں کی سر جہن اور حواشی	۷-
۲۵۲	چوتھا باب -	۸-
۳۲۷	مضامین قرآن مجید	۹-
۳۲۷	پانچواں باب -	۱۰-
۴۰۳	ان لوگوں کے حالات جن کی تفسیریں	۱۱-
۴۱۱	نہیں ملتی ۵۵	۱۲-
۴۱۲	تفسیروں کی فہرست	۱۳-
۴۱۲	تفسیر میں کی فہرست	۱۴-
۴۱۲	حوالہ کی کتابیں	۱۵-

الْبَيْتِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش لفظ

قرآن مجید اسلام کی بنیادی کتاب ہے جس میں لوگوں کے لئے ہدایت اور نور ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے انسان تک پہنچا دیا۔ اس کی زبان عربی ہے جو اس قوم کی زبان ہے جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام پہنچایا اور احکام الہی کی تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تھا۔ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق یہ خدا کی آخری کتاب ہے جو شروع سے آخر تک منشاء الہی کی ترجمانی ہے ان کے نزدیک اس کا ایک ایک لفظ معانی و حقائق کا گرانقدر خزانہ ہے وہ اس کتاب میں اپنے انفرادی اور اجتماعی مسائل کا حل سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت سے آج تک قرآن مجید کے ساتھ مسلمانوں کو گہرا شغف رہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید مختلف موقعوں پر تمھوڑا تمھوڑا کر کے اترتا رہا۔ اس وقت جو حالات و مسائل درپیش ہوئے تھے ان کے بارہ میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوتیں اسی وجہ سے صحابہ کرام قرآن مجید کا بھروسہ زیادہ آسانی سے سمجھتے تھے اگر کہیں مشکل پھڑکتی تو رسول اللہ صلعم سے دریافت کر لیتے تھے۔ اپنی فہم و بصیرت اور رسول اللہ صلعم کے ارشادات کی روشنی میں صحابہ کرام قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کبریٰ حضرت عمر بن خطاب حضرت علی بن ابی طالب حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت ابی بن کعب وغیرہ اکابر صحابہ کے تفسیری بیانات تحریری شکل میں بھی اسی زمانہ میں آئے لگے تھے۔ خاص طور سے حضرت عبد اللہ بن عباس نے اس سلسلہ میں بہت کام کیا تھا۔ پھر تابعین نے ان بزرگوں کی روایات کو جمع کیا بعد کو انھیں ذاتی

نسخوں نے کتابی شکل اختیار کی اور بہت سے تفسیری مجموعے مرتب ہو گئے اور انہیں کی بنیاد پر آگے چل کر بڑی بڑی تفسیریں تیار ہوئیں۔ جب فتوحات کی وسعت نے ذہنی اور سماجی انقلاب پیدا کر دیا تشریحی علوم و فنون کا رواج ہوا مختلف رنگ و نسل مختلف مذاہب و ممل اور مختلف تہذیب و تمدن سے تعلق رکھنے والے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو تشریحی سوالات سامنے آئے اور مزید غور و فکر کی ضرورت محسوس ہوئی قرآن مجید سے ان جدید مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی اس وقت قرآن مجید کے الفاظ پر گہری نظر ڈالی گئی۔ اور سلف کی سادہ روایات کے ساتھ عقل و استدلال سے بھی کام لیا گیا۔ متکلمین نے اپنے انداز میں عقل کی تسلی کی کوشش کی اور صوفیاء نے اپنے انداز میں حقائق کو سمجھانے کی سعی کی اسی زمانہ میں یہ ضرورت بھی محسوس ہوئی کہ قرآنی الفاظ کی وسعت و گہرائی کا جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ لفظ کے حقیقی معنی کیا ہیں۔ مختلف زمانوں میں اس کے استعمال میں کیا فرق آیا جہتوں کی ساخت اور زبان کے قواعد کے مطابق طالب میں کیا فرق ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید کے معنی خود قرآن مجید کی آیتوں سے واضح کرنے کی بھی کوشش کی گئیں۔ روایتی تفسیروں کی جانچ پڑتال کا کام بھی کیا گیا۔ انفسرین مختلف نقطہ نظر سے قرآن مجید کی تشریح و تفسیر کی گئی۔

ہندوستان سے عربوں کے تعلقات بہت قدیم ہیں اس کا سلسلہ تجارت کی بنیادوں پر قائم تھا۔ عرب اسلام کی آمد سے پہلے سے ہندوستان آیا کرتے تھے۔ مختلف جگہوں سے یہاں سامان لا کر فروخت کرتے اور پھر یہاں سے سالانہ اور قومی اشیاء دوسری جگہوں کو پہنچاتے تھے۔ اسلام کی آمد کے بعد بھی تعلقات اسی طرح سے باقی رہے اور اسلام شروع

میں انہی عرب تاجروں کے توسط سے ہندوستان میں پہنچنے لگا۔
 خلافت راشدہ کے زمانہ ہی میں اسلام عرب کے حدود سے باہر
 پہنچ گیا تھا اور عربوں کے علاوہ مختلف قومیں اور ملکوں کے لوگ اسلام کے
 حلقہ بگوش ہو گئے تھے۔ عربوں کے علاوہ ان لوگوں نے بھی قرآن مجید سے
 ضلعت بہت کام کیا۔ بنی امیہ کے دور میں اسلامی مملکت کی حدیں ہندوستان
 تک وسیع ہو گئیں۔ راشد بن عبدالملک کے زمانہ میں متحدہ باقاعدہ اسلامی سلطنت
 کا ایک صوبہ بن گیا۔ عرب تاجروں کے ذریعہ جنوبی ہند میں بھی مسلمانوں
 کی آمد شروع ہو چکی تھی۔ بعد کو درہ خیبر کی راہ سے مسلمانوں کا داخلہ
 ہندوستان میں شروع ہوا اور باقاعدہ مسلمان حکومت قائم ہو گئی۔ اس طرح اس
 ملک میں مسلمانوں کی آبادی لاکھوں سے تجاوز کر گئی۔ عرب و ایران
 افغانستان و ترکستان سے آ کر آباد ہونے والوں کے علاوہ خود اس ملک کے
 لاکھوں باشندے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان حالات میں یہاں بھی
 اسلامی تعلیمات کی اشاعت کی صورت محسوس ہوئی اس ملک کے مخصوص حالات
 یہاں کے باشندوں کے مزاج اور ذہنی استعداد کے پیش نظر نئے زاویہ فکر
 سے کام لینے کی فکر ہوئی۔ اس غرض سے فقہ و حدیث اور تاریخ و سیر
 کے ساتھ قرآن مجید کی تفسیریں بھی لکھی گئیں عربی کے علاوہ فارسی
 میں بھی کتابیں لکھی گئیں و خط و پند اور افہام و تفہیم کے لئے دیسی
 زبانوں سے بھی کام لیا گیا۔ لیکن چونکہ عربی زبان کی اہمیت بہت تھی
 مذہبی تقدس کے ساتھ اسے علمی غور بھی حاصل تھا اس کے علاوہ دنیا
 کے تمام مسلمانوں کے درمیان یہ رابطہ کی زبان بھی تھی جو کچھ اس
 میں لکھا جاتا تھا اس کی اشاعت سارے مسلمان ملکوں اور آبادیوں میں
 ہوتی تھی۔ اس لئے جو اہل علم عربی زبان میں تصنیف و تالیف کی صلاحیت
 رکھتے تھے وہ ضرور اس میں کتابیں لکھتے تھے دوسرے علمی و نقلی علوم کے

علاوہ تفسیریں کتابیں بھی اچھی خاصی تعداد میں عربی زبان میں لکھی گئیں۔ یہ تفسیریں مختلف نقطہ نظر سے تیار کی گئیں۔ کسی نے احکام کے استنباط کا خیال رکھا کسی نے ادبی پہلوؤں پر زور دیا کسی نے روایات حلف کو جمع کر کے کی کوشش کی کسی نے تصوف کے نکات واضح کرنے کی سعی کی۔

ہندوستان میں یہ فن کب آیا اور سب سے پہلے کس نے تفسیر لکھی اس کی بالکل صحیح تعیین کرنا خاصا مشکل ہے اس لئے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی کوئی ایسی مکمل تاریخ نہیں ہے جس میں شروع سے لے کر اب تک کے تمام حالات مع تصانیف و تخریر کے تذکرہ کیے موجود ہوں۔ مختلف جگہوں سے جو تذکرے اور کتابیں مل سکی ہیں ان میں طبعی و ادبی کارناموں کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہندوستان میں لکھی گئی عربی تفسیروں کا جب بھی ذکر آتا ہے عام طور سے لوگوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ ایسی تفسیروں کی تعداد بس پرائے نام ہوئی ہوگی۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے کام بھی کیا ہے۔ جن میں ڈاکٹر زید احمد صاحب کی کتاب

Contribution of India to Arabic Literature

کا ایک باب ہندوستان میں طبع قرآن سے متعلق بھی ہے۔ انھوں نے ایک طرح سے ایک فہرست پیش کردی جس سے پتہ چل جائے کہ ہندوستان میں کتنا کام ہوا ہے۔ یہ فہرست بھی پوری طرح سے مکمل نہیں ہے۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ڈاکٹر زید احمد صاحب نے مختلف کتب خانوں کی فہرستوں پر ہی بھروسہ کیا ہے۔ اور ان میں جو نام مل گئے ہیں انھیں اپنی کتاب میں درج کر لیا ہے۔ لیکن ان فہرستوں کے علاوہ پرائے تذکروں اور تاریخی کتابوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ زید صاحب کی یہ فہرست مکمل نہیں ہے بعض بہت ہی اہم قسم کی تصانیف کا ذکر ان کے یہاں نہیں ملتا ہے۔ انھوں نے کل ۷۲ کتابوں کے نام

لکھے ہیں جن میں سے ۲۷ مختلف کتب خانوں میں (ہندوستان اور ہندوستان کے باہر) موجود ہیں باقی ۲۷ کتابوں کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ نہیں ملتی ہیں ۔ لیکن ہری فہرست اس سے بالکل مختلف ہے ۔ مجھے مجموعی طور پر ۱۵۶ کتابوں کے نام مل سکے ہیں ان میں سے ۸۳ کتابیں ہندوستان ہی کے کتب خانوں میں موجود ہیں ۔ ۱۰ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہیں باقی (۶۳) کتابوں کا باوجود کوشش کے پتہ نہیں چل پایا ہے ۔ میرا خیال ہے کہ یہ فہرست اور بھی طویل ہوتی اگر بہت سے ذاتی کتب خانوں اور ذاتی نسخوں کا پتہ چل جاتا۔ یقیناً اور بھی بہت سے لوگوں نے تفسیریں لکھی ہوں گی لیکن مکمل اور فصل تاریخی کتابوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم کو ان کا پتہ نہیں چل پایا ہے ۔

جو کتابیں مل سکی ہیں انہیں چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ ہر حصہ کو مصنفین کے سنہ وفات کے حساب سے مرتب کیا گیا ہے ۔ پہلے حصہ میں ان تفسیروں کا ذکر ہے جو مکمل ہو گئیں خواہ وہ مکمل ملتی ہوں یا ان کا کوئی حصہ ۔ دوسرے حصہ میں اجزائے قرآن کی تفسیریں ہیں یعنی مختلف سورتوں کی یا بعض آیتوں کی ۔ تیسرے حصہ میں قدما کی تفسیروں کے حواشی اور شرحوں کا ذکر ہے ۔ چوتھے حصہ میں متعلقات قرآن مجید کا ذکر ہے یعنی ان کتابوں کا جو قرآن مجید سے متعلق ہیں مثلاً نسخ و منسوخ رسم خط تخریج آیات شذرات قرآن ۔ فضائل قرآن احکام قرآن وغیرہ ۔ ان تمام کتابوں پر الگ الگ تہصرہ اور مصنف کے مختصر حالات لکھے ہیں چونکہ تصانیف کی تعداد بہت ہے اس لئے ان پر فصل بحث نہیں ہو سکتی تھی پھر بھی اس بات کی کوشش کی ہے کہ مختصر انداز میں کتاب کے متعلق تمام خاص باتیں پیش کر دی جائیں۔

پہلا حصہ جو طبعی تفسیریں پر مشتمل ہے اس میں بعض کتابیں
 پر اعتبار ہے بہت اہم ہیں ۔ کاشف الحقائق و قاموس الدقائق مہنفہ محد
 بن احمد گ راقی (۵۸۲۰ھ) اور تفسیر درر المنقذ مہنفہ محد محد یسو
 دراز (۵۸۲۵ھ) صوفیانہ رنگ کی تفسیریں ہیں۔ پہلی تفسیر ا مکی نسخہ
 ایشیائی سوسائٹی لائبریری میں موجود ہے۔ سید آہ و دراز کی تفسیر کا ایک
 حصہ لندھنو میں ناصر یہ نسب خانہ میں ہے اور بعض اجزاء انڈیا آف
 لائبریری میں بھی ہیں ۔ عمدہ علمی مباحث (۵۸۳۵ھ) کی تفسیر تیسر
 مرحلہ کی تفسیر اعلیٰ ہے۔ اس کی مباحث کی جامع ہیں ۔ اس کی سب
 سے بڑی خوبی ربط آیات ہے اس کے علاوہ دو اور باتیں اس میں ایسی ہیں
 جو اور لوگوں کے یہاں ہم کو نہیں ملتی ہیں ۔ پہلی تو یہ کہ ہر
 سورۃ سے پہلے اس کا تفسیر اور اس کے نام کی ترجمہ بیان کرتے ہیں
 دوسرے یہ کہ ہم انہی اربعہ اربعہ کی تفسیر ہر سورۃ میں مختلف
 ضوہ قریب سے سورۃ کے مضمون کے مطابق کرتے ہیں ۔
 محد بن احمد میانجی (۵۸۲ھ) کی عالم اور صوفی بزرگ محد
 ان کی تفسیر محد ر ہدی ربط آیات کے نقطہ نظر سے ہر آیت کی ہے
 مگر تفسیر مباحث کے مقابلہ میں کم دورہ کی ہے ۔
 شیخ مبارک (۱۰۰۰ھ) کی " منبع میں اجماعی " بڑی نادر
 تفہیم ہے ۔ اس کے متعلق عام خیال ہے کہ ضائع ہوئی ہے ۔ زید احمد
 نے یہ نسخہ لا ہنہ قرار دیا ہے ۔ لیکن یہ تفسیر پانچ ضخیم جلدوں
 میں لندھنو میں سید تقی صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے اس تفسیر
 پر تفصیلی بحث ہو گئی ہے ۔ یہ ہندوستانی علما کے مرتبہ دو بلند
 درجے کی ہے ۔
 فیضی (۱۰۰۲ھ) کی " سوانح الانہام " کو ہندوستان کے
 تفسیری کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔

عرب و عجم ہر جگہ اس کا چرچہ رہا ہے اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ ہرگز تفسیر پر نقطہ الفاظ میں لکھی گئی ہے جس سے عربی زبان پر فیضی کے عبور کا اندازہ ہوتا ہے ۔ اس صنعت کی وجہ سے یہ تفسیر خاص مشکل اور مبہم ہوگئی ہے لیکن پھر بھی اسے ایک مہربانی کلم قرار نہیں دیا جاسکتا۔

ہندوستانی علما کی ایک عجیب و غریب تفسیر حاجی عبدالوہاب بخاری (۱۲۲۰ھ) کی ہے اس میں قرآن مجید کی تمام آیات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشق قرار دیا ہے اور تفسیر بھی اسی نقطہ نظر سے کی ہے۔ اس کا کوئی مکمل نسخہ تو نہیں ملتا ہے البتہ اخبار الاخبار میں اس کے بعض اجزاء موجود ہیں ۔

اس کے علاوہ شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی (۱۰۳۱ھ) کی تفسیر " انوار الاسرار " بھی بڑی اہم سمجھی جاتی ہے ۔ اس کا بھی کوئی نسخہ کہیں موجود نہیں ہے چند جہازین مصاحف الولايت اور ترجمہ الاخواطر ج ۵ میں موجود ہیں ۔

قاضی ثناء اللہ مظہری (۱۲۲۵ھ) کی " تفسیر مظہری " اور نواب صدیق حسن خان (۱۳۰۷ھ) کی " فتح البیان فی مقاصد القرآن " بھی ہندوستان کی اہم تفسیروں میں شمار ہوتی ہیں ۔ دونوں ہی پرانی تفسیریں کے اصولوں کو ہمیشہ نظر رکھ کر لکھی گئی ہیں۔

ان کے علاوہ جو تفسیریں ہیں ان میں بھی کسی نہ کسی پہلو کو ہمیشہ نظر رکھا گیا ہے لیکن کوئی بہت غیر معمولی بات ہمیشہ نہیں کی گئی ہے۔ دوسرے حصہ میں جو اجزائے قرآن کی تفسیروں پر مشتمل ہے عبداللہ بن عبدالحکیم (۱۰۶۳ھ) کی " تفسیر سورة الفاتحة اور غلام نقشبند لکھنوی (۱۱۲۶ھ) کی " انوار الفرقان " خاص اہم ہیں شہدہ عظمیٰ میر سید محمد تقی صاحب (۱۲۸۹ھ) کی " پہلیج الانوار " اچھی تصنیف ہے ۔ اس کے علاوہ جدید دور کے لوگوں میں مولانا محمد اللہ بن فراہی (۱۳۴۰ھ) کی

" نظام القرآن و تاویل الفرقان " کے تحت لکھی گئی مختلف سورتوں کی تفسیروں قابل ذکر ہیں ۔ مولانا چونکہ جید عالم تھے اور جدید دور کے تقاضوں کو پوری طرح سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے اپنی دس تہف میں تمام باتوں کا خیال رکھا ہے ۔ ان کی ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کو مربوط ثابت کیا ہے اور تمام سورتوں کا ایک دوسری سے گہرا تعلق بیان کیا ہے ۔

تیسرا حصہ قدما کی تفسیروں کی شرحوں اور - واشی سے متعلق ہے ۔ اس میں الہ داد جونپوری (۲۲ھ) کا " حاشیہ تفسیر مدارک " ایک تو اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس کا بھی ایک قلمی نسخہ موجود ہے دوسرے اس اعتبار سے بھی کہ یہ زیادہ واضح اور مدلل ہے ۔ عبدالحکیم سیالکوٹی (۱۰۶۷ھ) کا حاشیہ بیضاوی بھی اہم اور طبع سمجھنا جاتا ہے بیضاوی پر علامہ وجہہ اللہ بن عوی گجراتی (۹۰۸ھ) عبد السلام لاہوری (۱۰۳۷ھ) اور مولانا جبار اللہ آبادی (۱۱۱۰ھ) کے حاشیے بھی آج بھی ہیں ۔ تواب علی لکھنوی (۱۲۸۱ھ) اور فیض الحسن سہارنپوری ۱۳۰۴ھ کے حاشیے جلالین پر بہت زیادہ طبع سمجھ جاتے ہیں ۔ چونکہ یہ سب تفسیریں دور دور میں داخل نہیں اس لیے یہ حواشی خصوصاً توجہ سے لکھے گئے تھے ۔

چوتھے حصہ میں متعلقات قرآن کا ذکر ہے یعنی ان دس تہف کا جو علم قرآن سے متعلق ہیں خلا نسخ و منسوخ تجوید و قرات رسم خط قرآن تخریج آیات احکام قرآن وغیرہ اس سلسلہ کی سب سے اہم دہلیف عبداللہ بن عبداللہ اکبر آبادی کی دستور التفسیر بن سلسلہ ۱۰۲۱ھ ۔ اس میں انہوں نے ان تمام باتوں کا ذکر کیا ہے جن کا علم تفسیر قرآن کے لیے ضروری ہے یہ کتاب نادر ہے زیادہ صاحب نے اسے لا ہتہ قرار دیا ہے لیکن اس کا ایک قلمی نسخہ علی گڑھ میں مولانا عبداللہ صاحب کے

ذخیرہ کتب میں ملی گیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اور کتابیں اس سلسلہ کی
 ملتی ہیں ہادیہ قطب شاہیہ، مصنفہ محمد علی کر بلائی ۱۰۴۵ھ تشریح
 آیات سے متعلقہ مصطفیٰ بن محمد سعید کی نسخہ الفرقان بھی اس فن
 میں ہے۔ احکام کی تفسیر سے متعلق سب سے اہم اور مشہور تفصیلات
 الاحدیہ فی بیان آیات الشریعہ ہے جس کے مصنف ملا جبین (۱۰۶۹ھ)
 میں اس کے علاوہ بھی بعض لوگوں نے اس سلسلہ میں کتابیں لکھی ہیں
 لیکن جو جامعیت اور تمام مسائل کی تشریح و توضیح ان کے یہاں ملتی ہے
 دوسری جگہوں پر نہیں ہے۔ جنتہ النعم فی فضائل القرآن الکریم مصنفہ
 محمد ہاشم بن عبدالغفور ۱۱۴۲ھ آیات الا عجاز مصنفہ مولانا عبدالرشید
 کشمیری ۱۲۹۵ھ وغیرہ بھی قابل ذکر تصانیف ہیں۔

ان تصانیف کے علاوہ بہت سی کتابیں کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے
 مگر وہ اب ملتی نہیں ہیں یا ان کا ایک آدھ نسخہ ہندوستان سے باہر
 کے کتب خانوں میں موجود ہے ایسے تمام مصنفین کے حالات پانچویں حصہ میں
 بیان کئے گئے ہیں۔ مختلف ذرائع سے جس مصنف کے بارے میں پتہ چلتا
 ہے کہ اس نے ہندوستان میں پہلی تفسیر عربی زبان میں لکھی وہ ابو بکر
 اسحاق بن تاج الدین (۱) ابو الحسن ۴۲۶ھ ہے یہ حنفی المذہب تھے اور
 ابن تاج کے نام سے مشہور تھے انہوں نے جو اھوالقرآن کے نام سے قرآن
 مجید کی تفسیر لکھی اس کے بعد اپنی اس تفسیر کا خلاصہ بھی خود ہی
 کیا جس کا نام خلاصہ جواھرالقرآن فی بیان مسائل الفرقان ہے اعلیٰ کتاب
 کا تو پتہ نہیں چلتا البتہ خلاصہ کا ایک نسخہ برلن کے کتب خانہ میں
 موجود ہے (۲) ان کے بعض حالات کا بھی پتہ نہیں چلتا ہے۔

دوسرا نام جو اس سلسلہ میں آتا ہے وہ امیر کبیر صید علی ہمدانی (۱) کا ہے ان کی پیدائش ہمدان میں ۷۸۱ھ میں ہندوستان آئے اور کشمیر میں قیام کیا یہاں ان کی بزرگی اور علمیت کا بہت شہرہ ہوا انہوں نے علم تلمیح و منسج سے متعلق ایک رسالہ تصنیف کیا اس کا بھی کوئی نسخہ انڈیا آفس لائبریری کے سوا* نہیں پایا جاتا ہے (۲) اس کے علاوہ بھی انہوں نے بہت سے علمی کام کئے۔ ان کا انتقال ۷۸۶ھ میں ہوا (۳) سید اشرف جہانگیر صفائی (۴) (۸۰۸ھ) بہت بڑے بزرگ اور عالم تھے انہوں نے بہت سے علمی کام کئے ہیں ان کے حالات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے تفسیر قرآن بھی لکھی تھی اس کا کوئی نسخہ غالباً نہیں پایا جاتا ہے۔

شیخ محمد بن یوسف حسینی دہلوی (۵) (۸۲۵ھ) بہت بڑے فقیہ اور عالم دین تھے۔ زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ لکھنے پڑھنے کا بھی ان کو بہت شوق تھا ان تفسیر پر بھی ان کو عبور تھا اس فن میں انہوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ "تفسیر القرآن الکریم" مصرفت الہی کے نظریات کے ہمیشہ نظر لکھی تھی ایک اور تفسیر کشاف کے انداز پر لکھی اس کے علاوہ کشاف کے بعض اجزاء پر حواشی بھی لکھے۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی اب پتہ نہیں چلتا ہے۔ ان کی تصانیف کی مجموعی تعداد ایک سو پچیس بتائی جاتی ہے۔

خواجہ حسن بن خالد ناگوری (۶) (۹۰۱ھ) اپنے دور کے اہم

(۱) زہد احمد - Contribution of India to Arabic Literature

(۲) تذکرہ علمائے ہند ص ۱۴۸ Catalogue of the Arabic MS by CA Shafi No. 1181

(۳) توحفہ ص ۲۳ ج ۲ (۴) توحفہ ص ۱۵۲ ج ۳

(۵) اخبار الاخیار ص ۱۷۷

عالم اور بزرگ تھے انھوں نے علم دینی کی تبلیغ میں بہت حصہ لیا ۔
 انھوں نے قرآن مجید کی تفسیر نور انہیں کے نام سے لکھی ۔ یہ تفسیر
 تیس جلدوں میں تھی گوہر کہ ہر پارہ کی ایک آیت اس میں انھوں نے شرح
 دہائی اور حل تراکیب پر خاص توجہ رکھی ہے ۔ اس تفسیر کا بھی اب
 پتہ نہیں چلتا ہے ۔

شیخ طاہر بن رسی (مذنب) ۱۵۶ھ مذہب شیعہ تھے ۔ کاشان
 سے ہندوستان آئے شیخ پیر محمد کے توسط سے ان کی رسائی احمد نگر
 میں ہوئی ۔ برہار نظام ساء ان سے کافی متاثر تھا اور کبھی کبھی ان کی
 مجلس میں حاضر ہوتا تھا انھوں نے فقہ امامیہ سے متعلق بہت سی کتابیں
 لکھی ہیں پھاوی کا حاشیہ بھی لکھا ۔ اب اس کے نسخہ کا پتہ نہیں
 چلتا ہے ۔

شیخ محمد بن عاشق جریا کوٹی ۱۷۲ھ (۱۱) فقہائے حنفیہ میں سے
 تھے ان کی بہت سی تصانیف کا ذکر ملتا ہے انھوں نے ایک تفسیر بھی
 لکھی جس کا نام تفسیر محمدی بنایا جاتا ہے اس تفسیر کا کوٹی نسخہ نہیں
 پایا جاتا ہے ۔

شیخ علی متقی برہانپوری (۱۲) ۵۹۷ھ۔ شیخ باجن برہانپوری کے
 مرید اور شیخ حاکم الدین متناقی کے شاگرد تھے ۔ ان کے علم کا بہت
 شہرہ تھا شیخ ابن حجر مکی جو اپنے دور کے اساتذہ میں سے تھے انھیں
 اپنا شیخ تسلیم کر رہے تھے ۔ تحصیل علم کا ان کو بہت شوق تھا ۔ ان کی
 سب سے اہم اور بڑی تصنیف کنز العمال فی سنتہ الاقوال والافعال ہے اس
 میں انھوں نے سطوح کی جامع منبر و جامع کبیر کی احادیث کی
 تجویز فقہی انداز پر کی ہے ۔ انھوں نے قرآن مجید کی تفسیر " شہون
 البرزات " کے نام سے لکھی تھی اس کا صرف ایک نسخہ انڈیا آفس لاہور میں

(۱) ترقی ۴/۴ ص ۱۶۲ ج ۲ (۲) غزوة ص ۲۰۲ ج ۲

(۱۲) ترقی ۴/۴ ص ۲۲۲ ج ۲

میں ملتا ہے (۱) یہ قرآن مبد کے منتخب احزاب کی تفسیر ہے جس میں مختصر جملوں میں مطالب کو واضح کیا ہے ۔ کہیں کہیں ہر فارسی اسماء بھی ہیں قدیم مفسرین و محدثین کے اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں۔
شیخ شمس الدین شیرازی بجاپوری ۱۸۶ھ (۲) شیخ محمد

گوالہار کے شاگرد تھے۔ شیراز سے آ کر بجاپور میں قیلم کیا ساری ہر نوکی اور قناعت سے بھر کی بہت مثنیٰ اور لوگوں سے بے نیاز رہتے تھے۔ اندرین نے بوضاوی کا حاشیہ لکھا جو اب نہیں ملتا ہے ۔

شیخ محمد بن احمد نا کہی گجراتی ۱۹۲ھ (۳) بڑے علماء میں سے تھے یہ ہندوستان آئے کچھ دن یہاں رہے پھر مکہ معظمہ چلے گئے پھر ۱۶۰ھ میں واپس آئے یہیں قیلم کیا اور وفات پائی ان کی بہت کتاب تصانیف ہیں جن میں شرح مختصر الانوار رسالہ فی اللغة و غیرہ اہم ہیں انہوں نے رسالہ علمی آیت لکری میں لکھا جو بہت مشہور ہوا مگر اس کا کوئی نسخہ نہیں ملتا ہے ۔

شیخ حبیب اللہ شیرازی (۴) جو شاہ میر کے نانا سے مشہور ہوئے ۸۹۸ھ میں ہندوستان آئے جانیپور میں مقیم ہوئے کثیر تعداد میں علماء نے ان سے استفادہ کیا۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے نواح البیان فی قدم القرآن اہم اور مشہور ہے اس کا بھی کوئی نسخہ نہیں ملتا ہے ۔

علامہ مصطفیٰ الدین لاری (۵) ظہیم عربیہ اور مصارف حکیمہ میں ماہر تھے انہوں نے تفسیر بوضاوی پر تعلیقات لکھی ہیں جو اب نہیں ملتی ہیں ۔

ان لوگوں کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں نے تفسیروں لکھی

- | | | | | |
|-----|--|-----|-------|---------|
| (۱) | Catalogue of the Arabic MSS by C. H. Storey
No. 152 | (۲) | توضیہ | ۱۴۰ / ۲ |
| (۳) | ایضاً | (۴) | ایضاً | ۳۸۸ / ۲ |
| (۵) | ایضاً | | | ۳۵۴ / ۲ |

نہیں مگر اب ان کا پتہ نہیں چلتا۔ ایسے لوگوں کی تعداد ۵۶ ہے۔ ان کے مختصر حالات لکھ دیئے گئے ہیں۔ مقالہ کے آخر میں قلعی اور مذہبی کتابوں کی الگ الگ فہرست لکھی گئی ہے۔ قلعی کتابوں جن کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں ان کے نام بھی لکھ دیئے ہیں۔ جن تذکروں یا تاریخوں کتابوں سے لوگوں کے حالات لے کر دیئے گئے ہیں ان کی بھی فہرست الگ شامل کر دی ہے۔

اس مقالہ کی تیاری کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۔ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
(بشمول مختلف ذخیرہ کتب)

- ۲۔ ریڈ لائبریری رام پور
- ۳۔ صوبت پبلک لائبریری رام پور
- ۴۔ لائبریری ندوۃ العلماء لکھنؤ
- ۵۔ ناصر بہ لائبریری لکھنؤ
- ۶۔ لائبریری سلطان المدارس لکھنؤ
- ۷۔ لائبریری مدرسۃ الواعظین لکھنؤ
- ۸۔ لائبریری سید تقی راجب مرہم لکھنؤ
- ۹۔ کاظمیہ لائبریری کاکوری
- ۱۰۔ امیر الدولہ پبلک لائبریری لکھنؤ
- ۱۱۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ
- ۱۲۔ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری
- ۱۳۔ نیشنل لائبریری کلکتہ
- ۱۴۔ لائبریری ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ
- ۱۵۔ آ صلیہ لائبریری حیدرآباد

- ۱۶۔ شہیدانہ یونیورسٹی لاہوری حیدرآباد
- ۱۷۔ لاہوری دائرۃ المعارف حیدرآباد
- ۱۸۔ جامعہ نظامیہ حیدرآباد
- ۱۹۔ سر سالار جنگ لاہوری حیدرآباد
- ۲۰۔ کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی۔

پہلا باب

مکمل تفصیل میں

مجموعی تعداد ۱۶ صفحہ ۱۲ تا صفحہ ۱۲۹

کاشف الحقائق و قاضی الدقائق

محمد بن احمد بن محمد شریحی تھا تیسری گجراتی نسخہ ۸۲۰

اس تفسیر کا قلمی نسخہ ایشیا ٹک موسائٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے ۔
اس پر نصرت جنگ کی مہر ثبت ہے ۔ زبید احمد صاحب کو اس نسخہ کے سلسلہ میں
کچھ غلط فہمی ہوئی ہے ۔ اور انہوں نے اسے اور تفسیر محمدی مصنفہ محمد بن احمد
بن نصیر مہاجر کو ایک ہی تفسیر کے دو نسخہ قرار دیا ہے ^۱ حالانکہ دونوں الگ الگ
تفسیریں ہیں دونوں میں کئی بھی قسم کی ایسی مطابقت نہیں ہے جسکی وجہ سے
دونوں کو ایک ہی قرار دیا جاسکے ۔ یہ نہیں زبید صاحب کو کس وجہ سے ایسا شبہ ہوا
ہے ۔ کاتب کا نام اور من تصنیف دی نہیں ہے کتاب صاف ستھری خط میں لکھی ہے ۔
اس میں ۱۱۳۰ اوراق ہیں اکثر جگہوں پر حواشی بھی لکھے ہیں غالباً مصنف ہی کے تحریر
کردہ ہیں کہیں کہیں پر کرم خرزدہ ہے ۔ یہ تفسیر صوفیانہ رنگ میں ہے ۔ زبان آسان
اور مفہوم واضح ہے ۔ ابتداءً ان الفاظ سے ہوتی ہے ۔

" بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۰ نستعين الحمد لله رب العالمين الذي
انزل على جيبه القرآن وجعله هاديا الى دقائق لا هل العرفان و
اودع فيه لطائف اسراره لم يطلع عليها الا من كان جديرا ۰۰۰۰ " ص ۱
آگے چل کر ایسا نام اور اس تفسیر کو لکھنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔
" اما بعد فيقول اضعف الله المجد محمد بن احمد بن محمد
الشریحی الکندی ثم التهانسی ثم الکجراتی اصلح الله شأنه و
صانه عما شأنه وغرله ولوانديه وانتم عليها وعليه بالديه يا
كائنات اكثر التفاسير ملوثة بفوائد العريضة والشریعة ولم يكن تفسيراً

۱۰ مخطوطہ عملیہ

حاورها لد قائق الطريقة و الحقيقة بحيث يكون احسن تحريرا
 و اصلح تقريرها اردت ان اكتب تفصيلا موجزا شاملا لا سرارا
 الالهيات كما شفا لعاقر الفرقان من التدقيقات هاديا الى طريق
 الرشاد موصلا الى سبيل السداد و تركت الا يجازوا الا طغاب
 ليصل مقصوده كل احد من ذوي الالباب و اخذت من بعض
 القضا سير بعض كلامه المنقول و قلت في اكثر مواضع لطائف من
 لم يطلع ذوي العقول فان وقع شيء ظاهرا في تبليغ خلا ف
 الشريعة فاني قائل ذلك بطريق المجاز لا بسبيل الحقيقة و
 ان ترى بيانا لا يوافق لسان النزول اولا يطابق لما هو المنقول
 فاعلم ان ذلك معنى الاشارة لا فحوى الكلام ولم ينكر هذا
 احد من الاصحاب الكرام بل وصل ذلك للمتأخرين و الخلق من
 المتقدمين و السلف و سميت كما شف الحقائق و قاموس الدقائق
 ارجوان يكون لي ذخيرة يوم القيامة و شفيعي الا كبر اذا وقعت الواقعة
 ليس لو فعتها كما ذب و قد بشرت بهذا التفسير في النوم فشرعت
 تأليفه اثر ذلك و بالله التوفيق و الا عانة " سكه
 بسم الله الرحمن الرحيم كي تفسير خاص مفصل انذار سر اور هر حرف كي الگ
 الگ بيان كي هي لفظ " بسم " كي تفسير مين لکھتے هين —
 " اشهر بالباء الى بهاء جماله و بالا لف الخفي الى كماله جلاله
 فما تراه فهو مظهرهما مصدر بواسطه القصر و اللطف لا منه كما لا حرق
 حرقة من الحديد المحمي بالنار فالأ حراق فعل النار لا فعل
 الحديد لكنه واسطة و لذلک قال الله تعالى قل كل من عند الله
 و بالسين الى سر الربوبية و القهارية الخفي في كل ذرة من
 ذرات العالم فكل ذرة فيها نفع و ضرر بل ترى نفعها في مكان
 ضرا و ضررها في مكان نفعها فبالربوبية النورانية فيها نفع و بامر
 القهارية المخفية يضر لا بنفسها بل به و بالميم الى ان جميع
 المكونات في ملكه و هو ما لکھا و متصرفھا " صكه

یہ قرآن مجید کی مکمل تفسیر ہے۔ شروع میں بہت تفصیل انداز اختیار کیا ہے لیکن رفتہ رفتہ یہ انداز بدل کر مختصر ہوتا گیا ہے۔ جیسا کہ خود انھوں نے لکھا ہے اولیاء اللہ صلحاء اور بزرگوں کے قسے بھی مختصراً بعض جگہوں پر بیان کئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کو صوفیاء نہ رنگ کی کوئی تفسیر نظر نہیں آتی اس نقطہ * نظر کے پیش نظر انھوں نے اسکی تصنیف کی ضرورت سمجھی اور شاید یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ابتدا * ہی میں اس کا اظہار بھی کر دیا ہے کہ اگر کوئی بات لوگوں کو نئی محسوس ہو تو اس پر غور کریں اور اسے سمجھنے کی کوشش کریں محض بکواس اور لا یعنی بات قرار نہ دیں۔ لیکن جیسا کہ تفسیر کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو قابل اعتراض ہو۔ انھوں نے اس تفسیر میں ابن عطا۔ حسن بصری۔ دینوری۔ قشیری۔ جلال الدین رومی۔ شمس تبریزی۔ سعدی وغیرہ کے حوالے دئے ہیں۔ تفسیری عبارتیں مختصر ہیں لیکن مفہوم واضح اور آسان۔ حاشیہ پر بھی بہت سی عبارتیں ہیں۔

" الحمد للہ " کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

" الحمد للہ ای جمع المحامد سوا کانت محامدہ لہ او محامد خلقہ لہ او محامد لحلقہ او محامد الخلق للخلق لا نہ خالقہ و خالق الخالقہ حمد نفسه بنفسہ حین علم عجز المکونات عن ثناءہ ولذا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا احصى ثناء علیک انت کما اثبت علی نفسك فهذا رحمة منہ حیث ادى حق الحمد فی ذمہ خلقہ بادائہ بنفسہ واللہ علم للفرد الموجود المنزه عن جميع النقائص الموصوف بجمیع الکمالات " ص ۷۷

اسی سلسلہ میں یہ بحث بھی کی ہے کہ " الحمد للہ " کیوں کہا اس کے بجائے کوئی اور طریقہ کیوں استعمال نہیں کیا ہے۔

" الحمد للہ ولم یقل الحمد للہ لوجود الاول ان الحمد صفة للقلب فربما احتاج الانسان ان يذكر هذه اللفظة حال کونه غافلا بقلبه عن استحصار معنی الحمد و الثناء فلو قال فی ذالک الوقت الحمد لله کان کاذبا واستحق الذم والعقاب علیه حیث اخبر عن وجود شیء مع انه ما کان موجودا اما اذا قال الحمد لله فمعناه ان ما هیة الحمد و

حقیقۃً مسلم للہ و هذا الکلام عبادة شريفة و طاعة رفيعة فظهر الفرق
بين هذين اللفظين والثاني انه لو قال احمد الله كان ذاك
مشعرا بان ذكر حمد نفسه ولم يذكر حمد غيره اما اذا قال
الحمد لله فقد دخل فيه حمده و حمد غيره من اول خلق العالم
الى آخر استقرار المكلف في درجات الجنان و دركات التبران
كما قال الله تعالى و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
فكان هذا الکلام افضل و اعمل " (ورق ۴)

حروف مقطعات کے سلسلہ میں مختلف لوگ مختلف توجہیں کرتے ہیں۔ الم
سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

" هذه الحروف المقطعة في اوائل السور من المتشابهات لا يعلم
تاويله الا الله ولكل كتاب سر و سر القرآن هذه الا حرف و عدد
بعض المفسرين انها مفااتيح اسمائه فالالف يشار به الى ان
يكون العبد مثل الالف فكما انها لا يقبل الحركة والنقطة فكذلك
العبد ينبغي ان لا يقبل محبة الغير كما انها لا يتصل بحرف ينبغي
ان لا يتصل قلبه ايضا بما سواه وكما انها مستقيم غير منحرف كذا
ينبغي ان يكون العبد قائما في العبودية على صفة الاستقامة لا
يميل قلبه الى طلب الدنيا ولا الى طلب الجنة وباللام يشار الى
لين قلبه بحيث يتقبل سكة محبة الحق ولا يكون قاسيا كقلوب الكفار كما
قال الله تعالى ثم قست قلوبكم او اشد قسوة وبالحيم يشار
الى ان يكون موافقا لطبع الرب فيما يكلفه "۔

سورہ * يوسف کی پہلی آیت سے انھوں نے قرآن کریم کے لفظی حطی اور
ذہنی وجود کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ملا حظہ ہو۔

" تلك اشارة الى آية السورة آيات الكتاب المبين للاخبار الغيبية
التي لا يبلغها ضعة التنجيم والكهانة مع تضاعفها ما لا ينحصر من
المعلوم والمعبود اللطائف انما انزلناه قرآنا موقرنا لينا سب طباع

البشریۃ عربیاً لیتضمن من الا سرار واللطائف فی الکتاب اشارۃ الی وجود
الخطی فی القرآن الی اللفظی وفی تعقلون الی الذہنی "۔
تبارک الذی بیدہ الملک کی تشوہ یوں کی ہے ۔
" بقبضہ وقدرتہ التصرف فی الا مورککھا والبارک هو الذی لا یتحیل
فیہ الزہارۃ والنقصان ولا ینفذہ الطغۃ ولا یضرہ الطقیان "۔
سورہ " قدر کی تفسیر یوں کرتے ہیں ۔
" لما انزلناہ ای القرآن من غیب اللوح المحفوظ الی السماء الدنیا
الا نزال التحریک من ملو الی اسفل استعبر لا طہار ما مکن بربریتہ
علیہ فیما دونہا فی لیلۃ القدر ای لیلۃ تقدیر الا موروما ادراک مالیلۃ
القدر وہی فی شہر رمضان لقولہ تعالیٰ شہر رمضان الذی انزل
فیہ القرآن "

آخر کے دو صفحے خاصے ہو سیدہ ہیں بیچ بیچ میں کئی جگہوں پر سادہ
رہ گیا ہے غالباً اصل سے نقل کرتے وقت رہ گیا ہو گا یا اگر یہ نسخہ خود مصنف کے قلم
کا ہے تو انہوں نے اس لئے چھوڑ دیا ہو گا کہ بعد میں لکھیں گے پھر نہ کر سکے ہوں گے
کچھ جگہوں پر اور ا ق غلط طریقہ پر مرتب ہوئے ہیں ۔ آخری سورۃ کی تشوہ کے ساتھ
یہ تفسیر ختم ہوئی ہے خاتمہ کی صارت یہ ہے ۔

" . . . بدلائل التوحید فانہم یریدون احدیۃ کل موجود من

الدلیل علی احدیۃ الخلق من الجنة والناس ثبت "

یہ بہت ہی نادر تفسیر ہے اس کے علاوہ کئی دوسرے نسخہ کا پتہ نہیں

چلتا ہے ۔

علہ سورۃ الملک آیت علہ

علہ سورۃ القدر آیت علہ

تفسیر مکتوبات

سید محمد حسنی گیسو دراز سلکھ ہ تا سلکھ ہ

مصنف کا نام سید محمد حسنی اور گیسو دراز لقب تھا سلکھ ہ میں پیدا ہوئے (۱) والد کا نام سید یوسف حسنی اور عرف سید راجا تھا والدہ کا نام بی بی رسی تھا۔ ہندو نواز گیسو دراز کے لقب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ دہلی میں پیدا ہوئے لیکن جب سلکھ ہ میں سلطان محمد تغلق نے تمام دہلی رالوں کو دولت آباد سوانے کا حکم دیا تو ان کے والد صاحب مع اپنے خاندان کے دولت آباد چلے گئے (۲) ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی ان کے انتقال کے بعد ان کی تربیت ان کے ماموں سید محمد ابراہیم نے کی کم عمر میں ہی علوم متداولہ سے فارغ ہو گئے۔ یہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی (۳) متوفی ۷۷۷ھ سے بہت متاثر تھے اور بیعت بھی تھے۔ ان کے لقب گیسو دراز کے متعلق کئی روایتیں ملتی ہیں کہ میں کہ یہ ایک بار اپنے پیر حضرت نصیر الدین سے ملتے گئے وہ ہالا خانہ پر تھے خادم سے کہا کہ سید محمد کو ہالا لاؤ اتفاق سے اس وقت کئی سید محمد نام کے لوگ موجود تھے خادم نے واپس آکر دریافت کیا کہ سید محمد کو۔ آپ نے فرمایا گیسو دراز کو۔ اس طرح سے یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز سید محمد اپنے پیر کی پالکی اٹھائے چلے رہے تھے ان کے ہال لمبے ہوتے کی وجہ سے پالکی کے پائے میں الجھ گئے مگر یہ اترا ما کچھ نہ ہوئے جب حضرت نصیر الدین کو خبر ہوئی تو ان سے بہت متاثر ہوئے اور یہ شعر پڑھا

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلافت نیست کہ او عشق باز شد (۴)

(۱) نزهة الخواطر ۱۵۲/۳ (۲) نزهة الخواطر ۱۵۲/۳

(۳) اخبار الاخیار ص ۸۰

را، اخبار الاخیار ص ۱۳۰

حضرت گیسو دراز کی بزرگی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سید اشرف جہانگیر سضانی (۱) متوفی ۱۰۸۷ھ جیسے بزرگ ان کے بڑے معتقد تھے اور ان سے ملنے کے مشتاق رہتے تھے۔ شیخ عبد الحق دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں بہت تفصیل سے حضرت گیسو دراز کے حالات لکھے ہیں اور علمی کمالات بیان کئے ہیں۔ ان سے پہلے چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں نے تصنیف و تالیف کی طرف کوئی خاص توجہ نہ کی تھی یہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس جانب توجہ کی اور بہت سی کتابیں اور رسالے تصنیف کئے۔ تفسیر و حدیث فقہ و اصول اور ادب میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ان کو عربی فارسی اور قدیم اردو تینوں زبانوں میں مہارت تھی ان کی تصانیف کی مجموعی تعداد ایک سو پانچ بیان کی جا تی ہے اس میں سے بہت سی کتابیں اب نہیں ملتی ہیں (۲)

حضرت گیسو دراز کو اسلامی علم اور مذہب کو سب تک پہنچانے اور ہر ایک کی نظروں میں برتر ثابت کرنے کی فکر رہتی تھی آپ کی اکثر تصانیف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس اصول کے پیش نظر لکھی گئی تھیں۔ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ آپ نے اپنے پیرو مرشد حضرت پیراف دہلی سے کہا کہ مجھے علم ظاہری میں اب کافی دستگاہ ہو گئی ہے اگر اجازت ہو تو علوم باطنی کی طرف توجہ کروں لیکن انہوں نے گیسو دراز کو محض علمی کاموں میں لگے رہنے کی تاکید کی (۳) ان کی تصانیف کے متعلق ایک بات اور بھی کہی جاتی ہے کہ وہ خود ان کو نہیں لکھتے تھے بلکہ وہ بولا کرتے تھے اور کاتب لکھ لیتے تھے۔ کس کتاب کو لکھوانے کے بعد نہ خود دوبارہ دیکھتے اور نہ بڑھا کر سنتے تھے۔ ان کے بہت سے فارسی اشعار بھی ملتے ہیں تحلیص کے طور پر اپنے نام و لقب کے جس حصہ کو مناسب سمجھتے تھے استعمال کرتے تھے۔ طرز فکر اور انداز بیان کے اعتبار سے یہ اشعار انہی مضامین پر مبنی ہوتے تھے جنہیں آپ اپنے مشن کے طور پر عوام میں پھیلا نا چاہتے تھے۔ مسئلہ یہ کہ ان کی وفات گھر گہ میں ہوئی وہیں ان کی قبر ہے (۴)

(۱) اخبار الاخیار (اردو ترجمہ اقبال الدین احمد پاکستان) ص ۱۲۹

(۲) مقدمہ شکارنامہ مرتبہ ڈاکٹر نعیمہ شوکت ص ۱۷

(۳) ایضاً ص ۱۷ (۴) نزہۃ ۱۸۲/۳

سید محمد گیسو دراز کی تفسیر کا ذکر ان کے تذکروں میں تو عام طور سے مل جاتا ہے لیکن کتاب کے موجود ہونے کی طرف کسی نے بھی اشارہ نہیں کیا ہے (۱) مجھے اس تفسیر کا پہلا حصہ جس کے شروع کے کچھ اوراق غائب ہیں لکھنؤ کے ناصیہ کتب خانہ میں مل گیا ہے (۲) اس کے علاوہ کسی اور نسخہ کا پتہ یہاں کے اور کتب خانوں میں نہیں چلتا ہے البتہ انڈیا آفس لاٹری میں اس کے دو نسخے نصف اول اور ایک نصف آخر موجود ہیں جن کا ذکر آٹو لوتھ (Otto Lott) نے انڈیا آفس کی فہرست مطبوعہ مشککہ ۷ میں کیا ہے ۔ مگر وہ بھی پورے یقین کے ساتھ اس کو سید گیسو دراز کی تصنیف نہیں کہتے ہیں اس فہرست کے مطابق مخطوطہ عسلہ عسلہ اور عسلہ غالباً تفسیر ملتقط کے اجزاء ہیں ۔

مخطوطہ عسلہ کے نہ تو مصنف کا پتہ چلتا ہے اور نہ ہی کتاب کا صحیح

نام معلوم ہوتا ہے آخر میں یہ عبارت درج ہے ۔

" تمت تلم شد هذا الكتاب الحقائق من تفسیر سہاب " (۳)

فہرست کے مرتب کا خیال ہے کہ یہ نام اصل نہیں ہے بلکہ اندر کی عبارت

ہی سے ماخوذ ہے ۔ اس کے بعد انھوں نے لکھا ہے کہ تفسیر عام طور سے تین ضوابط

کے تحت بیان کی گئی ہے ۔

(۱) حقائق (۲) لطائف (۳) الملتقط

اس میں شروع کے چند اوراق کٹے پھٹے اور غائب ہیں اسکی ابتداء یوں ہے

" الا دراک وحکی عن الشہلی انه قال " ۔ اس میں اٹھارویں سورہ تک کی تفسیر ہے ۔

دوسرا مخطوطہ عسلہ بھی اس تفسیر کی نقل ہے لیکن پہلے مخطوطہ سے

زیادہ خراب حال میں ہے شروع اور آخر کے اوراق بھی کافی کم ہیں اس کے ابتدائی حروف

میں " ید عون رحمہم بالفدا " اور اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے " ان المر * سیلخ طی "

(چودھویں سورہ کی ابتداء کا) اس کے آخر میں اجزاء تفسیر ملتقط لکھا ہے ۔

(۱) انھوں نے کشف کے انداز پر بھی ایک تفسیر لکھنی شروع کی تھی جو چند پاروں سے

آگے نہ بڑھ سکی اسکی علاوہ کشف پر حواشی بھی لکھے تھے مگر ان دونوں تصانیف

کا اب کچھ بھی پتہ نہیں چلتا ہے ۔ سرہ ۱۵۲/۲

(۲) مخطوطہ عسلہ (تفسیر)

(۳) یہ لفظ اسی طرح سے لکھا ہے ملاحظہ ہو فہرست انڈیا آفس عسلہ عسلہ

تیسرا مخطوطہ غلطی اس تفسیر کا دوسرا حصہ ہے اور انیسویں سورۃ سے شروع ہوتا ہے اس میں بیچ کا کچھ حصہ غائب ہے اس کے آخر کی عبارت یہ ہے —
 " تفسیر الملتقط نصف آخر تصنیف سید محمد حنی کیو دار " (۱)

اس کا انداز بھی پہلے اور دوسرے مخطوطہ کا سا ہے یہاں بھی فہرست مرتب کو شبہ ہے کہ کتاب کا اصل اور صحیح نام کیا ہے ۔

مجھے اس تفسیر کا پہلا حصہ جو نا صریح کتب خانہ لائبریری میں ملا ہے اسے اور اس فہرست کو دیکھنے کے بعد یقین ہے کہ یہ سب سید محمد کیو دار کی تفسیر ہی کے اجزاء ہیں کتب خانہ نا صریح میں جو نسخہ ہے اس کے پہلے صفحہ پر دو مہرین ہیں پہلی " الملک للہ " اور دوسری " حامد حسین " شروع کے کچھ صفحات غائب ہیں ۔ عبارت " فقال رب ارنی " (سورۃ بقرہ کے حاتمہ سے ذرا پہلے) سے شروع ہوتی ہے اور اٹھارویں سورۃ (یعنی سورۃ کہف) کی آیت قل لو کان ابھرمدا دا الخ کی تفسیر پر ختم ہوتی ہے ۔ خاتمہ کی عبارت یہ ہے —

" ای لا تفقد معانی کلمات اللہ لا تہ لا نہایۃ لہا لان متعلقات

القدیم لا نہایۃ لمعلومات الحق سبحانه و مقدراتہ تم بحون اللہ

الملک الوہاب " (سورۃ کہف کا اختتام)

اس کے بعد کا تیب کے قلم سے لکھا ہے

" تم المجلد الاول من تفسیر الملتقط تصنیف سید محمد کیو دار

قدس اللہ سرہ العزیز "

اس طرح سے یہ نسخہ اٹھایا آفس کے مخطوطہ خانہ سے مل جاتا ہے (غلطی

بھی اس کی نا مکمل شکل ہے) دونوں ہی اٹھارویں سورۃ تک ہیں ۔ اس نسخہ کا انداز

بیان بھی وہی ہے جو اٹھایا آفس والے نسخوں کا ہے یعنی حقائق لطائف اور الملتقط

کے عنوانین کے تحت تفسیر بیان کی ہے اس میں پہلے تو آیت اور اس کی ضروری تشریح

بیان کرتے ہیں اس کے بعد " الملتقط " کے تحت اس کی مکمل تفسیر ہوتی ہے جس میں

(۱) اسی طرح سے لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو فہرست غلطی ص ۲۷

الفاظ و معانی پر پوری بحث کرتے ہیں اس کے بعد " حقائق " کے تحت لفظی حقیقت اور معنوی باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس سلسلہ میں کہیں کہیں پر اشعار بھی بطور ثبوت کے پیش کرتے ہیں ۔ " لطائف " کے تحت الفاظ یا ان کی تشریح سے متعلق اگر کوئی واقعہ یا قصہ ہوتا ہے تو اسے بیان کرتے ہیں ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات میں ایک قصہ لطائف کے تحت یہ بھی

لکھتے ہیں

" و يقال كان يوسف عن يعقوب عليهما السلام على اقل من مرحلة حيث القوه في الحب فاشتبه عليه خبره وحاله ولما زال الهلا وجدر يده وبينهما ثمانين فرسخا من مصر الى كنعان ويقال لا يعرف ريح الا حباب واما على الا جانب فهذا حديث مشكل ان يكون لا نسان ريح ويقال استعمال لفظ الريح ههنا توسيع كما يقال دبت ريح فلان وان لا جد ريح القصة وغير ذلك " (ورق ۲۵)

اس کے بعد اس سلسلہ میں حقائق کے تحت لکھتے ہیں ۔

" قال جعفر الصادق يقال ان ريح الصبا ساكت الله تعالى فقالت يمان اشبه بانه فاذن لها في ذلك فكان يعقوب عليه السلام ما جدا فرفع راسه وقال لي لا جد ريح يوسف فقالت له اولادك انك لفي ضلالك القديم في مجسك القديمة " (ورق ۲۵)

مصر اج کے سلسلہ میں خاصی تفصیل سے لکھا ہے لفظ " اسری " پر بھی

خاصی طویل بحث کی ہے ۔

" اختلفت الا قایل في الاسراء والا صح ضدنا ان الاسراء كانت كرة

بجسره وبروحه وكرة اخرى بروحه فقط وكرة كان في الرويا

وكرة في اليقظة وكان هو ايضا يكون في اى موضع كان في المسجد

او بيت ام هاني او فراشها تشبه او حالة الجهالة يحضره بين يديه

ما كان من اسرار الا هو توالجبروت ويجمع له الملك والملكوت هذا

ايضا من المصراع بل اعز منه " ۔ (ورق ۹۲ ب)

سید محمد گیسو دراز ایک زبردست سوفی بزرگ تھے اس تفسیر میں بہت سی جگہوں پر ان کا یہ رنگ نمایان طور پر نظر آتا ہے

الم تر كيف ضرب الله مثلا كلمة طيبة الآية (۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں " هذا مثل ضرب الله للايمان والمعرفة بالله سبحانه فشجرة طيبة اصل تلك الشجرة ثابتة في الارض رزاقية وفروعها الاعمال الصالحة التي هي الفرائض ومجانبة المعاصي في الايمان كصيانة الشجرة ما يصير بها من كشف قسرو قلع واتلاف غصن ما جرى مجراه و اوراق تلك الشجرة اخلاقه الجميلة وتثمار تلك الشجرة جلاوة الطاعة ولذات الخدمة ثم الثمار تختلف في السطوع والطبع والرائحة والصورة كذلك ثمرات الطاعة ومما في الاشياء التي يجدها العبد في قلبه تختلف من جلاوة الطاعة وهي صفة العابدین وبسط يجد في وقته وهو صفة العارفين ولوعة في ضميره وهي صفة المریدین وانس يناله في سره وهي صفة المجین وقلق واحتياج يجد ولا يصرف سبه ولا يجد سبباً الى مساكنه وهو صفة المشتاقین " (ورق ۵۱)

سورة الحجر میں لطائف کے تحت ایک جگہ والارض مردناہا والقها فیہا رواہی الایۃ (۲) کی تفسیر میں لکھتے ہیں —

" نفوس العابدین ارض العبادة وقلوب العارفين ارض المعرفة و ارواح المشتاقین ارض المعجزة والخوف والرجاء لها رواہی وكذلك الرغبة والرهبة ويقال من الرواہی التي اشتهتها في الارض الا وليا الذين هم اوتاد الارض بهم يدفع عن الخلق البلاء وهم القباث العالم واذا وقع للناس بهم فالهم الفرع ويقال الرواہی العلما الذين بهم قوام الشريعة فالذين هم علما الاصول فيهم قول اصل الدين وبالفقهاء نظام الشرع وقال بعضهم واحسوتنا من نراق قوم هم المصابيح و

المیون و المزن و المعدن و الرصاص و الخیر والا من و السکون و
 انبتا فیها من کل شئی موزون کما انبت فی الارض فزون النبات
 انبت فی القلوب منوفا من الازهار والا نواروز الک نور الیقین و
 نور العرفان و نور الحضور و نور الشهود و نور التوحید الی غیر ذلک
 من الانوار" (ورق ۶۱)

ایہ اور جگہ پر الملتقط کے تحت صوفیاء سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں —
 "التجلی بالتمہیل ظل من لیس له شکل ومثل والظل تابع الشخص
 وعکسہ بل عکس العکس فایہا الصوفیة المحققة اعرفوا ان کل ما
 نشاهدونه من فعل الظل هو بعینه فصل الاصل لا ینقلب عنه ولا
 یتغایر وت من الحق والجل اغتصروا افهموا فافهموا فیه ما فیه
 (ورق ۷۵ ب)

و یوم نبعت فی کل امة شهید اعلمهم من انفسهم الا یم (۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں —
 "بقال یشهد الانبیاء علی الام فانکم اصدق الناس ضد ربکم وانکم
 اشفق علی الام من الوالد علی ولده کما شاهدنا ان الشیخ
 اشفق علی المریدین من الوالد علی ابنه نعم الشفقة الایویة شفقة
 وهمیة وشفقة النبی علی الامة وشفقة الشیخ علی المریدین شفقة
 حقیقیة ویقال ایہا الشہوخ انکم شہداء علی من اتبعکم فانکم اعلم
 بحالکم فانکم ارشد تموہم فیم ارد تموہم و شاهد تم منکم ما یلیق
 حالکم وما لا یلیق فانکم ہم مطالبون جمیعاً" (ورق ۸۳ ب)

بعض جگہوں پر الفاظ کی تشریح اور ان کی کثابت سے بھی بحث کی ہے۔ سورۃ الحبر میں
 بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تشریح بہت تفصیل سے کی ہے لکھتے ہیں —
 "سقطت الف الوصل من کتابۃ بسم اللہ و یس لا سقا طها سبب
 وزید فی شکل الباء من بسم اللہ و یس لزیاد تعادله یعلم ان

الانبيات والا سقاط بلا علة قلم يقبل من قبل لا استحقاق وعلة
ولا رد من رد لا يستجاب وعلة فان قبل العلة في اسقاط الالف
في بسم الله كثرة الاستعمال في كتابتها اشكال لها من بسم الله
نجد في شكلها وكثرة الاستعمال موجود فان قبل للعلة في زيادة
شكر انباء بركة اتصالها بسم الله اسكن بحذف الف الوصل لان
الاتصال فيها موجود فلم يبقى الا ان الانبيات والتفاني لهما علة
يرفع من يشاء ويضع من يشاء" (ورق ۷۸ ب)

اسی طرح سے سورۃ النحل میں " اثنی امر اللہ فلا تستعجلوه (۱) " کی تفسیر
یوں بیان کی ہے —

" الا استعجال عند عدم السکنة واصحاب السکينة لا استعجال لهم
فالواجب علی العبد ترک الاستعجال لا مورفا صاحب التوحید
لا يستقبلون شيئا باختيارهم لا نه سقط ضم الا رادات والمطالبات
وهم خامدون تحت جريان تصرف الا قد ارفليس لهم ايتار ولا
اختيار فلا يستقبلون الا مروا اذا املوا شيئا واجزوا بحصول شيء
فلا استعجال لهم بل شاء نعم الثاني والتثيت والسكون واذا
بدا من التقدير حكم فلا استعجال لهم لما يرد عليهم بل يتلقون
مفاجاة النقد بين بوجه ضاحك ويقلبون ما يهد ومن الضيق من
الرد والقبول والضع والفتوح يوصف الرضا ويحمدون الحق
على ذالك سبحانه وتعالى " (ورق ۶۹)

شہد کا ذکر قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر ہے اس کی تصنیف و توصیف
اور اس کی افادیت کا بھی تذکرہ ملتا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
" فيه شفاء للناس " اس کی تفسیر یہ کی ہے —

" ومعنى قوله فيه شفاء للناس على ما عليه ظاهر التفسير العمل
انه ادا لم لطيف لذيق به تملذ ذ النمر ويجد الراحة في القلب

جلاوتہ ولا جله یسعی الکر بایں الشفا* وہ یقوی ترکیب
 النفس ویزید فی الباقہ وغیرہا من المنافع وان العلل دوا*
 لکل داء* الا انہ ید برفی بعض الا مراض یثد بہر حسن ہرکب و
 ویحمر وفی بعض الا مراض یصلی مفرد التکین الصفرا* اذا جعلتہ
 سکنہ بیا و یصفی الدم اذا جعلتہ شربۃ بالما* القراح وکذا لک
 یقطع البلغم اذا مر جتہ بالغفل وغیرہ من الحال وتنفع السوراء*
 اذا اختلط بیا* القرع "۔ (ورق ۸، ب)

اس طرح سے تمام آیات کی تفسیر کے ساتھ ساتھ ضروری باتوں کی توضیح
 و تشبیح بھی کرتے گئے ہیں۔ یہ صوفیانہ انداز کی تفسیر ہے جس میں سید ہی
 سادی باتیں ہیں جو ایسے لوگوں کے لئے مفید ہیں جنہیں زبان سے دلچسپی اور مسائل
 سے شغف ہے۔ اس میں تفسیری انداز کم ہے جسکی وجہ سے اسکے مطالعہ سے قرآن
 مجید کے سمجھنے میں کچھ زیادہ آسان نہیں ہوگی۔ البتہ ان کا انداز جس میں
 انہوں نے تشبیہات استعمال کی ہیں اچھا ہے اور مفہوم کو پوری طرح واضح کرتا ہے۔
 مختلف علماء کے حوالہ بھی جا بجا مل جاتے ہیں مثلاً حیرہ۔ واسطی اور خازن کی
 عبارتیں اور اقوال نقل کیے ہیں۔ بہر حال یہ تفسیر اس نقطہ نظر سے بہت اہم ہے
 کہ اس میں ایک عظیم بزرگ کی دلی کاوشوں کا سرمایہ جمع ہے جو اسکی بزرگی کے ساتھ
 ساتھ اسکی صلا حیتوں اور اعلیٰ ذہنی خوبیوں کا ثبوت ہے۔

تبصیر الرحمن و تبصیر الضان بعض ما پشیرانی اعجاز القرآن

شیخ علاء الدین علی بن احمد المہاشی ۷۷۶ھ تا ۸۳۹ھ

شیخ علی بن احمد گجرات کے قریب کے ساحلی علاقہ مہاشم میں ۷۷۶ھ میں پیدا ہوئے (۱) والد کا نام احمد بیروہی لفظ بیروہ آپ کے خاندان کا لقب ہے ولادت کا زمانہ خبر و برکت کا دور تھا علماء و فضلاء کی قدردانی ہوئی تھی سلطان محمد تغلق نے عرب روم شام و ایران وغیرہ کے اہل کمال کو جمع کیا تھا بڑے بڑے علمائے کرام اور اولیائے کبار اس دور میں موجود تھے۔ شیخ علی کے لئے تحصیل علم اور کسب کمال کے آسان ذرائع موجود تھے خود ان کے والد کے علم کا دیرپا رواں تھا زمانہ نے فکر و محاش سے پوری مہلت دے رکھی تھی۔ ابتدائے جوانی علوم و فنون مروجہ سے فارغ ہو جانا مولانا علی جیسے ہونہاروں کے لئے کیا بڑی بات تھی۔ جودت ذہن اور جدت طبع تو خدا داد ہی تھی تھوڑے ہی دنوں میں اپنے معاصرین میں نمایاں حیثیت حاصل کر لی۔ علوم باطنی میں بھی رہا ضلّت شاقہ سے کمال کی حد کو پہنچے اور پھر درس و تدریس میں لگ گئے۔ کچھ عرصہ بعد طبیعت نے فقر و تجرد کی راہ اختیار کی اور مجاہدات کے بعد بدر کمال پہنچ گئے۔ ایسی روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس زمانہ میں ان کو حضرت خلیفہ السلام سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ (۱)

علاء علی مہاشی زبردست عالم اور ولی کامل بھی تھے (۲) انہوں نے تفسیر و تصوف فقہ و دینیات سے متعلق کئی اہم کتابیں اپنی یادگار جھوڑی ہیں جو مقبول و مشہور ہوئیں اور علماء نے انہیں قدرو و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا ان میں سے بعض یہ ہیں ذوارف اللطائف فی شرح عوارف المعارف شرح ادلة التوحید تبصیر تبصیر الرحمن و تبصیر الضان مشرع الخصوص فی شرح القصص النورانی ظہر فی کشف سر

(۱) نزہۃ ۱۰۹/۳

(۲) تذکرہ مولانا نقیہ علی مخدوم مہاشی مصنفہ ابو محمد عبد الحق صاحب تفسیر

حقیقی ص ۷۰ مصنف کے مزید حالات کیلئے خزینۃ الاصفیاء ۲/۲۰ حدائق الحنفیہ

ص ۳۱۷ آثار الکرام ص ۱۸۹ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۴۷ اخبار الاخیار ص ۱۷۴

(۳) شیخ اکرام نے (۲) کو نرس ۱۱۱) رسالہ صبر الانسان مصنفہ سید ابراہیم مدنی کے

حوالہ سے انکسرت۔ کمال۔ ۱۷۲۰

القضاء والقدر الضو* لا زهر فی الشرح التور الا ظهر اجلة التأیید فی شرح ادلة التوحید وغیره (۱)

آپ کو شیخ محی الدین ابن عربی سے بڑی عقیدت تھی توحید وجود کا جو ان کے مسلک کا اہم ترین جزو ہے اس میں یہ ابن عربی ہی کے پیرو ہیں (۲)۔ ان کی مجلس میں اسرار و معارف سننے کے لئے علمائے وقت کا ایک گروہ حاضر رہتا تھا جو ان کی عالمانہ باتوں سے استفا دہ کرتا تھا ایک علاوہ اہل حاجات بھی ان کے در سے فیضیاب ہوتے تھے۔

مولانا عبد الحی صاحب (ناظم ندوۃ العلماء) آپ کے متعلق لکھتے ہیں :-
 " شیخ علاؤ الدین علی بن احمد المہاشی گجرات کے سرما یہ ناز
 ہیں اور میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار رسالہ دور میں شاہ ولی
 اللہ محدث دہلوی کے سوا حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں
 جو تصانیف ان کی پیش نظر ہیں ان کو دیکھ کر حیرت
 ہوتی ہے ایسا شخص جس کو ابن عربی ثانی کہنا زیبا ہے وہ
 کسمپرسی کی حالت میں ہے۔ کہیں اور ان کا وجود ہوا ہوتا تو
 ان کی سہرت پر کتنی کتا بھی لکھی جا چکی ہوتیں اور کس پر فخر
 لیجیے میں مورخین ان کی داستانوں کو دہرائے " (۲)
 ۸۳۵ھ میں ان کا انتقال ہوا (۳) ان کی قبر مہاشم میں ہے ان کے مزار پر
 دھوم دھام سے عرس بھی ہوتا ہے۔

ہوں تو ہندوستان میں بہت سی تفسیریں لکھی گئی ہیں لیکن ان میں شیخ علی
 مہاشمی کی اس تفسیر کو ایک خاص درجہ حاصل ہے۔ اس تفسیر میں دوسری
 غیر ہندوستانی تفسیروں کی تتبع کیا گیا ہے خصوصاً جلالین کا لیکن بعض جگہوں
 پر اس کا انداز بالکل بدلا ہوا ہے۔ ان کی اس تفسیر کو علماء بڑی قدر کی نگاہوں سے

(۲) آپ کوثر (مصنفہ شیخ اکرام) ص ۱۱۲

(۱) نزہۃ ۱۰۶/۳

(۳) یاد ایام ص ۱۹ و ۶۰ (مصنفہ سید عبد الحی مطبوعہ انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ)

(۲) نزہۃ ۱۰۶/۳ تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۴۵ ۴۶ اخبار الاخیار ص ۱۴۴

دیکھتے اور اس کی سب سے بڑی خوبیوں ربط آیات کو سراہتے ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں۔

”تفسیر رحمانی کہ بصنعت ایجاز و تدقیق موصوف است و تفسیر

را بقرآن امتزاج دادہ است“ (۱)

کتاب کے شروع میں ایک مختصر سا مقدمہ ہے جس میں کلام اللہ کی خوبیوں پر کتب اور اللہ کی بزرگی و شان کا ذکر ہے اس کے بعد اپنی تفسیر سے متعلق کچھ باتیں کہی ہیں لکھتے ہیں۔

”فہذہ خیرات حسان من نکات نظم القرآن لم یطعن اکثر من اس

قبل ولا جان ولم یکن لی ان اسمہن اذ لا یسمہن الا المطہرون

وانا غریق بہ بحر خبث ہلک فیہ الا کثرون ولكن الله سبحانه و

تعالیٰ من علیٰ بالیسیر فی خطبہن الخطیر بمحض فضلہ از ہو

بکل فضل جدہ و علی کل شئی قدیر فامکنی ان ابرزہن من خدوہن

لیری بمرایا جمالہن صور الا عجاز من بدیع ربط کلماتہ و

ترتیب آیاتہ من بعد ما کان بعد من قبیل الا لغاز“ (ص ۳۰)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے خبر و عظیم اور قرآن کے معجزہ ہونے کے دلائل

پیش کئے ہیں پھر اس بات کی تین آیات و احادیث و اقوال کے ذریعہ سے کی ہے

کہ قرآن کی تفسیر ہر شخص کو بغیر اچھی طرح علم کے نہ کرنی چاہئے۔

سورہ فاتحہ کی تفسیر بہت تفصیل سے بیان کی ہے پہلے تو اس کے نام کی

فضیلت اور اہمیت کا ذکر کیا ہے پھر اس کے جو مختلف نام ہیں مثلاً فاتحۃ الكتاب

سورۃ الحمد، سورۃ الشکر، سورۃ النہ، الثانی، سورۃ الکثر، سورۃ الضاجۃ، سورۃ

التغویض، ام الكتاب، سورۃ الوافیۃ، سورۃ الشفا وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اسکی

وضاحت کی ہے کہ یہ نام کہیں رکھے گئے اور ان ناموں سے سورۃ کا تعلق کیا ہے۔

سورۃ الشفا کی توجیہ میں لکھتے ہیں۔

”لقولہ علیہ السلام فاتحۃ الكتاب شفا لکل دا“ (ص ۱۱)

سورة شكر اس لئے کہتے ہیں کہ

" لا ن الحمد راس الشكر وقد جمعت وجوه من المحبة بالجنان

والتنا باللسان والخدمة بالاركان " ص ۹

سورة الکر کہتے کی وجہ سے ہے

" لقول على رضى الله عنه نزلت سورة الفاتحة من كنز تحت العرش

ای من اسرار العارف المحيطة " ص ۹

سورة مذاجات کی توجیہ یہ ہے

" لا ن الصلى بنا جى بها الرب فهجيه الرب على ما فى حدیث

القصة " ص ۱۰

غرض اس طرح سے جیسے بھی نام اس سورة کے لئے جاتے ہیں سب کی توجیہات بیان کی ہیں ۔

اس کے بعد یہ بحث چھیڑی ہے کہ بسم الله الرحمن الرحيم سورة الحمد میں داخل ہے یا نہیں ۔ اس سلسلے میں اگرچہ یہ رائے واضح ہے کہ یہ سورة سے الگ ہے انہوں نے لکھا ہے

" بعض آية من النمل وليست من القرآن " ص ۱۲

لیکن اس کے باوجود انہوں نے مخالفت اور موافقت دونوں ہی میں بہت سی روایتوں اور اقوال کو بطور دلالت پیش کیا ہے ۔ بہر حال یہ ایک پوری لمبی بحث ہے جس پر انہوں نے تفصیلی روشنی ڈالی ہے ۔

سورة فاتحہ چونکہ اساس قرآن کا مرتبہ رکھتی ہے اور اس کی بڑی اہمیت ہے اس لئے اس سورة کی تفسیر و تشیخ میں خاص طور سے بڑی کاوش کی گئی ہے اور بڑے سادجھے ہوئے انداز میں مر مر آیت کا مطلب سمجھایا گیا ہے ۔

" فسر المضروب عليهم ولا الضالين " کی تفسیر میں انہوں نے بیضاوی سے

اختلاف کیا ہے ۔ لکھتے ہیں ۔

" وفسر البيضاوى المضروب عليهم بالعصاة والضالين بالجاهلین

بہا لله " ص ۳

ان کے نزدیک یہ شوح زیادہ بہتر ہے ۔

" و اقوال المضروب عليه المعاند في الكفر تقليدا او تقصيرا
والمعتمد بالمعاصي هو الضال الواقع في الكفر تقليدا او تقصيرا
في النظر وفي المعاصي اعتمادا على كرم الله وعفوه او المضروب
عليه الكافر والضال المعتدع او المضروب عليه الغتقم منه والضال
المخطئ " ص ۳۱

اس تفسیر میں دوسری تفسیروں کے مقابلہ میں چار باتیں خاص طور سے قابل
ذکر ہیں ۔

(۱) سورۃ کا تعارف ۔ ہر سورۃ سے پہلے اس کا تعارف کرایا ہے اور یہ بیان کیا ہے
کہ اس کا یہ نام کیوں رکھا گیا ہے اگر کسی واقعہ یا کسی پیغمبر کی وجہ سے ہے
تو اسکی تمویذ بھی تاریخ بھی بیان کر دی ہے ۔ سورۃ آل عمران کا تعارف
اس طرح سے کرایا ہے ۔

" سمیت بها لان اصطفانا آل عمران وهم عيسى ويحيى ومريم وامما
نزل فيه منها ما لم ينزل في غيره اذ هو بضح وشانون آية وقد
جعل هذا الا صطفانا دليلا على اصطفانا نبينا محمد صلى الله عليه
وسلم وجعله متبوعا لكل محب لله ومحبوب له " ص ۱۰۱

سورہ ۳ مائدہ سے متعلق لکھتے ہیں

" سمیت بها لان قصتها اعجب ما ذكر فيها لا شعثا لها على آيات
كثيرة ولطف عظيم على من آمن ونف شديد على من كفر فهو اعظم
دواعي قبول التكليف المفيدة عقدة المحبة من الاتصال الایمانی

بین اللہ و بین عبدہ " ص ۱۷۷

سورۃ النصر کا تعارف اس طرح کرایا ہے ۔

" سمیت به لانه طهر به دين الاسلام على حاشا لا ديان وهو
من اعظم مقاصد القرآن وتسعى سورة التوديع لان الامر بالاستخار

مستطير مشعر به نوالا جل " ص ۲۱۶

اس طرح سے ہر سورۃ کے متعلق کچھ نہ کچھ ایسی باتیں کہ دی ہیں جن سے اس کی وجہ تسمیہ اور تمویز بہت پہ اندازہ بھی ہو جاتا ہے کہ اسمیں کیا بیان کیا گیا ہے ۔

(۲) بسم اللہ کی تشریح — ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تشریح سورۃ کے مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے کی ہے یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے جسکی مثال ہمیں کسی دوسرے کے یہاں نہیں ملتی ۔ مثلاً سورۃ الحمد سے پہلے بسم اللہ کی تشریح سورہ * بقو یا کسی دوسری سورۃ سے بالکل مختلف ہے ۔ مثال کے طور پر سورہ * اعراف میں بسم اللہ کی تشریح یوں کی ہے ۔

" (بسم اللہ) الجامع للکمالات التي تجلی بها فی هذا الكتاب لتوسیع صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واتباعه (الرحمن) بانذار الکمل الضجی عن المکاره وتذکرهم الموصل الى المحبوبات (الرحیم) بتخصیص فائد تهما بالمشوین " ص ۲۴۵

سورہ * انعام میں دوسرا انداز ہے ۔

" (بسم اللہ) الجامع للکمالات المشرجیة للمحامد من الذاتية و الوصفية والفعلية (الرحمن) بايجاد السموات والارض و الظلمات الحسية التي يتوقف عليها بعض النافع العقلية التي هي سبب عمارة العالم السفلی بحجبها عن الذاة الالهية و الصفات (الرحیم) بايجاد النور الکاشف عما وعن الهیصال المکنونات علیهما " ص ۲۰۸

سورہ * عبس میں بسم اللہ کی تشریح یوں کی ہے ۔

(بسم اللہ) المتجلی بکمالاته للمسترشدين (الرحمن) بعثا به علی من اعرض عنهم لیصرفوا عن ان همستهم الی ارشادهم (الرحیم) بتقدیم من کان ادنی حالا منهم علی من کان احسن حالا من غیرهم " ص ۲۸۸

بہر حال یہ بھی ایک بڑی خوبی اور زبان و بیان پر پوری قدرت کا ثبوت ہے

کہ ایک ہی جملہ کو مختلف انداز اور مختلف معنوں میں استعمال کیا جائے اور کہیں بھی تفسیر و تشریح میں فرق نہ پڑے ساتھ ہی ساتھ اس کا اندازہ ہو جائے کہ اس سورۃ میں کس قسم کا مضمون بیان کیا گیا ہے ۔

(۲) ربط آیات ۔ مفسرین عام طور سے یہ کرتے ہیں کہ محض آیتوں کی تشریح

بیان کر دیتے ہیں اگر کوئی واقعہ ہوتا ہے تو اس کا حوالہ دے دیتے ہیں

اسکی ہر وہ نہیں کرتے کہ ما قبل و ما بعد کی آیتوں میں کوئی مطابقت ہے

یا نہیں ۔ قرآن مجید مختلف اوقات اور مختلف حالات میں نازل ہوا ہے آیات میں

مطابقت پیدا کرنا اور سب کا ایک دوسرے سے تعلق رکھنا بہت مشکل اور بڑی

سوجھ بوجھ کا کام ہے ۔ علامہ مہاشی نے یہ کام بڑی حوش اسلوبی سے

انجام دیا ہے شروع سے لے کر آخر تک ساری کلام پاک کی تفسیر انہوں نے اس

انداز سے کی ہے کہ تمام آیات ایک دوسرے سے مرتبط و منسلک نظر آتی ہیں

(۲) فنی اور لفظی بحثیں ۔ بہت سے مفسرین آیتوں کی تشریح کے ساتھ ساتھ طرف

و نحو کے پیچیدہ مسائل سے بھی بحث کرتے ہیں ایک ایک لفظ پر لمبی بحثیں

کی ہیں اور دلائل پیش کرتے ہیں ۔ مہاشی ان باتوں میں زیادہ نہیں الجھتے

ان کے نزدیک معنی و مفہوم کی اہمیت بیان سے زیادہ ہے عام طور سے چھوٹے

چھوٹے جملوں اور واضح اشاروں سے وہ آیات قرآنی کی تفسیر بیان کر دیتے ہیں

اور اپنے پڑھنے والوں کو الجھنوں میں نہیں پھنساتے ۔ البتہ کہیں کہیں ہر

حقی توجہ اور فلسفیانہ انداز بیان بھی ہے اسی انداز کی وجہ سے مجدد صاحب

نے ان پر اپنے خط میں بہت اعتراض کیا ہے اور ان کی اس تفسیر کو پڑھنے

سے بڑے بڑے نقصانات پیدا ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا ہے ۔ مجدد صاحب

نے لکھا ہے ۔

”..... مصنف این کتاب خیلے میل بہ مذہب فلاسفہ دارد و نزدیک

است کہ حکیمان را مدہل انبیاء سا زو علیہم السلام“ (۱)

سورہ انعام کے شروع میں ”ظلمات و نور“ (۲) کی تفسیر میں لکھتے ہیں

(۱) بحوالہ آج کوثر (شیخ اکرام) ص ۵۱۱

(۲) سورہ انعام آیت ۱

" (الظلمات) الحسمة وهي ظلال الاجسام الكثيفة الساترة
 عن المحسوسات والعنویة الوهمیة او الخیالیة الحاجبة
 عن العقولات لتتوقف بعض الضایع علی ذلک و فیہا استتار
 الحق بالصفات الجلالیة بل تجلیہ بہا و جمعیہا لیتمیز بکثرتها
 کما کیف و ضما الشہات الحاجبة عن ادراک الصواب و ہر
 برفہا ینظر فضل مدرکہ و جعلہا بازا * السموات لیتمیز
 بان بعض اسبابہا مما یرجب عن المسبب (والنور) و هو
 الظاہر بنفسہ المظہر لفسیرہ و وحدہ مع کثرة الفراعسہ
 لان المراد ما یوجب ظہورہ فی المظاہر او یوصل الی توحیدہ
 و اخرہما عن ذکر السموات و الا رض لا نہما سببا الا دراک و
 امتناع " ص ۲۰۸ ج ۱

حروف مقطعات ہر بھی انہوں نے روشنی ڈالی ہے اور ان کی غناحت کی
 کوشش کی ہے مثلاً سورہ * اعراف میں العس کی تشریح یوں کی ہے
 " ای احسن لا کئی العاکرم الصافیۃ او اعلی لطف بعد للصعو
 اکمل لا مع مفید للصیانۃ او اعزلب معجز صا دق " ص ۲۲۵ ج ۱
 سورہ * ابراہیم میں آل کو یوں بیان کیا ہے
 " ای اجل لوا مع الرشدا او اعلی لوا * الرفعة او اتم لباب الرحمة
 او اعزل طائف الربوبیۃ " ص ۳۸۶ ج ۱
 سورہ مریم میں کہیں سے یہ مفہوم نکالا ہے
 " ای کبر ہبۃ بد عزیزۃ صاعدۃ او کافی ہدایۃ یقین عال صاف
 او کرم ہا طل یمن صادق او کاشف ہم یا من عظم صعب " ص ۲ ج ۲
 سورہ * نمل میں طس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے
 " ای الطرائق السنیۃ او الطرق السمدۃ او الطبقات السابقۃ
 او الطہیات الشافیۃ الادویۃ " ص ۹۹ ج ۲
 حسم عسوق سے یہ مراد ہے

تفسیر القرآن

۱۲۲ھ

شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری ولادت سلسلہ ۸ ہجری وفات

شیخ جلال الدین بخاری کی ولادت بین سے تھے پورا خاندان بزرگوں اور علماء کا تھا ان کی ولادت سلسلہ ۸ میں فاطمہ بنت قطب الدین بن کبیر الدین بن اسماعیل الحسینی البخاری کے بطن سے اچ (۱ جہ) میں ہوئی (۱) وہیں پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی ۔ سید صدر الدین بخاری ان کے استاد اور خسر تھے (۲) ایک مدت تک ان کے ساتھ رہے اور استفادہ کرتے رہے ۔ حاجی عبدالوہاب بخاری اپنے دور کے بہت ہی اہم بزرگ ہوئے ہیں ان کے علم کا بڑا شہرہ تھا ۔ اپنے استاد کی زندگی ہی میں ان کی اجازت سے حج کے لئے گئے واپس پر ملتان میں قیام کیا اور کچھ عرصہ بعد شہداء زمانہ کی وجہ سے سکندر لودی کے عہد میں دہلی آ گئے (۳) یہاں عبداللہ بن یوسف قرشی سے کسب علم کیا اور دوسری بار حج کے لئے گئے ۔ واپس آ کر پھر دہلی میں قیام کیا اور آخر تک یہیں رہا کہ تبلیغ دین و علم کرتے رہے ۔ سکندر شاہ لودی ان کا معتقد تھا اور بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا (۴)۔

انھوں نے قرآن کریم کی ایک عجیب و غریب تفسیر لکھی ہے اسکی تصنیف انھوں نے اوائل ربیع الثانی ۹۱۵ ھ میں شروع کی اور تقریباً چھ ماہ کی مدت میں ۱۷ سوال ۹۱۵ ھ میں مکمل کر لی (۵) انہی انھوں نے تعلیم مطالب قرآن اس انداز سے پیش کرتے ہیں گویا کہ سارا کلام اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ضخمت میں ہے ۔ نزہۃ الخواطر میں لکھا ہے ۔

” قد ارجع فیہ المطالب القرآنیۃ اکثرھا بل کلفا الی مناقب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فیہ اسرار المحبۃ و دقائق الوجود والغرام

(۲) ایضاً

(۱) نزہۃ ۲/۲۲۳

(۳) اخبار ۱۱ خیار ص ۲۰۹ تذکرہ علمائے ہند/ اردو ترجمہ محمد ایوب قاسمی ص ۴۴۴

(۴) نزہۃ ۲/۲۲۳ تذکرہ ص ۲۳۸

(۵) ایضاً

” ای الحواشی والاشارة عت سور القرآن او حکمہ و معارفہ عظم

سہادۃ قائمۃ او حجة المستقیمۃ صمدۃ لسا ثر القوی او حفظہ

والمواظبۃ علیہ عنوان سرالقبول او غیر ذلک ” ص ۲۴۲ ح ۲

اسی انداز پر انہوں نے تمام حروف مقطعات کی توجہیں کی ہیں۔ دراصل

یہ حروف کیے معنی نہیں ہیں بلکہ ہر حرف سے اندازاً ایک لفظ بنا لیا ہے گویا کہ

وہ حرف بجا ہے اس لفظ کے قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ بہر حال یہ کوئی تحقیقی

بات نہیں ہے ہر موقعہ و محل اور سورۃ کی مناسبت سے ان مبہم الفاظ کی توضیح

کردی ہے۔

تفسیر القرآن

۱۲۴۴ھ

شیخ حاجی عبد الوہاب بخاری ولادت ۸ سفلہ ۸ وفات

شیخ جلال الدین بخاری کی اولاد میں سے تھے پورا خاندان بزرگوں اور علماء کا تھا ان کی ولادت ۸ سفلہ ۸ میں فاطمہ بنت قطب الدین بن کبیر الدین بن اسماعیل الحسینی البخاری کے بطن سے اچ (۱ جھ) میں ہوئی (۱) وہیں پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی۔ سید صدر الدین بخاری ان کے استاد اور خسر تھے (۲) ایک مدت تک ان کے ساتھ رہے اور استفادہ کرتے رہے۔ حاجی عبد الوہاب بخاری اپنے دور کے بہت ہی اہم بزرگ ہوئے ہیں ان کے علم کا بڑا شہرہ تھا۔ اپنے استاد کی زندگی ہی میں ان کی اجازت سے حج کے لئے گئے واپس ہر ملتان میں قیام کیا اور کچھ عرصہ بعد شہداء زمانہ کی وجہ سے سکندر لودی کے عہد میں دہلی آ گئے (۲) یہاں عبداللہ بن یوسف قرشی سے کسب علم کیا اور دوسری بار حج کے لئے گئے۔ واپس آ کر پھر دہلی میں قیام کیا اور آخر تک یہیں رہ کر تبلیغ دین و علم کرتے رہے۔ سکندر شاہ لودی ان کا معتقد تھا اور بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا (۲)۔

انھوں نے قرآن کریم کی ایک عجیب و غریب تفسیر لکھی ہے اسکی تصنیف انھوں نے اوائل ربیع الثانی ۹۱۵ ھ میں شروع کی اور تقریباً چھ ماہ کی مدت میں ۱۷ سوال ۹۱۵ ھ میں مکمل کر لی (۱) اس میں انھوں نے تعلیم مطالب قرآن اس انداز سے پیش کر کے ہیں گویا کہ سارا کلام اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ضخمت میں ہے۔ نزہۃ الخواطر میں لکھا ہے —

”قد ارجع فیہ المطالب القرآنیۃ اکثرھا بل کلفا الی مذاقب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بین فیہ اسرار المحبۃ و دقائق الوجود والغرام

(۲) ایضاً

(۱) نزہۃ ۲/۲۲۳

(۲) اخبار الاخیار ص ۲۰۹ تذکرہ علمائے ہند/ اردو ترجمہ محمد ایوب قادری ص ۴۴۴

(۱) نزہۃ ۲/۲۲۳ تذکرہ ص ۲۳۸۔

(۲) ایضاً

وہ محتمل ہے صنف فی ظہرہ الحال لان اکثر ما ذکرہ لا یصح " (۱)
 اس کتاب کا کوئی نسخہ غالباً اب کہیں بھی نہیں پایا جاتا ہے البتہ اس کے
 بعض اجزاء شیخ عبدالحق دہلوی نے اخبار الاخیار میں نقل کئے ہیں اس کے علاوہ
 شروع کی دو تین سطریں مصارج الولاۃ (قلی نسخہ) میں بھی موجود ہیں جس میں
 انھوں نے لکھا ہے

" یا هذا انی كنت ليلة في خدمة مرشدی رئیس العقلاء المجانبین
 عبد اللہ بن یوسف القرطبی وكان یعلمی عما علمہ اللہ فلما انتهی
 انی کیفیة المشاهدة فقال ان هذا العلم لا یدخل فی التقیر ولكن
 اذا حصل واسترعد یرشد " (۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر لگاؤ کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ
 ایک روز یہ اپنے استاد شیخ صدر الدین کے پاس تھے انھوں نے استاد کو کہتے سنا کہ
 " دو نعمت در عالم بالفعل موجود است کہ فوق جمیع نعمتھا است
 ولیکن مردم قدر آن دو نعمت را نمی شناسند و بدان ہی نمی برند
 و از تحصیل آنها غافلند یکی آنکہ وجود مبارک مصطفی صلی اللہ
 علیہ وسلم بصفات حیات در مدینہ موجود است و مردم این سعادت
 را در نمی یابند و دیگر قرآن مجید کہ کلام پروردگار است و وی
 سبحانہ و تعالیٰ بیواسطہ بدان متکلم و خلق از ان غافلند " (۳)
 استاد سے اتنا سننے کے بعد ان کو زیارت مدینہ کا شوق ہوا اور اجازت
 لے کر چلے گئے سلطان سکندر لودھی کے عہد میں واپس ہوئے اور دہلی میں قیام
 پذیر ہو گئے۔

شیخ عبدالحق صاحب نے اخبار الاخیار میں سورہ مریم سورہ طہ سورہ انبیاء
 سورہ حج کی تفسیر سے منتخب حصے نقل کئے ہیں۔ سورہ مریم کی تفسیر یوں کی ہے —
 قوله تعالیٰ کہیمص انلم یا حبیب حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ
 وسلم ان الحروف المقطعة من خزائن اللہ العظیم قد سلمت

الی النبی العظیم وعندہ مفاہیح الغیب لا یعلمها الا هو وقال علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہذا اسم اللہ الاعظم جل جلالہ واعلم بما ہذا یحتمل ان یکون الکاف اشارۃ الی کن والہاء والیاۃ اشارۃ الی لفظہا لانداء والعین اشارۃ الی عین العبد وهو محمد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم الصادر اشارۃ الی صورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمعنی بهذا التاویل کن ہیا عبد اللہ صورۃ تجمل بجمال اللہ فینتفع الناس بک ویكون هذا الخطا بسید المرسلین لیصبر صورۃ فی رحم امہ بعد ما کان روحا ونورا عند اللہ بنعمتہ کانت لہ عند اللہ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم اذ نادى ربہ ندا خفیا یمکن ہذا ندا ذکر یا الحفیۃ استشفاعہ لسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وهو الذی توجہ الیہ جمیع الانبیاء علیہم السلام فی امورہم وجہا وجہہم وهو الامام المشہور فیما بینہم صلی اللہ علیہ وسلم النج (۱)

سورہ انبیاء میں لکھتے ہیں —

”قوله تعالى لو اردنا ان نتخذ ولدا لا اتخذناه من لدنا ان کما ناعلم یا هذا ان فیہا اسرار اللہ لا یعلمها الا هو

او الرسول ویحتمل ان یکون المراد من المتخذ من لدن رب العالمین هو الجیب صلی اللہ علیہ وسلم ای لو اردنا ان نتخذ ولدا کما زعمت التصاری لا اتخذناه من لدنا بان نتخذ محمدا ولدا حین کان لدینا نورا قبل جمیع الکائنات وهو بشر لیس کمثلہ احد من البشر لا ان نتخذ عیسی الذی هو من اتباع محمد ولدا ولكن اللہ سبحانہ وتعالیٰ منزه عما یقول الظالمون فمحمد عبدہ ورسولہ وعیسی عبدہ ورسولہ (۲)“

اسی طرح سے انہوں نے بقیہ سورتوں کی بھی تفسیر کی ہے۔ اگر اس تفسیر

کا مکمل نسخہ نظر کے سامنے ہوتا تو اس بات کا پورا اندازہ ہو سکتا تھا کہ کہاں

تک اپنے مقصد میں کامیاب رہے ہیں۔ بہر حال اتنا تو یقین ہے کہ جب انہوں نے سارے قرآن مجید کو لغت پیغمبر مسلم کہا ہے تو اسے ثابت کرنے میں ضرور ہی انوکھا انداز اختیار کیا ہو گا ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں صحت مطالب کا کتنا امکان ہے۔ لیکن ان کا عشق نبوی اور اس باب میں ان کی والہانہ نکتہ منجی قابل داد ہے۔

شاہ عبد المنیر صاحب کے ملفوظات میں بھی ان کا اور ان کی تفسیر کا ذکر ہے۔ شاہ صاحب نے ان کو عرف مچھی روٹی لکھا ہے (۱)۔ مولانا طرا حسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"میں سمجھتا ہوں کہ عوام میں ان کے اس کام نے بڑی اہمیت حاصل کی ہوگی سارا قرآن پیغمبر کی نعت ہے عام مسلمانوں کے لئے بڑا دلکش فقرہ ہے میں نہیں جانتا کہ ہندوستان کے سوا قرآن کی ایسی تفسیر کہیں اور لکھی گئی ہو" (۲)

اپنی نوعیت کا غالباً یہ پہلا کام ہے اور اس کے اترے ہی حصے ملتے ہیں جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

(۱) لکھا ہے "عبد الوہاب بخاری مشہور یہ مچھی روٹی" ملفوظات عزیزہ ص ۹۷

(۲) نظام تعلیم و تربیت ۳۰۹/۲

تقریر - محمد علی

حسن محمد بن میانجیرو لاریت ۹۲۳ هـ وفات ۹۸۲ هـ

یہ نادر تفسیر شہج ابو صالح حسن محمد بن احمد بن نصیر احمد آبادی
گجراتی معروف بہ حسن محمد میانجیو کی تصنیف ہے۔ ان کی پیدائش ۹۲۳ ھ میں
احمد آباد میں ہوئی یہ علامہ کمال الدین دہلوی کی اولاد میں سے تھے ان کی تعلیم
و تربیت ان کے والد اور احمد آباد کے علماء اور بزرگوں کے زیر سایہ ہوئی۔ ان کو
طریقت سے بھی لگاؤ تھا چشتیہ طریقت اپنے والد اور چچا سے سیکھا قادر بہ طریقت
شیخ محمد غیاث سے حاصل کیا اور مدار بہ طریقت کی تعلیم اپنے بھائی شیخ فرید الدین
سے حاصل کی (۱)

انہوں نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں تعلیم مکمل کی اور جلد ہی علوم ظاہری و باطنی میں بڑی شہرت حاصل کر لی۔ فقہ و اصول عربی ادب اور تصوف و تفسیر پر ان کی گہری نظر تھی ان کو دولت و ثروت سے بھی واغیر حصہ ملا تھا بزرگوں کے عرس اور درویشوں کے کھلانے پلانے پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے احمد آباد میں انہوں نے ایک بہت بڑی مسجد بنوائی جس پر ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا " بنائے شیخ " سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔ (۹۷۳ھ) (۲)

اکتالیس سال تک درس و اعلاضہ میں مصروف رہے انیس سال کی عمر میں مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تھے اور آخر عمر تک لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ ان کی ولیمیت اور بزرگی کے لوگ بہت قائل تھے۔ ۹۸۲ھ میں اسیٹھ سال کی عمر میں انتقال کیا (۲) ان کی تصانیف میں تفسیر محمدی اور حاشیہ تفسیر بیضاوی کا ذکر ملتا ہے۔ حاشیہ کا تو باوجود کوشش کے پتہ نہ چل سکا البتہ تفسیر کے دونسنون کا پتہ چلتا ہے ایک تو مکمل ہے جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے (۲) دوسرا صرف نصف

(1) نزہۃ ۸۷/۸

(۲) تذکرہ علماء ہند ص ۲۱۴

(٢) نزہة ٨٤/٢

(۴) فهرست مرتبه لوتھ (Loth) ۱۰۳

یہ سنہ ایک آدھ جگمگ خواب ہے اس وجہ سے شب فیرت ہو صنف پورا نام ہے میرے وقت ہوئے ہے ، محمد بن احمد بن لکھنؤ صاحب نے لکھن
المصروف کے بعد سے الفاظ پر ہے بن جائے بھی بیان ہو صاف ہے ۔ ان باتوں کو چیتے لکھ اور اندازا ملک بارت کے لکھاں ہونے کی وجہ سے تین طور
پر کیا جائے گا اور اس وجہ سے ایک ہی پس فوق حرف آتا ہے کہ ایک مکمل ہے دوسرا نصف اول ۔

اول ہے جو سر سالار جنگ لاٹھی چتر آباد میں ہے (۱) اسمین ابتدائے کلام پاک سے لیکر سورہ کہف تک کی تفسیر ہے ۔
ڈاکٹر زبید احمد کوہتہ نے یہیں کسوجہ سے دھوکا دیا ہے کہ تفسیر محمدی اور ایک دوسری تفسیر " کاشف الحقائق وقاموس الدقائق " (۲) ایک ہی ہیں جہاں جہان انھوں نے اپنی کتاب میں جہاں ہندوستان کی تفسیروں کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر محمدی پر تبصرہ کرتے ہوئے حاشیہ پر لکھتے ہیں (۳)

" I think this work is identical with an Arabic Tafsir entitled *کاشف الحقائق وقاموس الدقائق* by Mohd. Bin Ahmad Thanasari Gujrati mentioned in the catalogue of the Arabic books and MSS in the library of the Asiatic Society of Bengal compiled by Ashraf Ali" (P.16)

اس کے علاوہ جہاں تفسیروں کی فہرست لکھی ہے وہاں بھی التفسیر محمدی مسمی بہ کاشف الحقائق وقاموس الدقائق لکھا ہے ۔ زبید احمد کی یہ رائے صحیح نہیں معلوم ہوئی یہ دونوں تفسیریں بالکل مختلف ہیں ان کے مصنف بھی الگ الگ ہیں تفسیر محمدی کے مصنف جیسا کہ اوپر ذکر ہوا حسن محمد بن مہاجر جیوہین ۔ (متوفی ۹۸۲ھ) کاشف الحقائق کے مصنف محمد بن احمد الشریحی الکندی التھانیسری (۴) ہیں (متوفی ۸۲۰ھ) دونوں تفسیروں کا انداز بیان جدا جدا ہے ربط آیات تفسیر محمدی کی نمایان خصوصیت ہے اور کاشف الحقائق میں صوفیانہ

(۱) خطوط نمبر ۳۲ (۲) تلمیذیہ اشعار و کتب و رسائل نمبر ۱۱۵ (۳) ص ۱۶

رحمہ اللہ کے لئے : اخبار الاخیار ص ۱۴۲، خزینۃ الاصناف ص ۱۲۰۲۹، سبۃ المصابین ص ۳۷

تذکرہ ص ۱۸، نزہۃ ص ۳۲۰۸، مآثر المرام و فرائد ص ۱۸۶

رنگ جھلکانا ہے تفسیر محمدی میں ۴۸۵ اوراق ہیں کاشف الحقائق میں ۷۱۳ - کاشف الحقائق کی ابتدا * ان الفاظ سے ہوتی ہے -

" الحمد لله رب العالمین انزل علی جہ القرآن اما بعد "

تفسیر محمدی کی ابتدا * اس طرح سے ہوتی ہے -

" الحمد لله الذي انزل علی عبدہ الكتاب معجزا قائما علی مرالدھور "

تفسیر محمدی کا پہلا حصہ (ابتدائی کلام اللہ سے سورہ کہف تک) سرسالا رجنگ لا ٹیپری جھدر آباد میں موجود ہے اسمیں ۳۷۸ اوراق ہیں (۱) کتاب کا نام سید محمد جعفر سرہندی ہے سنہ کتابت نہیں پڑھا جا سکا اسکی ابتدا * ان الفاظ سے ہوتی ہے -

" بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله الذي انزل علی عبدہ "

الكتاب معجزا قائما علی مرالدھور و مشتلا علی ما یحتا جون

الیہ فی وقت و یوم و لو بعد السنین و الشهور و جعل آیتہ

محکما تھن ام الكتاب و اخر متشابھا ت و جعل خواصر عبادہ

عالمین یا سرارہ فرقتہم درجات و الصلوۃ و السلام علی رسولہ

محمد سید البشر ہو کا شمس فی نجوم الانبیاء *

یہ تفسیر شیخ حسن محمد بن میا نجیونی نے اپنی عمر کے بالکل آخری حصہ میں

لکھی تھی جس کا یہ نسخہ لکھا گیا ہے نسخہ کے خاتمہ کی عبارت سے چلتا ہے

" وقد اتفق اتمام هذا التفسیر المشتغل علی ربط کل آیتہ بآیتہ

آخری رہا طامتا ما الموسوم بالتفسیر محمدی فی الشهر الرضوان

فی یوم الاثنين واسأل الله سبحانه ان یعم نفعہ للطلاب

ولا یخلی عن من نظر فیہا من الاجرو الثواب و کان ابتداء امرہ

فی شهر شعبان فی السنة ۹۸۱ التسمیة والاحدی والثمانین

واختتامہ فی السنة ۹۸۲ التسمیة والاربعین والثلاثین (۲)

(۱) مکمل نسخہ لکھا گیا ہے جس میں ۴۸۵ اوراق ہیں اسکی کتابت شیخ محمد بن

کبیر محمد نے کی ہے اور اس پر سنہ کتابت ۲۸ صفر ۱۰۱۳ ھ درج ہے - ملاحظہ

ہو فہرست مرتبہ لوتھ (۱۰۳)

(۲) فہرست لکھا گیا ہے ۱۰۳ ص ۳۲

تفسیر کے شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں اس تفسیر سے متعلق ضروری باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے تفسیر میں انھوں نے سب سے زیادہ زور ربط آیات پر دیا ہے لکھتے ہیں کہ میں نے کافی غور و خوض کے بعد اس تفسیر کو لکھا ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ آیات کی تفسیر مربوط انداز میں بیان کریں۔ منف کا خیال ہے کہ یوں تو بہت سے لوگوں نے کلام اللہ کی تفسیر میں لکھی ہیں لیکن کسی نے بھی قرآن مجید کی تمام آیات کو ایک دوسرے سے متعلق ثابت نہیں کیا ہے۔ ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے ملا محمد علاء الدین علی بن احمد مہاشی (متوفی ۸۳۵ھ) نے اپنی تفسیر تیسیر الرحمن و تیسیر الخان (جو تفسیر رحمانی کے نام سے زیادہ مشہور ہے) ان سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل اس نقطہ نظر سے لکھی تھی۔

تفسیر محمدی میں مصنف نے الفاظ کے معانی اور آیات کے ترجمہ سے زیادہ ان کے مفہوم کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ جن آیتوں سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان کی توضیح مفصل کی ہے اور مسئلوں کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ائمہ کے اختلافات کا بھی ذکر کیا ہے لیکن بہت زیادہ شرح و بسط اور بلا وجہ کی طولانی اور غیر متعلق باتوں سے گھڑکھا ہے۔

”وما اهل به لغير الله“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

”يعني مرفوع به الصوت ضم ضد ذبحه للضم فانه وان خرج الدم منه لكن الرطوبة وما بقي منه باقى في ذاك ولم يخرج منه فلا بد له من مطهر يورثه اعمامه الباطنة التي لا يصل اليها شئ من هذا العالم مع بقاءه منتفعا به وانما قلنا ذاك لان النار يصل ولكن لا يبقى بعد وصوله منتفعا به فطهره هو اسم تعالى يجمعه فما لم يذكر عليه اسم تعالى غير طاهر و قد م قوله به هنا طي قوله لغير الله لا تم المقصود بيان المحرمات وتعيين ذواتها ف قد م قوله به لا نه ما دالى الذات بخلاف المواضع الاخر التي قد م فيها قوله لغير الله كما تبين في موضعه انشاء الله“ (ورق ۲۸)

" یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتل "..... (۱)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں —

" ولم ينظر الى الرقعة الظاهرية ولم يحكم تقبل الحربا لعبد
اذا كان المقتول عبدا للشرقا* والقاتل من الازال وكذا في
الذكرو الانثى فاعلموا انه لا حيرة للشرف الظاهرى وانما
العبرة للايمان واعماله وهو الشرف كل الشرف وهذه الآية
ليست بدالة على انه لا يقتل الحربا لعبد والذكريا لا نشى فلها
مسوقة لبيان عدم الاعتداد بالشرف الظاهرى ولدفع
الرزائل وحدث الشرف الهابط " (ورق ۲۸)

T بتوں اور سورتوں کا شان نزول بھی بیان کر دیتے ہیں مثلاً ما كان لمؤمن
ان يقتل مؤمنا الا خطأ (۲) کی شان نزول یہ لکھتے ہیں —

" نزلت في عياش بن ابي ربيعة ابي جهل من الام لقي حارث
بن زيد في طريق وكان قد اسلم ولم يشعر به عياش فقتله وذلك
القتل وان لم يكن اشاعه الله لكن لكونه قد ما نسيان الرب
له جزاء " (ورق ۱۰۵)

کسی جنگ کے بعد جو مال غنیمت حاصل ہوتا ہے اس میں کس طرح تقسیم ہونی چاہئے
اس کے متعلق قرآن کریم میں آیات ہیں " واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسة و
للسول ولذی القربى والیتامى والمساكين وابن السبیل (۳) اسکی تفسیر میں
لکھتے ہیں —

" وانما جملة القسمة اخماسا لانه يترتب العسکر على خمسة
مقدمة وقلب ومساقة وجناحين فجعل سبحانه خمسة ما لنفسه
ثم جعلها للاخصين به وهو الرسول والاقرهون منه وهم بنوه اشهم
وهو المطلب والیتامى الذین مات آباءهم والمساكين وابنا*

(۲) سورة نساء T بیت ۹۱

(۱) سورة البقرہ T بیت ۱۷۸

(۳) سورة الانفال T بیت ۴۱

السبيل قبل مصرفهم الرسول الى ما كان يصرفه في حيوة
 من مصالح المسلمين كما فعله الشيخان وقيل الى الامام وقيل الى
 الاضاف الاربعة ومن الى حنيفة^۱ سقط سهمه وسهم ذوى القربى
 بوفاته صلى الله عليه وسلم وصار الجميع مصروفا الى الثلثة الباقية
 ومن مالک الارقية مفوض الى ذای الامام بصرف الى من يراه
 اهم وذهب ابو العاللة الى ظاهرا لآية وقال يقسمهم الى ستة اقسام
 ويصرف سهم الله لبيت المال وقيل مصوم الى سهم الرسول " (ورق ۲۰۵)
 اس طرح سے مختلف غزوات کا ذکر ہے اور ان کے واقعات بیان کئے ہیں۔
 قرآن مجید میں بہت سے پیغمبروں کا تذکرہ ہے انھوں نے ان سب کی تفصیل لکھی ہے
 اور اس سلسلہ میں جو حالات و واقعات مل سکتے ہیں بیان کرنا ہے۔ حضرت لوط^۲
 کے واقعات میں " فانظر كيف كان عاقبة المجرمين (۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
 " روى ان لوطا بن هاران بن تاج لما دعا جرمع ابن عمه ابراهيم
 عليهما السلام الى الشام نزل بالاردن فارسله الله تعالى الى
 اهل سدوم ليدعوهم اليه تعالى وينهاهم عما اخترعوا. من
 الفا حشة فلم ينتموا ضها فامطر الله سبحانه عليهم الحجارة فهلكوا
 وقيل خسن بما لم يقيموا وامطرت الحجارة طلي سافرهم " (ورق ۱۷۸)
 مطالب قرآن آسان زبان میں بیان کرتے ہیں اور مفہوم کو پوری طرح سے واضح
 کر دیتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو گیارہ ستارے اور چاند و سورج خواب
 میں دیکھے تھے ان ستاروں کے نام لکھے ہیں اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ ایک
 یہودی نے نبی صلعم کا امتحان لینے کے لئے آپ سے ان ستاروں کے متعلق پوچھا تھا
 حضرت جبریل نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو ان سب ستاروں کے نام اور تمام تفصیل
 سے متنبہ کیا اس کے بعد سورۃ کی تمام آیتوں کی تفسیر کی ہے اور پورے قصہ کو
 تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس قصہ میں " ہم بھا " (۲) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

(۱) سورۃ الاعراف آیت ۸۴

(۲) سورۃ یوسف آیت ۲۴

" لکن للعلل الطبیعی ما لقصد الا اختیارى فان ذالک ما لا
 یدخل تحت التکلیف اذا لا اختیار فیہ وکان صرف ذالک السوء
 من یوسف علیہ السلام من رہ لا من نفسه " (ورق ۲۷۸)
 اسی طرح سے اور بھی جو واقعات قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں ان کا
 ذکر کرتے ہیں مثلاً ہر راج کے واقعہ کو بھی اچھی طرح سے بیان کیا ہے ۔
 آخری صفحہ کی عبارت مٹ گئی ہے صرف اتنی پڑھی جا سکی ۔
 " انکارہ وقبحہ فعلی هذا یكون جمیع الکلام علی
 نسق احد فانک لقد جئت بهذا الفصل شہنا نکرا ینکرہ جمیع میں
 ہر اے اویسمہ "

شیخ عیون العمانی ومطلع شعوس العمانی

شیخ مبارک بن خضرنا گوری ولادت ۹۱۱ ھ وفات ۱۰۰۱ ھ

ان کے آباء واجداد بھی تھے ان کے والد نے ناگورہ میں اقامت اختیار کی
شیخ مبارک ولادت پہنچے ہوئے - بچپن کی تعلیم کے بعد شیخ مبارک احمد آباد
گئے اور خطیب ابو الفصیل کے آگے زانوئے شاگردی تہہ کئے تھوئے ہی عرصہ میں
ان کی علمی حیثیت مسلم ہو گئی - ۹۵۰ ھ میں آگرہ آئے اور درس و تدریس میں لگ
گئے لکھنے پڑھنے کا یہ عالم تھا کہ خود اپنے ہاتھ سے پانچ سو سے زیادہ کتابیں
لاکھ ڈالیں آخر عمر میں باوجود پاکہ بھارت کمزور ہو گئی تھی انھوں نے محض اپنی
یادداشت سے پانچ جلدوں میں تفسیر " شیخ عیون العمانی " تصنیف کی یہ
بولتے سنا کرتے تھے اور ان کے شاگرد لکھتے رہتے تھے - شیخ مبارک کی شہرت و
عظمت کو ان کے بیٹوں ابو الفصیل اور فیض نے جارچاند لگائے - شیخ مبارک اس دور
کے علماء کے مقابلہ میں جن کا اکبر کے دربار میں بہت زور تھا قدرے آزاد خیال تھے
اسی لئے شروع میں ان کو دربار میں اپنی حیثیت بنانے میں خاص دقت ہوئی مگر
اکبر جو کٹر مذہبی جگہ سے پریشان تھا ان سے اور ان کے بیٹوں سے بہت متاثر
تھا اور ان کی بہت عزت کرتا تھا - آگرہ میں ۱۰۰۱ ھ میں ان کی وفات ہوئی -

" شیخ عیون العمانی ومطلع شعوس العمانی " پانچ ضخیم جلدوں میں
سید تقی صاحب مرحوم (لکھنؤ) کے کتب خانہ میں موجود ہے - ڈاکٹر زبید احمد
نے اپنی تصنیف *Contribution of India to Arabic Literature* میں
اسے لا پتہ قرار دیا ہے - مجھے بھی اس نسخہ کے علاوہ کسی دوسرے کا پتہ نہیں
جل سکا ہے - شروع کی تین جلدیں ذرا بوسیدہ ہیں چوتھی اور پانچویں جلدیں

(۱) شیخ مبارک کے مفصل حالات کے لئے ملاحظہ ہو

(۱) انہیں اکبر ۲۶/۲ (۲) منتخب اللیاب ۷۲/۲ (۳) تذکرہ علماء ہند
ص ۱۷۲ (۴) حقائق الحنفیہ ص ۳۹۲ (۵) آثار الکرام ص ۱۹۷

(۶) قاموس المشاہیر ۲/۲۰

منہو طہین۔ ہمیں جلد میں شروع کے چند اوراق غائب ہیں اس کا بعد کی عبارت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

”للا تار مستکمل للعلوم سہما استماع الحدیث و اصولہ
معننا مسللا متا و استاد و فیطرحا لہ و دواتہ تحقیقا
و اتقاننا من السنة بعض المشا ہیرا لہا درین من الحرمین
السریفین زاد ہما اللہ شرفا . . .“

اس کے بعد انہوں نے لا ہور میں اپنی آمد اور قیام کا ذکر کیا ہے اس دور کے کچھ بزرگوں اور اہل علم کے نام اور ان کی عظمت کو بھی بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اپنا ذکر اور اس تفسیر کی تصنیف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

”ومن العواہب الا زلیة والعودعات الغیبة جمع حزانة الکاتب
فی بیض قرب ثلثین الف کتاب اکثرها صحیح عتیق مقروہین
ایدی الا ما تذکرہ یسیرا بعضھا بخط المصنفین و اقلام السلف
فازدادت العبرة من ہذا۔ الا تار القدیمہ و کثرت بایدی
اکثر من خمس مائة کتاب رجاء للتواب و نکتہرا للعلم و شوقا
للمہور علیہا و فدان الکاتب الذین صحت خطوطہم فاكثرہم
بحرفون الکلم عن مواضعہ و یسخون الکاتب صلحہم اللہ ولما
توجه السلطان العادل و المرہان الکامل بسط اللہ ظلہ
جلالہ الی تسخیر بعض البلاد الشمالیہ و طال توقہ العالی
بلدہ لا ہور و ردت تہک البلدہ الشریفہ لدعویۃ لزمت اجابتھا
و تکانت فیہا ایضا آنسا ہما لحلوۃ مونس ہما لوحدة حتی قرب
ان ینتہی الدور الا عظم و ہوالف عام من الهجرة الشریفہ
و تمت المائۃ المائۃ الف افادت علی ہرکاتھا النائسۃ القی برین
فی ما من قلبی ہفتہ ان اکتب تفسیرا جاہا لطواہر المعنی
و ہواطن المہانی حاویا علی انوار الا یقان و الا لہام خالیہا
من ظلمات الشکوک و الا دہام مطواہم انیت من الا قوال و الانار

معمولا بما ورد من الدقائق والا سرار بمعارث واضحة واشارات
رائحة حتى يكون تذكرة منى لا ولا دى واخلاقى وبصيرة
لجميع المستعملين لغرض المعاني القرآنية "
ابن تعليم اساتذہ اور مذہب کے متعلق لکھتے ہیں
" واشتغلت بملازمة العلماء* ومذاكرة العلوم وتسفحت الـ
التقا سير واستفاد العلوم القرآنية والا حاديث النبوية و
عبرت على الصحاح الست عورا وانها وطالعت كتب الرجال
واستقرات الا سائيد وعبرت مجازا من اعظم المحدثين وسمعت
الفقه اصولا وفروعا ونظرت الى طرق المسالك والمذاهب وخضت
في دقائق المقاصد والمطالب متاملا في الاستنباطات المسائل و
الدلائل متدبرا في الاختلافات والا واخروا والا وائل وكتب مقتد بها
بالمذهب الحنفى الحنفى من الصغر اقتفا* لا سلا في وان كان على
بالا حوزتم ادركت صحبته المولى الاجل العلامة عماد السارى
والمولى التحير العلامة الخطيب ابن الفصل الكا ذرونى واستفدت
منهما في بعض مطالب الشفا* للشيخ الرئيس من
دقائق اهل الا سمد لال وانهرهان الى حقائق ارباب الكشف و
الوجدان فامتدت بها ستكشاف اسرار التصوف استطلاع شرايف
التصرف سيما جوامع مولفات الشيخ الا كمال السر الاظم امرة
المكاشفين لا سرار الشهود قدوة القائلين بوحدة الوجود
مضى الدين (١) العربى الطائى قدس الله سره المنهزو
شرايف تحقيقات ربه وميريه ولفائق في كشف الحقائق
صدر الحق والدين (٢) محمد التوني ومناصبه الكرام
قدس الله اسرارهم "

(١) متوفى ٦٣٨ هـ (الا هـ م ١٤٠ / ٤)

(٢) متوفى ٦٤٢ هـ (الا هـ م ١٤٢ / ٦)

آگرہ میں رہنے اور وہاں کے بزرگوں کا کسب فیض کا ذکر کرتے ہیں
 " تم توجہت ما مورثا را الی مصر السعارة دار الخلافۃ آجرہ
 حرمہا اللہ صایکرمہ فوصلت الی تلک البلدۃ العتبرکۃ فی السادس
 من المحرم الحرام سنۃ خمسین وتسعمائة والففت الصحبة اولاً
 بالسعارف الشہیر وکاشف الضمیر صاحب الاشرافات الجليلة
 والاکرامات العالیہ الشیخ علاء الدین (۱) المجذوب قدس
 سرہ بطلاقة الوجه وبشاشة بشرنی بما
 بالبشارات النبیہ والاشارات وصرحت بالاقامة فی ذاک
 المصر ثم صحبت مع السید العالم السعادل المتقن المحدث
 الامیر رفیع الدین محمد الصفوی^۲ روح اللہ روحہ
 ثم استقرما ظنی بالثوطن فی تلک البلدۃ المبارکۃ التی کانت
 فی تلک الارضۃ محطاً للرجال فاقمت بها متوکلاً علی اللہ مصرضاً
 عما مواء متمسکاً بذیل الفقر والقاعة مستکفاً علی عتية الرضا و
 التسلیم مقتصماً بعروة الصبر والاستقامة حافظاً لآداب
 الظاہرة والباطنة فالزمت الزاویۃ قریب خمسین عاماً بدوام
 المسکنة ونبات القدم والاستقامة بالفقر واعلاء کلمۃ الحق ومذاکرۃ
 المعلوم الالهية ومباحنة المطالب الحقیقیة ونصيحة احوان الدین
 ووصية خلص المسترشد من ففتح اللہ علی قلبی ابواب فتوحاته
 وفروضاته ومن اجل النعم الالهية التی من اللہ بها علی هذا
 المسکین حصول حیار الا ولاد والا حقاد "

فن تفسیر کی اہمیت یہ تفسیر عربی میں لکھنے کی وجہ اور اس کے نام کا ذکر یہی
 کرتے ہیں —

" واعظم لیها الطالب التی صرت متذاکراً فی هذه الحالة ممارلت
 من مقادرات بعض اهل اللہ بالفارسیۃ فی صدر تفسیرہ وللہ در

(۱) نزہۃ ۲۲۴/۲ اخبار (اردو ترجمہ) ص ۴۷۹

(۲) نزہۃ ۱۱۵/۲ تذکرہ رحمان علی ص ۱۹۵

افادہ و تحریر فلما كانت موافقة لحالی لکاتب من محصله
ما خطر بهالی وهوانه قد تقرر ضد اولی النسخی ان افضل
امر یقتضی به الا جافل والا عالی واخری عمل تصرف به الایلم
واللیالی تحصیل انواع العلوم وتقریر اضاف العلوم واطیة
ومداومة علم التفسیر والتاویل فالاشتغال بها اشتغال بجمع
العلوم واستحصاله استحصال بجمع المعلوم لعلم الحدیث
معه شان ومن الکلام والفقه فیه بیان ولقنون الادب
به علاقة وارتباط ولا سرار الحکمة فیه اعتبار واضباط اعمال
الزاهدین والمابدین مکشوفة من عباراته واحوال المارفین
والواصلین مفهومة من اشاراته فطلب هذا العلم من اعظم
المطالب واهم المقاصد وانما اخترت اللغة العربیة
فی هذا الجامع اقتفا * بکتابه المزیزوارتباطا بنظمه
الوجیز ومقتدیا بما کثر السلف والخلف مقتضیا من بركاتهم ..
نسبت هذا لتفسیر الاکبر والتالیف الاظهر نفع هون العانی
ومطلع شعوس العانی "

اس تفسیر میں ائمہ نے جن خاص امور کو پیش نظر رکھا ہے ان کے متعلق لکھتے
ہیں —

" ان از کرفی هذا المؤلف الجامع وجوه نظم القرآن العظيم
والقراءة العشرة المتواترة وغيرها وانواع اتوقوف وفواصل
الآیات وطرق سواطع المعانی مما ثبت ضدی من آثار السلف
من العلماء الراستخین والعرفاء المتكاتفين والحکماء والابین
ربط الجمیل والمضاميات المودعة بین الآيات والسور واقص
قصص الانبياء صلوة الله علی نبینا علیهم السلام ووقائع الام
الحالية واسباب النزول والناسخ والمنسوخ ووجه اختتام
کس سورة بآية مخصوصة ختمت بها تلك السورة واحسن آياتها
وکلما تماد وخررفها وفي ذلك الا حصاء رهوزو اسرار نبیها علما "

الحروف و اهل التفسیر و ارباب الاوقاف و الاعداد و متعدد و
خواصا لها و الفواکث شریفة و اوردنی مقتتج کل سورة حاصل
مضمونها اجمالا ثم الشرع فی ضمن الآیات تفاسیل مانقصیه
الوقت "

اس کے بعد ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے جس میں تمام علوم قرآنی کا مفصل ذکر کیا ہے
عرب کون تھے سب سے پہلے عربی زبان کس نے استعمال کی اس زبان کی فضیلت کہا ہے
نزول قرآن کا بیان وحی کا تذکرہ نزول کی مدت سورتوں کی تیزیل و ترتیب مکی
و مدنی سورتوں کا بیان و تعداد اعجاز قرآن کا تذکرہ قراءۃ قرآن تعلم قرآن تلاوت
کے فوائد معانی کا ذکر مختلف لوگوں کا مختلف انداز سے پڑھنا بہت سے الفاظ
کی کتابت کا بیان مختصر میں کے انداز بیان کا ذکر اہل لغت و فصحاء کا تذکرہ
غرض کوئی بھی ایسی بات اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کا مفصل ذکر انھوں
نے اس مقدمہ میں نہ کیا ہو۔ اسے پڑھ کر شیخ کے غیر معمولی ذہن اعلیٰ دماغ
اور نبی زبردست لیاقت کا پتہ چلتا ہے۔

ناسخ و منسوخ کے سلسلہ میں بھی انھوں نے بہت کچھ لکھا ہے ناسخ و
منسوخ کے کیا معنی ہیں اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

" فالناسخ هو الخطاب الدال علی ارتفاع الحكم الثابت بالخطاب

المقدم علی وجه اللام لکان ثابتاً مع تراخیه ضه والمنسوخ

هو الحكم الزايل بعد نیاتہ بخطاب مقدم لخطاب واقع بعد

متراخ ضه والنسخ فی العربیة النقل تقول نسخت الكتاب اذا

نقلته و الازالة يقولون نسحت الشمس الظل ای ازالته وحلت

محلہ و تقول ایضا نسخت الريح الا ترفعه ازالة لا الی بدل

ونسخ القول بمعنی الازالة وقولنا ناسخ و منسوخ امر مختص

بالتلاوة و المتلوف لا يجوز ذالک فيه و کذا لک المجاز امر مختص

بالتلاوة و کلام اللہ عزوجل قدیم لم یزل موجودا و کان قبل

ایجاد الخلق غیر مکتوب ولا مقروء ثم بالانزال کان مقروا و مکتوبا

ومسوعا ولم يقتل بذاك من حال الى حال كما ان الباري

عز وجل قبل خلق العباد لم يكن عبودا وانما بعد بعد

ايجاد العباد ولم يوجب له ذاك تقييرا سبحانه *

سورة الفاتحة کے تیس نام انھوں نے بیان کئے ہیں فاتحہ حمد شکر

مئة سبع مائے ام الكتاب ام القرآن نور کثر دعاء مناجاة دافہ اساس

مناہیہ وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک نام کہیں الگ الگ توجہ بھی کی ہے

اور یہ بیان کیا ہے کہ یہ نام کیوں رکھا گیا۔ اس کے بعد اس سورہ کی مفضل تفسیر

بیان کی ہے۔

سورہ الحمد کی تفسیر ختم کرنے کے بعد "سات" کی فضیلت بیان کی

ہے لکھتے ہیں

"واعلم ايها المستفهم ان لما فرغت من تفسير سورة الفاتحة

التي هي مفتاح مكان علوم القرآن وسركا من من اسرار الفرقان

اردت ان اذكركم من شريف عدد السبع الذي ورد الفاتحة

عليه على ما ذكرها بعض المحققين فاقول ان عدد السبع عدد

كامل جامع ولهذا وقع اكثر مصطلحات العالم العلوي والسفلي و

بعض الاحكام الشرعية على هذا العدد "

اس کے بعد انھوں نے عالم علوی و سفلی وغیرہ کی مثالیں بھی دی ہیں

مثلا آسمان سات ہیں بتی بتی سفند و سات ہیں بتی بتی سیلاب سات ہیں بدن

کے اہم اعضا سات ہیں جسم انسان کی بنیاد سات چیزوں پر ہے بتی بتی

بہا زسات ہیں اہم جواہرات سات ہیں وغیرہ ان سبکی تفسیر بھی لکھی

ہے مثلا جواہرات کے متعلق لکھتے ہیں

"الجواهر النفيسة المستخرجة من المعاون وهي ابعاسبع

الها قوت والنمل والفير وزجہ والماس والزبرجدو الزمرد

والمرجان "

اسی طرح سے سبکے متعلق لکھا ہے۔

کسی سورۃ کی تفسیر بیان کرنے سے پہلے اس کا نام آیات و کلمات وغیرہ کی تعداد اور اسمیں اگر کچھ ناسخ و منسوخ ہے تو اس سب کا ذکر تفصیل سے کر دیتے ہیں۔

پہلی جلد بارہ سیکڑوں کی پہلی آیت کی تشریح پر ختم ہوتی ہے دوسری جلد "قال رب انی لا املی الا انفسی و احی فافرق بیننا و بین القوم الفاسقین" پر ختم ہوتی ہے تیسری جلد "فهل یعتقدون الا مثل ایام الذین حلوا من قبلهم قل فانتظروا الی حکم من المستظرین (۲)" تک ہے چوتھی جلد "فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً" پر ختم ہوتی ہے یعنی سورہ کہف کے خاتمہ تک۔ پانچویں جلد میں شروع کے ایک آدھ صفحات غائب ہیں اس آیت سے شروع ہوتی ہے "وما علماہ الشمر و ما ینفیس لہ (۳)" اور ختم قرآن مجید تک ہے۔ آخر کے اختتامیہ صفحات بھی در ایک غائب ہیں۔ یہ تفسیر پانچ ضخیم جلدوں میں ہے جن کے صفحات کی مجموعی تعداد تقریباً تین ہزار ہے۔

سورۃ البقرہ میں "الم" کی تشریح بھی مفصل کی ہے اس سلسلہ میں بھی روایات اور اقوال سے کام لیا ہے لکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ ان حروف مقطعات کا کوئی مطلب نہ ہیں لیتے بعضوں کے نزدیک یہ فرشتوں کی زبان ہے بعض لوگ انہیں قسم کے حروف قرار دیتے ہیں کچھ لوگ انہیں اللہ تعالیٰ کے نام قرار دیتے ہیں۔

"قال بعضهم انما ایضاً اسماء اللہ تعالیٰ مقطعة لواحسن الناس ثانیہا لعلوا اسم اللہ الاعظم الاثری لہ یقول اکثر ویقول حم ویقول ن فیکون الرحمن فاذا لک سائر ہا طی هذا الوجه"

کچھ لوگ انہیں قرآن کریم اور سورتوں کے اسماء کہتے ہیں سب کی تشریحات کا ذکر کرنے کے بعد ان حروف کے متعلق اپنی رائے لکھتے ہیں۔

(۲) سورۃ یونس آیت ۱۰۱

(۱) سورۃ المائدہ آیت ۲۸

(۳) سورۃ یسین آیت ۶۹
(۴) غائب اس کی جہدیں تھیں، اس نے آلودہ و فاجر جہد سورہ کہف پر ختم ہوئی اور پانچویں سورہ لیس سے شروع ہوئی ہے۔ لیکن سورہ یلم سے سورہ کہف لیس تک کل پندرہ سورتوں کی تفسیر پر ختم نہیں چٹا ہے۔ مگر بے خانہ ہو گیا ہو۔

" انا رب هذه الحروف الثلاثة الى كل الوجود من حيث هو كل
لان اشارة ا الى ذات الله الذي هو اوان الوجود على
ما مر وان الى الحق الفصل المسمى جبرئيل وهو اوسط
الوجود الذي يستفهم من المبدأ و يفهم الى الختم ومن
الى محمد الذي هو آخر الوجود يتم دائرته ويتصل باولها
وبهذا ختم "

اس کا ایک مفہوم یہ بھی نکلتا ہے ۔

" وقيل هو عبيد للعبد ان ينتصب قائما في الصلوة كالالف
ثم ينحن للركوع كاللام ثم يجتمع في السجود كالميم "
ان مطالب کے علاوہ اور بھی بہت سے مطالب بیان کئے ہیں اور بہت سے
اقوال وحوالے نقل کئے ہیں ۔

سورہ * ہود میں آلر کی تشریح اس طرح کی ہے ۔

" الحروف المقطعات المذكورة في اوائل السورة رموز صفات

الله تعالى واسماؤه فمننا لآل الله الرب او انا

اللطيف الرؤف او انا الله الرحيم او اسم سورة مبتدأ "

سورہ رعد میں اسی حروف کے متعلق لکھتے ہیں

" وقال بعض انما اشق في قوله آلر ان الله سبحانه تبلى

من فعله الخاص لفعله العام فاجاد من بين الفعلين حرفا

وجعلها ضايق امرار الصفات والذات واخبار الغيب وخب الغيب

فوضع في الالف الالهية لنفسه وسر الالهية تصفوا توحيد

ووضع في اللام سر ازلية لنفسه وسر لطفه في ظهور بوصف

الازل لا هل انساب من اهل عشقه وشوقه ووضع في الميم

سر محبة القدیمة وتبلى منها بنعت المباشرة لا رواج المحبين

فاسكرها بشرا بها حتى طارت به جناح محبته في هوا ازلية لطلب

الوہیت و وضع فی الراء انوار ربوبیتہ وجعلها مرآة لعبودية

مہارہ فیرون فیہا لطائف صفاء وروح من طلب الالوہیت

رجعت الی ہاؤں انوار الربوبیت "

اس کے بعد انھوں نے ہر ہر ایت پر پوری بحث کی ہے تمام مطالب کو بحسن تحقیق و تدقیق بیان کیا ہے شان نزول اور واقعات متعلقہ کا بھی ذکر کیا ہے زبان کی بھی بحثیں کی ہیں قصص قرآنی اور انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ بھی کرتے ہیں ۔

تمام سورتوں کی تفسیر بہت عمدہ کی ہے پہلے سورۃ الانام لکھتے ہیں پھر یہ بیان کرتے ہیں کہ اسکے اور کتنے نام ہیں پھر یہ کہ سورۃ مکی ہے یا مدنی اس میں کتنے حروف کلمات اور آیات ہیں اس میں کن جگہوں پر وقف لازم ہے کتنے رکوع ہیں اور اس کا مضمون کیا ہے اسکی صرف بھی مختصراً اشارہ کر دیتے ہیں جہاں پر روزہ کی فرصت کا بیان ہے وہاں پوری تفصیل سے روزہ کی فضیلت اور اسکی اسمیت کا ذکر کیا ہے اور اسکو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے بعد اس سلسلہ کے ضروری مسائل کو بیان کیا ہے اور سفر و حضر میں اسکی حیثیت کیا ہوتی ہے اسکا ذکر کیا ہے ۔ اسی طرح سے وصو نماز حج وغیرہ کے مسائل پر بھی سیر حاصل بحثیں کی ہیں اپنی تفسیر میں انھوں نے کہیں غسانی زامدی وغیرہ کے حوالے دئے ہیں حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ مفصل لکھا ہے کہ کس طرح انھوں نے لوگوں کے ساتھ کشتی میں سفر کیا سفدر میں طغیان آتش انھوں نے اپنے آپ کو اس مصیبت کا سبب ٹھہرایا اور لوگوں سے کہہ ا کہ مجھے سفدر میں ڈال دو لوگ اس پر تیار نہ ہوئے آخر قرعہ اندازی سے ان کا نام نکالا اور پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا ۔ غرض ہر واقعہ بیان کر دیا ہے ۔ اسی طرح سے اور دوسرے نبیوں وغیرہ کے قصوں کا بھی تفصیلی ذکر کر دیا ہے ساتھ ہی ساتھ اس بات کو بھی ملحوظ رکھا ہے کہ غلط اور لا یعنی روایات سے اجتناب کیا جائے اور صحیح و صحیح واقعات بیان کر دئے جائیں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات بھی پورے تفصیل سے بیان کئے ہیں اور ان تمام واقعات کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق حضرت یوسف سے کسی طرح بھی ہو سکتا ہے ۔ خاص طور سے ان آیات کی

تشیخ میں بہت تفصیل سے کام لیا ہے جن سے حضرت یوسف کی برائت ثابت ہوئی ہے یعنی امراۃ فہر کا ان کو پھسلانا بادشاہ کا احواب دیکھنا ان کو جیل خانہ سے بلانا اور ان کا اس بات پر اصرار کو پہلے ان کے فرد جرم کی تحقیق اچھی طرح کر لی جائے۔ وغیرہ وغیرہ تمام باتوں کو ثبوت و دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ تشیخ و توضیح بہت اچھے انداز پر کی ہے جس سے تمام مسائل حل ہو گئے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کے تمام واقعات پوری طرح سے سامنے آ گئے ہیں اور ان کی برائت ثابت ہو گئی ہے۔ اس قدر سہر کی پہلی جلد، بالخصوص بہن اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں مصنف نے اپنے حالات اور اس دور کی بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے۔ علوم قرآنی سے متعلق بھی بہت تفصیل سے لکھا ہے علم تفسیر کی ضرورت اور اس کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ شیخ مبارک کا ذوق علمی و ادبی ہونے کے ساتھ ساتھ صوفیانہ بھی تھا جس کی جھلک ان کی اس تفسیر میں بھی ملتی ہے۔ یہ رنگ ان پر صوفیانہ کرام اور بزرگان دین سے ملاقات اور کسب فیض کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے علم کے بیشتر شعبوں اس دور کے ممتاز بزرگوں سے استفادہ کیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان کی اس تفسیر میں عالمانہ اور محققانہ رنگ نظر آتا ہے۔ ان کا مطالبہ بہت گہرا تھا اور وہ محض کسی ایک فن سے متعلق نہ تھا بلکہ اس دور کے تمام علوم پر حاوی تھا۔ ان کے علمی شوق کا اندازہ اس سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی تصانیف سے قطع نظر محض قدماء کی پانچویں کتابوں کو اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا اس کا ذکر بھی انہوں نے تفسیر کے مقدمہ میں کیا ہے۔ ان کے انداز بیان کو سمجھنے کے لئے چند تفسیری عبارتیں پیش کی جاتی ہیں۔

" یا ایہا الذین آمنوا اصبروا بالصبر والصلوة ان اللہ مع

النساہرین (۱) " کی تفسیریوں یہاں کرتے ہیں

"يجوز ان يكون الصبر فيه بمعنى الصلابة حبس النفس عن شهوة
 البطن والفرج ويجوز ان يكون بمعنى حبس النفس في مطلق العبادة
 وذكر الصلوة بعد تحميمهم بعد التعميم وعلى الاول يكون الصلوة عطفاً
 على الصوم عطف عبادة جميلة بشخصه على عبادة اخرى كذاك و
 يجوز ان يراد الصبر على المصائب والبلاء ما ومن الصلوة الاشتغال
 بها حال هجوم الشدايد فانها مانعة من الصلوة فالصلوة في تلك
 الحالة دليل على كمال الايمان وبرهان على استحكام الايمان و
 على هذا الوجه جملة استمعينوا تكون مستأنفة فانه لما ذكر في الآية
 السابقة شكر الضم صار محلاً لسؤال السامع ما يوضع ضد البلاء و
 المصائب ويجوز ان يراد بالصبر حبس النفس على نيات القدم في
 ميدان محاربة العدو والنظار هو الجهاد الا صغر وزكر الصلوة بعده
 باعتبار انها جهاد باطن مع النفس والشيطان وهو الجهاد الاكبر و
 المعنى استمعينوا النيل المرادات ودفع الفكيات وحصول مقامات التحايا
 بالصبر والصلوة بما في معنى كانا سيما المعنى الا حبر لان الجمع
 بين الجهاد الا صغروالاكبر من شيم الانبياء المرسلين وسائر العلماء
 الصالحين والجملة الندائية مسترصة في اثنا الكلام للتقريب وتحرير
 المعنى على طريق الاستعانة في نيل المرادات وجملة ان الله
 مع الصابرين تزئيله "

" فمن اظلم ممن افترى على الله كذاً بأكذب بآياته انه لا يفلح
 المجرمون (١) " كى تفسير من لا يهتدى بهن —

" الفاء فيه للتعليل والجملة دليل على ان النبي صلى الله عليه
 وسلم لم يقع منه كلام باطل وقيل يحتمل ان يريد افتراء المشركين
 على الله في انه ذو شريك وذو ولد وان يكون كفار بما اصابوه
 اليه من الافتراء والمعنى لا احد اظلم من مظلّم ظلم الاكفر قال ابن
 عباس يريد لم يفتّر على كذا بما ولم اّكذب عليه وانتم مظلّمون ذاك

جہاں زعمتم ان سے شریکاً و صد تم الا وثان و کذبتم نبیہ وما
 جاء به من عند اللہ لہ لا یفلح المجرمون ای لا یسعد من
 کذب لنبیاء اللہ و قوله او کذب بآیاتہ عطف علی قوله افتری
 ای کذب باقرآن فیہ بیان ان الکاذب علی اللہ والمکذب
 بآیاتہ فی الکفر سواہ و قوله لہ لا یفلح المجرمون تذلیل و
 تاکید ہا لا ہراز الذم علی وجہ التوکید ای لا ینجی من
 عذاب اللہ المجرمون ای الکافرون انذین ما ثوا علی الکافر
 کسی سورۃ کو شروع کرتے وقت ابتداً ہی میں اسکا مضمون بیان کر دیتے
 ہیں۔ سورۃ فتح کا مضمون یہ ہے۔

"و مضمون ہذا السورۃ وعد الفتح والنصرۃ والمغفرة للرسول
 علیہ السلام ونزال السکینۃ علی اہل الایمان و بیان ان للضائقین
 عذاب النیران وللمتوسمین ثواب الجنان ومدح سید الرسل و ذکر
 المعہد وبیعۃ الرضوان وخذلان الضائقین و بیان عذر المنزورین
 والغنۃ علی السحابۃ علیہم السلام بحسب عدم ظیۃ اہل مکۃ علیہم و
 صدق رؤیاء حاتم النبیین وشہادۃ اللہ تعالیٰ بہ وتمثیل حال النبی علیہ
 السلام واصحابہ بحال الروح و اہلہا"

سورۃ النسر میں کہا بات بیان کی گئی ہے اسکے متعلق لکھتے ہیں
 "و مضمون ہذا السورۃ بیان نعمی محمد سلیم و تمام نصرۃ
 اہل الاسلام و ترغیب الخلق بالاقبال علی دین الہدی و بیان
 وظیفۃ التسبیح والاستعاذۃ والا مر بالتوبۃ فی آخر الامر"

سورۃ الناس کے سلسلہ میں لکھتے ہیں
 "مضمون ہذا السورۃ الاعتصام بالحفظ و حیاطۃ الجن
 والحذر من وساوس الشیطان والا حتراز من المعتمدین من
 الجن والانس"

انہوں نے یہ سور کی طرف بھی اشارے کئے ہیں کسی سورۃ کو شروع
 کرنے کے بعد جب اسکا مضمون بیان کرتے ہیں تو پھر اسکا نظم اور وجہ نظم بھی

بیان کرتے ہیں مثلاً سورہ والضیٰ کا مضمون اور بچھلی سورہ سے اس کا ربط
یوں بیان کرتے ہیں -

"وَمُضَوْنَ هَذِهِ السُّورَةُ بَيَانُ شَرَفِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ
مُنْقَبَتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَعْدِ الشَّفَاعَةِ وَذَكَرَ أَنْوَاعَ النَّفْعِ فِي حَقِّهِ وَ
ذَكَرَ صِيَانَةَ الْيَتِيمِ وَالْفَقْرَمَنِ الذَّلَّةِ وَالْأَمْرِ بِشُكْرِ النِّعْمَةِ وَوَجْهَ
رَبِّطَ سُورَةَ وَالضُّحَى بِسُورَةِ وَاللَّيْلِ وَنَظَّمَهَا بِهَا هَوَانُ سُورَةِ الدَّلِيلِ
كَأَنَّهُ فِي مَدْحِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَفِي سُورَةِ الْوَاقِعَةِ
وَالضُّحَى نَعْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

سورہ نصر اور سورہ کافروں کے ربط کی وجہ یہ بیان کی ہے -
"وَجْهَ رَبِّطَ سُورَةَ النَّصْرِ بِسُورَةِ الْكَافِرُونَ وَنَظَّمَهَا بِهَا هَوَانُ
سُورَةِ الْكَافِرُونَ كَأَنَّهُ فِي بَيَانِ الْعَوَادَةِ مَعَ الْكَافِرِينَ وَتَرْكِ
قِتَالِهِمْ وَذَكَرَ فِي هَذِهِ السُّورَةِ النَّصْرَ بَعْدَ وَقْعِ الْقِتَالِ"
سورہ اخلاص کا مضمون اور ربط یوں بیان کیا ہے -

"وَمُضَوْنَ هَذِهِ السُّورَةَ بَيَانُ وَحْدَانِيَةِ تَعَالَى وَذَكَرَ صِدْقِيَّتَهُ
تَنْزِيهِهِ مِنَ الْوَلَدِ وَالْوَالِدِ وَالْوَلَادَةِ وَبِرَآئَتِهِ مِنَ الشِّرْكِ فِي
الْمَلَكَةِ وَوَجْهَ رَبِّطَ سُورَةَ الْإِخْلَاصِ بِسُورَةِ تَيْبَتِ وَنَظَّمَهَا بِهَا هَوَانُ
سُورَةِ تَيْبَتِ كَأَنَّهُ فِي مَذَمَةِ الْمُشْرِكِ وَسُورَةَ الْإِخْلَاصِ فِي أَنْهَاءِ
التَّوْحِيدِ"

ہر سورہ کے حاتمہ پر دعا مانگتے ہیں جو مفہوم کے اعتبار سے تو یکساں
ہوتی ہے لیکن الفاظ قدرے بدلتے رہتے ہیں مثلاً سورہ احقاف کے حاتمہ پر
یوں دعا کرتے ہیں -

"يَقُولُ هَذَا الرَّاقِمُ الْمَسْكِينُ وَالْمَوْلُفُ الْعَاجِزُ الْحَقِيرُ الْغَائِبُ عَنْ حَامِدِ
لِلَّهِ الْكَرِيمِ الْجَوَادِ الْمُبِينِ وَمُسْلِمًا عَلَى أَفْضَلِ رِسَالِهِ مُحَمَّدٍ وَصَحَابَتِهِ
وَتَابِعِيهِ الْكَامِلِينَ وَعَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَ
سَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ أَبَدًا لَا يَزِيدُ قَدْرَ ثَمَرِهِ بَلْ يُلْطَفُ اللَّهُ

تعالى وكرمه الا على تفسير اول القرآن الى تفسير تمام سورة
 الا حفاف وارجو من لطفه تعالى ان يتم من تفسيرهوا في سور القرآن
 بتأييد ارواح الانبياء الله ورسله واوليائه الذين سكنوا وخرجوا
 برضا رض الجنان وبشرهم بهم برحمة منه ودوام الرضوان وارجوا
 من لطفه تعالى ان ينفعني وابنائي واولادى واحفادى واصحابى
 وسائر المسلمين والمكلفين والخلف الا جميعين بهذا التاليف و
 التفسير نفعا عظيما تاما في دنياهم وعقباهم وضد مولا هم ببوده
 الجارى ابد الا بدين آمين آمين آمين -

سوا طع الا لہام

اب الفیض فیضی ولادت ۹۵۲ھ وفات ۱۰۰۲ھ
 ۱۵۴۷ع ۱۵۹۵ع

یون توفیض کی شہرت اور حیثیت فارسی شاعری کی وجہ سے بہت ہے لیکن اسکی عربی زبان کی صلاحیت بھی غیر معمولی تھی اور اسکا ایک بہن نبوت اسکی تفسیر سوا طع الا لہام ہے۔ فیض نے یہ تفسیر غیر منقوط الفاظ میں لکھی ہے جسے ادب کی اصطلاح میں صنعت مہملہ کہتے ہیں۔ عربی زبان میں اس قسم کی تصنیف کرنا ایک غیر معمولی کارنامہ ہے اور پھر پورے قرآن کریم کی تفسیر وہ بھی مختصر نہیں بلکہ تقریباً سات موصفات میں فیض نے اس اہم کام کو بہت تھوڑی مدت میں مکمل کر لیا۔ مولانا غلام علی آزاد اس تفسیر کے سلسلے میں لکھتے ہیں: *شیخ نیر سواطع الایام تفسیر بنو اسد کر رہی ہر اس سال پیشتر ہیچ* "برہان فضیلت/ مستعدی را میسر نہ شد طرفہ این کہ این چنین کار دشوار را در عرض دو سال از حد* بہ مشہی رسانید" (۱)

علا ۷ پہلی لکھتے ہیں

"سوا طع الا لہام یعنی تفسیر غیر منقوط ۱۰۰۲ھ میں تمام ہوئی کل مدت تصنیف دو ڈھائی برس ہے۔ اس تفسیر پر فیض کو بڑا ناز ہے دو ستون کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں اکثر فقرے اس کا تذکرہ کرتا ہے" (۲)

فیض کی دربار اکبری میں بڑی حیثیت تھی شروع میں تو درباری جشعہ کی وجہ سے اس کو خالص پریشانی اٹھانی پڑی ہاں شیخ مبارک اور پھانی ابوالفضل تنہوں ہی مختلف جگہوں کی ٹھوکرین کھاتے رہے اور پھر بعد میں بڑی جد و جہد اور مختلف وسیلوں سے دربار اکبری میں پناہ ملی۔ اکبر ان لوگوں کی بہت عزت کرتا تھا اور دربار میں ان لوگوں کا خاص مرتبہ تھا۔ چونکہ فیض اور ابوالفضل دونوں ہی

بھائی انتہائی زمین تھے اس لئے تھوڑے ہی عرصہ میں اکبر پر ان لوگوں کا بہت اثر ہو گیا۔ اس اثر کی ایک وجہ اور بھی تھی کثر مذہبی طبقہ اکبر کے خلاف تھا اور مختلف فتوؤں میں اسے الجھا ئے رکھنا تھا اس دور کی اس کشمکش کو ختم کرنے میں بھی ان دونوں بھائیوں کا بہت بڑا ہاتھ تھا پہلی نے لکھا ہے۔

” اکبر مخدوم الملک اور شیخ عبد النبی کی تنگ خیالیوں سے تنگ آ چکا تھا

اور ان لوگوں کے زور کو گھٹانا چاہتا تھا لیکن خود جاہل تھا اس لئے مذہبی فتوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا فیض اور ابو الفضل دربار میں پہنچے تو اکبر کو گویا اوزار ہاتھ آئے ان لوگوں نے ہر موقع پر ان منصوبوں کو شکستیں دیں اور ان کا سارا بصرہ کھل گیا (۱)

اکبر توفیض اور ابو الفضل سے خوش تھا لیکن دربار کے دوسرے مذہبی لوگ جو خود اکبر کی بے اعتدالیوں سے پریشان تھے ان دنوں بھائیوں سے بھی برکشتہ ہو گئے اور ان لوگوں کے ہر کام کو مصیوب نظروں سے دیکھنے لگے۔ فیض شروع میں چونکہ مذہبی امور میں بہت زیادہ آزاد خیال تھا اس لئے مولویوں کی نظر میں بے دین و لامذہب سمجھا جاتا تھا جس کا اظہار بھی اس دور کے لوگوں نے جا بجا کیا ہے خاص طور سے ملا عبد القادر بدایونی اسمین پیشہ پیش ہیں۔ اسی لئے جب فیض نے اپنی تفسیر مکمل کی تو لوگوں نے اس کے خلاف طرح طرح کی باتیں پھیلائیں ملا بدایونی لکھتے ہیں۔

” تفسیر میں نقطہ برائے شستن بدنامی کہ تا روز جزا بعد آ ب

شستہ نگر در درعین حالت مستی و خیانت میں نوشت و سگالت آ

را از ہر طرف پائمال ساختند “ (۲)

اس کے علاوہ بھی طرح طرح کے الزامات عائد کئے ہیں لیکن تفسیر دیکھنے

سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں بے بنیاد اور محض دربار دشمنی پر مبنی ہیں فیض اگر چاہتا تو تفسیر میں اپنی آزاد خیالی کو قائم رکھتا اور کلام اللہ کے معانی و مفہوم کو الگ پھر کر بیان کر دیتا لیکن اس نے ایک جگہ پر بھی ایسا نہیں کیا ہے۔ محمد حسین آزاد نے لکھا ہے

" رہائی یا تون میں ملا صاحب جو جاہیں کہیں مگر نفس مطالب
میں جب نہ اب کوئی دم نہیں مار سکتا ورنہ ظاہر ہے کہ وہ
ہے دہش اور بد نفسی پر آ جاتے تو جو جاہتے لکھ جاتے انہیں
ڈر کر کاٹتا (۱)

علاوہ شہلی لکھتے ہیں -

" فیض نے تفسیر ان واقعات کے بعد لکھی ہے لیکن ایک ذرہ مسلمات عام
کی شاہراہ سے نہیں ہٹا جا لائے تفسیر میں ہر قدم پر اس کو آزاد خیالی
دکھانے کا موقع حاصل تھا ملا صاحب تو فرماتے ہیں کہ وہ تمام عقائد
اسلام کا منکر تھا لیکن وہ ان تمام عقائد کا مستتر نظر آتا ہے جن کو
مستنداتِ علوم کہتے ہیں - سچ تو یہ ہے کہ فیض کی مذہبی آزادی
ہم جو کچھ سنتے ہیں تصنیفات میں تو وہ ملا نے مسجدی نظر آتا ہے (۲)
مذاہب یونانی کا بھی عجیب معاملہ ہے کہ ان توفیض اور اسکی تفسیر کی اتنی
مذاہفت اور اتنی براہیمان اور دوسری طرف خود اسکی تائید نہیں کہیں اور تقریظیں
بھی لکھیں لکھتے ہیں -

" ونقیر من احسن التفاسیر بسم الله الرحمن الرحيم علم القرآن تاريخ
بافت و توفیض نوشت انشاء الله بتقریبی در محل خود مذکور کرد" (۳)

علاوہ شہلی ایک جگہ ہر ملا صاحب کے تمام خیالات کو بے بنیاد ثابت کرتے ہوئے
لکھتے ہیں

" ملا صاحب اور ان کے تمام پیروں نے تنقید فیض کو ملحد - بے دین

زندیق اور کافر لکھا ہے ملا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ فیض مرتے
کے وقت کنون کی طرح بھونکتا تھا اور اسکی ہونٹ سیاہ ہو گئے تھے -
لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ فیض کے رتبہ کو سمجھ نہیں سکتے تھے

وہ جو حکیمانہ خیالات ظاہر کرتے تھے ان لوگوں کو الحاد اور زندقہ
نظر آتا تھا " (۴)

(۲) شعر المعجم ۱۷۳۵ - ۵۲

(۳) ایضاً ۲۸۷۳ ج

(۱) دربار اکبرین ص ۲۳۰

(۲) منتخب التواریخ ۳۹۳/۳۳۵

فیض کے تعلقات شیخ عبد الحق دہلوی سے بھی بہت خوشگوار تھے دونوں بہت بے تکلف تھے اور ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے لیکن جب شیخ صاحب مکہ معظمہ سے واپس ہوئے تو ان کو معلوم ہوا کہ فیض کے حالات میں تبدیلی آ چکی ہے۔ انہوں نے فیض سے قطع تعلق کر لیا۔ (۱) فیض کو شروع میں اس کا اندازہ نہ ہو سکا اسی لئے جب شیخ صاحب واپس لوٹے تو فیض نے ان کو خط لکھا اور ملاقات کے شوق کا اظہار کیا۔

”اگر ہاں وہی ہے میں دانتوں میں ہر روز ہر نام آن حضور میں نشستم و داند چہ نکات محبت میں شدم“ (۲)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب فیض سے بہت خفا تھے اسی لئے انہوں نے فیض کو اس قسم کا کوئی موقع نہ دیا۔ (۳) صاحب نزهة الخوا طرتے شیخ عبد الحق کی رائے اس طرح سے پیش کی ہے۔

”قال الشيخ عبد الحق ابن سيف الدين الدهلوي في كتابه في اخبار الشواہد كان ممن تغرد في مصره بالفصاحة والبلاغة والمثانة والرصانة ولكنه لوقوه وهبوطه في هاروية الكفر والضلالة انتهت على جبينه نقوس الرد والانكار والا ديار ولذا لم يستكشف اهل الدين والملة واحبا النبي صلى الله عليه وسلم ومن ينسب اليه من ان يذكروا اسمه واسم امرئهم طاب الله عليهم ان كانوا مومنين“ (۴)

بہر حال ان سب باتوں کا اثر اس کی تفسیر میں کہیں بھی نظر نہیں آتا ہے۔ اپنی تفسیر کی ابتداء یوں کی ہے۔

”اللہ لا اله الا هو لا اعلم ما هو وما ادركه كما هو۔ احمد المعتمد ومحمد الاحمد لله معتمد دواع العلم ولهم سوا طع الا لعام“ (۵)

اس کے بعد آگے چل کر لکھا ہے۔

(۱) حیات عبد الحق (خلیق احمد نظامی) ص ۲۴۲ (۲) حیات عبد الحق بحوالہ

لطائف فیض ص ۲۵۲

(۳) حیات عبد الحق ص ۲۴۲

(۴) نزهة ص ۲۷۵

* اعلیٰ وارہط رؤسا* العلوم والعلما* الا علام لحرر مدلول الکلام
کلام اللہ الملک الملام وارسم ما اولہ الکمل وحاولہ الکرام واحکم
ما اول سورہ ومدلول دوالہ کمال الاحکا* والا حکام واسطرما هو
اصل العروم واس العرام " ص ۳

پھر آگے چل کر دعا* مانگی ہے ۔

" اللهم سئل الا مرومقل الحمام والحب ام المصامد وامد المصام
کما الم حکمہ سرسا مرسا امدا الا لمام وکلمہ مکامہ لسرور
المداد والسلم والسلام ص ۴

اس کے بعد اپنی تسلیم وترجمت کا ذکر کیا ہے ۔

" لما ولد محرر سوا طبع الا لہام عا ما حدود محرر سوا طبع
السداد ومحرر احاط سوا طبع سرالکل وودع الممد وادرك صلاح
الممد علم الوالد الواطد علم الحلال والحرام والاصول والكلام
وحصل له صروح العلوم وکمال مراسعہا کما هو المرسوم وھلعل
الکلم والكلام واطلع هوالم السرو الا لہام وصادرا سالا مرا*
الکلام وطما للا کلام والا علام ولما سمعہ الملک المادل والمالک
الکامل ارسل نہ صراطا اطول رسولا سرعاع الحکم المطاع والطوس
المرعاع ص ۴

آگے چل کر اپنے مولد آگرہ کا ذکر کیا ہے شہر کی بہت تعریف کی ہے علماء کی
مجلسوں - مدرسوں مسجدوں اور دوسرے عبادت خانوں کا ذکر ہے اس کے بعد
بادشاہ کی تعریف کی ہے اس کفہام معہ میں اس طرح سے لکھا ہے ۔
" وهو وسط الدایما* امد الساحل لواء السماء حر العلوم
الا کمال اس العدل اساس السداد محصول الود حاصل

الکل اصعد الطوک اصل الصوالح مطلع المکارم امام الدول
عناد العالم عباد المصارک حد الا حلام مال الادوار " ص ۵
اس طرح سے اپنا اپنے والد اور اپنے بھائیوں کا بھی تعارف کرا دیا ہے چونکہ ہر
نام میں نقدہ آتے ہیں اس لئے اس نے یہ صورت اختیار کی اور معون سے کام لیا

سب کے ناموں کی طرف اس طرح سے اشارے کئے ہیں مثلاً اپنے والد کا نام اس طرح سے لکھا ہے ۔

"وہو اباس العلم واصل الروح ومطلع الالهام ورأس الروم
وامام الکرام" ص ۵

اس طرح سے اور ناموں کو بھی محض اشاروں میں پیش کیا ہے ۔ اسکی وجہ سے بڑی تعقید پیدا ہو گئی ہے اور آسانی سے نام سمجھ میں نہیں آ سکتے ۔ البتہ اس سے فیض کی عربی زبان پر قدرت کا اندازہ ضرور ہوتا ہے ۔

فیض نے اس تفسیر کو لکھنے سے پہلے مشق کے طور پر "موارد الکلم" (۱) بھی بنے نقطہ لکھی تھی خود اپنی اس تصنیف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے ۔

"املاء المحرر رآول الامر طرما ملو الحكم والا سرار محمود الا علام والاحرار
ممدوا لمصالح امور المعاد موثقا مرصلا ماس الصلاح والسداد

كله مدلول كلام الله ورسوله علام السلام ومحصول طروس
الملما واهل وصوله حاو لصوص العلوم والحكم طاولعواد ماهو
المسطور المحكم لكلمها المصادرو الاصول وما هو مطلع المحصول للمحصل

وصار علما للاعصار والا دوار اسه موارد الکلم سلک درالحکم" ص ۸
اس کے بعد اپنی تفسیر کے متعلق لکھا ہے کہ کم طرح سے یہ خیال اس کے

ذہن میں آیا اور اس کا اس کے والد پر کیا اثر ہوا لکھتے ہیں

"لما الحمد لله املاء حوا طع الالهام صار الوالد مرحا سرورا
وعذہ اکرم الا لا ولما حرر المحرر کردوسا وسعه الوالد و

راء مدحه مدحا کاملا ودعاه اكمالا سلاما وسرورا ولما سود
مدحه صار الوالد حامدا لله ما دحا للمحرر کمال المدح ولما

مطر المحرر اول الطرس وصدرة وهو حامد وممل واورد اول الکلام
الحمد لله كما هو رسم الرسام وراء الوالد حوله اصلا حاد واورد دسه
احامد المحامد وحامد الاحامد لله" ص ۸

(۱) یہ رسالہ علم اخلاق سے متعلق ہے اس کے منہوہ وغیر منہوہ نسخہ بہت سے ملتے ہیں ۔

اس کے بعد اس مقدمہ میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ یہ تفسیر لکھی میں جا رہی تھی کہ بار شاہ نے اپنے پاس ملا لیا اور کام رک گیا لیکن پھر ایک سال بعد فیض کو اسے مکمل کرنے کا خیال آیا وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس نے اس کا موقع دیا کہ مکمل ہو جائے اور سال پھر بعد پھر میں نے لکھنا شروع کیا اور بہت ہی تھوڑے عرصہ میں یہ تفسیر لا ہو زمین مکمل ہو گئی ۔
اس تفسیر میں فیض نے جو انداز اختیار کیا ہے اس کے متعلق خود لکھتا ہے ۔

” کل کلام آوردہ المحرر لصدع کلام اللہ واعلا * مدلولہ

موانع مما اولہ ومدلولہ اسرح والکلم العسیر مدلولہا

واوردہا المحرر اواسط الکلام لعمدہ ما هو مدلول اصل کلام اللہ

وما حذرہا الا لا علام احوال السور والام واعلا * دواع لا رسال

السور والکلام والکلم وما موصل المراد * س ۹

خدا معلوم لوگوں نے کس طرح سے فیض کو ملحد و بے دین ثابت کیا ہے اپنی تصانیف میں کس بھی جگہ وہ ایسا نہیں لکھتا ہے اگر اس کو ملحد و بے دین ہی رہنا ہوتا تو وہ قرآن کریم کی تفسیر کیوں لکھتا اور اگر لکھ ہی رہا تھا تو پھر اس میں اپنی من مانی باتیں کہتا اور آیات اللہ کی تاویل میں اپنے حساب سے کرتا اللہ اور اس کے رسول کی حمد و ثنا سے بھی گریز کرتا ۔ لیکن اس نے کہیں بھی ایسا نہیں کیا ہے بلکہ لکھتا ہے ۔

” اصل المراد واس العرام هو اللہ وحدہ ولہ رسل ارسلہم

لا صلاح العالم وہم موصلو المراد لا حصلا عداہم اولہم

آدم وادمہم وحما داہم محمد صلعم اکمل الرسل امرا واطمہم

سرا وواحدہم حالا واسماہم کمالا واکرمہم ولا * واعلا م

لسوا * محمد رسول اللہ صلعم لہ ہوا * الحمد وما واہ المحمود

لواہ * مال اہل البیولا * ورعا * مرسوم الواح السماء * س ۹

اس کے بعد آگے چل کر کلام اللہ کی وسعت کے بارے میں لکھتا ہے ۔

” علم کلام اللہ دام * لا ساحل لہ وطور لا صلیک لہ وکل واحد

اراد وصولہ وما وصل امدہ ورام سلوک درکہ وما ادرک حدہ

علم الله احاط الكل وهو الملك السلام عالمكم واصالكم وحالكم

وما لكم وعلوم الكل لوا مع علمه وعلومهم سوا طع معلومہ " ص ۱۰

آگے چل کر مختصراً نزول قرآن کا ذکر کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کس طرح نازل ہوتی تھی۔ آپ کی اس وقت کیا کیفیت ہوتی تھی۔ اس کے بعد جمع و ترتیب قرآن کے متعلق بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی مکمل طریقہ سے لکھا گیا تھا۔ پھر کئی سورتیں مہین اور ان میں کئی کئی آیات مہین سب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ قرآن مجید کے کئی نام مہین ان میں سے جو یہ نقطہ مہین مثلاً صراط کلام۔ امام وغیرہ ان کا ذکر کیا ہے قرآن مجید کے حفاظ براہ یوں اور ابتدائی مفسرین کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ حروف کے صحیح تلفظ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ تمام حروف کو ادا کرنے کا ایک خاص طریقہ اور خاص انداز ہے۔ اسی طرح سے محکم اور غیر محکم آیات والفاظ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ محکم وہ مہین جن کا سمجھنا آسان ہے اور غیر محکم وہ مہین جن کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں ہے۔ سورتوں کے ابتدائی الفاظ مثلاً آلم۔ آلر۔ طسم وغیرہ۔

اس کے بعد تفسیر سے متعلق اور بھی بعض ضروری باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے مقدمہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے۔

"اللهم اسألک صد الح الاعمال ومسالح الآمال ما دام

متر الد مورد کار الاحوال والما مول اصلاح الکلام وهو اصلح

اوامر الکرام واعلم مراحم الاسلام وما اصدرا ما هو المصود والمراد

متر د مورد المدلول کلام اللہ وما اول کلمہ وحاصل اسرارہ

وهو العلم للسداد والعد للداد ص ۲۰

مقدمہ خاصاً بسیط ہے جس میں مذکورہ بالا تمام باتیں تفصیل سے بیان کی ہیں مقدمہ کے دو حصے ہیں پہلے میں اپنا اور اپنے اہل کا حال لکھا ہے دوسرے میں علوم قرآنی کا مختصر تذکرہ ہے ان دو حصوں کو بھی الگ الگ ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب کا نام سا طعہ رکھا ہے بعض سا طعہ بہت مختصر صرف سطر ڈیڑھ سطر کے ہیں اور بعض خاصے طویل ہیں کئی سطور تک کے۔

مقدمہ کے خاتمہ پر ایک نظم بھی لکھی ہے اس میں بھی صنعت مہملہ کا التزام رکھا ہے۔

اس کے بعد سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کی ہے تفسیر سے پہلے اس کی اہمیت وعظمت پر روشنی ڈالی ہے "وهو اول السور وهو كلام الله مطلع مراع السلم والكلام مصر
مصاص الاوامر والاحكام سلم مصاعد الحكم والا سراج
مدار مصالح الاصال والاسرار در دور سلسال الا رواج
والصدور ساحل داماء الخم والسرور رسا عوالم اللع
والحک" س ۲۰ و ۲۱

اس جگہ پر سورہ "الحمد" کے جو دو سرے نام ہیں ان کا تذکرہ بھی کر دیا ہے اور ان کی وجہ تسمیہ بھی بیان کر دی ہے۔ "بسم الله الرحمن الرحيم" کی تفسیر کے بعد الحمد کی تفسیر لکھی ہے۔

"ایاک نعبد" کی تفسیر میں لکھا ہے۔
"طوعاً لا کرہاً کما موما مورک و برادک وهو حصر لکمال الطوع
والعکوف" س ۲۲

تمام سورتوں کی شان نزول بھی بیان کر دی ہے۔ اس میں انداز یہ ہوتا ہے کہ پورے واقعہ کی طرف مختصراً اشارہ کر دیتا ہے اسی طرح سے مکی و مدنی ہونے کا بھی ذکر کر دیا ہے جب کسی سورۃ کو مدنی کہنا ہوتا ہے تو لکھتا ہے "موردھا مسر رسول الله صلعم"

اور مکی کہنا ہوتا ہے تو
"موردھا ام الرحم"
سورۃ الناس کے متعلق لکھتا ہیں۔

"موردھا مسر رسول الله صلعم ومحصول اصول مد لولھا الامسا
لحرس الله وروح وساوس النار المطرود وطلاح ولد آدم" س ۲۶
سورۃ القمر کے بارے میں لکھا ہے
"موردھا ام الرحم ومحصول اصول مد لولھا مولم لورود"

السعوا* ولوم اهل الصدور لکمال المدآ* مع الرسول
 وکلام هم عصر ما راوه طملا لوک هو سحر و صدع حالهم
 السو* ضرورود السعوا* و صد و رهم صا المراس وکل
 او اسط السماء* لخطوط ما* علی رؤس الا طواد لر هط اطول
 الرسل صرا لعا د عا هم علا هم و ا هلاک رهط هود مع سرصر
 ورهط صالح علا السلام مع هرک الروح لقا اهلکوا کو ما* " س ۲۲۸
 اسی طرح سے لکھون نے تمام سورتوں کے شروع میں تعارف کرایا ہے
 اور واقعات کا ذکر کیا ہے ۔

سورہ آل عمران میں محکم و متشابہ آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔
 " (هو) الله (الذی انزل) ارسل (طیک) محمد (الکتاب) المصنوع المعلوم
 اسما و رسما (منه) الطرس المعلوم المصنوع (آیت محکمات) محکم کلام
 و احکامها موکد و اولها مخرج مدلولها او المراد ما امره الله
 وسط کل طرس ارسله او کلام ما حمل الآ محلا واحدا او الحاد للحکم
 (من) اولاً (ام الکتاب) اصله و مراد ما ورا* ها (واخر) ما عداها (متشبهت)
 لاسلک لا دراک مراد ما و مدلولها کمطالع السور و کلامها ما و ل ما صرح
 الله مراده او ما لا امره الله وسط کل طرس او ما له محامل او
 المحدود " س ۸۱

سورہ * یوسف میں امراۃ عزیز اور حضرت یوسف کے پیچیدہ مسائل کی تفسیر
 اسی طرح سے کی ہے ۔

" (لقد همت) همتا به (هو) و صاله (وهم) هو بها
 و صالها هم السوس مع الارواح لا کھما والا کما مدحه الله
 (لولا ان را*) لولا احساسه (برهان به) حاصل کو اصلها و هو
 احساسه والدہ رادعا آرم او ملکاً مکالمه همک هم الاعاء
 واسک مرسوم مع اسماء الرسل او مالک و صور له والدہ و
 لطم صدره و راج هوا " س ۲۹۸

اسی انداز سے انھوں نے عاریے کلام اللہ کی تفسیر کی ہے عبارتوں میں اختصار ہے معانی و مفہوم کو سہل انداز پر بیان کرنے کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ تفسیر سے زیادہ صنعت گری پیش نظر ہے اس لئے اس کو سمجھنا خاصا مشکل ہو گیا ہے۔ مثلاً ہدایوں وغیرہ تو اس تفسیر کی مخالفت محض اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان کو فیض سے ایک قسم کی جلیں اور اس کے تبحر علی سے حسد ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اگر فیض نے اس کو صنعت مہملہ میں نہ لکھا ہوتا تو اس کے خیالات زیادہ واضح ہوتے اور لوگوں کو جو غیر ضبوط عبارت کی بدعت نظر آتی ہے فیض اس سے بچ جاتا۔ لیکن فیض غالباً کلام اللہ کے اس حصہ کو بھی دکھانا چاہتا تھا کہ اس کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے مختلف انداز اختیار کئے جا سکتے ہیں حتیٰ کہ اس کی تفسیر غیر ضبوط الفاظ میں بھی لکھی جا سکتی ہے اس کے علاوہ عربی زبان پر انہی قدرت کا ثبوت بھی دینا چاہتا تھا اس لئے اس نے قصداً تفسیر غیر ضبوط لکھی۔ ظاہر ہے جب الفاظ کا سراپا یہ محدود ہو تو تعقید کا پیدا پیدا ہونا قدرتی بات ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کام ہی فصول ہے اور اس میں مفہوم بالکل خبط ہو کر رہ گیا ہے ایسا نہیں ہے جہاں سے اس کو پڑھا جائے مطلب سمجھ میں آ جاتا ہے۔ فیض نے جب یہ تفسیر لکھی اس وقت بھی کسی نے زبان یا مطالب پر اعتراض نہ کیا بلکہ قابل اعتراض بات صرف یہ تھی تھی کہ آخر یہ نقطہ کیوں لکھا۔

فیض کی یہ تفسیر سات سو صفحات سے زائد پر مشتمل ہے اس میں کہیں بھی کوئی قابل اعتراض بات نظر نہیں آتی ہے۔ اگلی دور میں جبکہ دربار کا رنگ غریب نہیں تھا فیض کا اس تفسیر کو لکھنا کوئی معمولی بات نہ تھی ممکن ہے یہ اس کا مذہبی جذبہ رہا ہو جس نے اس سے یہ کام کرا ڈالا۔ اگر اس تفسیر سے اس کو دنیاوی فائدہ یا درباری رتبہ یا بادشاہ کا تقرب حاصل کرنا ہوتا تو اس نے حالات کے پیش نظر اس قسم کی باتیں لکھی ہوتیں۔

اس تفسیر کی مدت صرف ملامت یونی کے جہاں ملتی ہے اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں لکھا ہے انہی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ فیض نے تفسیر لکھنے کے بعد اس کے نسخے مختلف ملکوں کے علماء کے پاس بھیجے تھے۔ روایتوں سے

ہم چلتا ہے کہ سب نے اسے پسند کیا کھنک نے بھی کوئی اعتراض نہ کیا ۔
اس زمانہ کے متعدد بڑے علماء نے تقریظیں لکھیں اور تا رہیں کہ میں جو اس تفسیر
کے آخر میں درج ہیں ۔ ان علماء میں محمد حسینی المشہور بالشام مولانا یعقوب
صیری کشمیری ۔ قاسم نور اللہ شومسری امان اللہ بن غازی سرہندی وغیرہ کے
نام ہیں ۔

بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے حضرت مجدد صاحب نے بھی
اس تفسیر کی تیاری میں مدد کی تھی اور اس کا ایک مشکل حصہ جو فیضی نہیں لکھ
پا رہا تھا لکھ کر دیا تھا (۱) یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مجدد صاحب کی نظر میں
بھی فیضی کی یہ کوشش قابل اعتراض نہ تھی ۔

مولانا ضاظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب نظام تعلیم و تربیت میں بہت تفصیل
سے فیضی اور اس کی تفسیر کے متعلق لکھا ہے ۔ مختلف جگہوں سے ان کی رائے پیش
کی جاتی ہے ۔

” میرا خیال ہے کہ یہ ایسا کارنامہ ہے جس کی نظر شاید دوسرے اصلاً میں ممالک
کے علمی حلقوں میں نہیں مل سکتی ۔ . . . مطالعہ سے یہ اندازہ
ہوتا ہے کہ عام تفسیر قرآن آیات کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا
ہے اس شخص نے ان تمام امور کے سمجھنے کی جہاں تک میرا خیال ہے ایک
کا مہا ب اور ایسی کوشش کی ہے جس کی نظر اس سے پہلے مشکل ہی سے
مل سکتی ہے ۔ . . . کسی زبان کا سرمایہ اتنا وسیع ہو کہ وہ
سارے معانی و مطالب جو عربی تفسیروں کی ضخیم مجلدات میں
بیان کئے گئے ہیں غرضقو ط الفاظ میں ادا کر دئے جائیں کہا یہ
کوئی معمولی بات ہے ۔ . . . گو اس کی تفسیر میں مطالب
کے لحاظ سے کوئی جدت نہیں تاہم وہ بہرحال ایک غیر معمولی ذہن
و دماغ کا آدھ تھا بیچ بیچ میں بعض نکتے اس کے قلم سے پرے سارے
نکل گئے ہیں اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو اچھی خاصی چھڑ
ایسی جمع ہو سکتی ہے جسے اس کی تفسیر کی معنوی خصوصیت بھی

فیضی تفسیر کے التزام کے
باوجود مطالعہ کا لکھا ہے

قراردی جا سکتی ہے " (۱)

فہمی کی یہ تفسیر ہر اعتبار سے مکمل اور خاص اہم ہے اسے کسی بھی دوسری تفسیر کے مقابلہ میں آسانی سے رکھا جا سکتا ہے۔ تفسیر خوبصورت کے ساتھ ساتھ یہ ایک قابل قدر علمی و ادبی کارنامہ بھی ہے۔ فن تفسیر کے نقطہ نظر سے بھی اس میں کسی قسم کی خامی نظر نہیں آتی۔ جو لوگ اسے عجیب و غریب تصنیف اور انتہائی مشکل کتاب سمجھتے ہیں ان کا خیال بڑی حد تک صحیح نہیں ہے البتہ کتاب کا مقدمہ خاصا مشکل ہے خاص طور سے وہ عبارتیں جہاں وہ لوگوں کے نام اور اس قسم کی دوسری باتوں کا ذکر کرتا ہے لیکن اصل تفسیری عبارتیں کچھ بہت زیادہ مشکل نہیں ہیں تھوڑی توجہ اور محنت سے مطالب سمجھ میں آ جاتے ہیں۔

اس تفسیر سے عربی زبان کی حیرت انگیز سرما یہ داری کا بھی ثبوت ملتا ہے جس میں خدا کا آخری پیغام نازل ہوا اور اس پر فیض کی قدرت اور کمال انشاء پر داری کا بھی۔ ہندوستانی مفسرین کے کارناموں میں یہ کتاب ایک اہم کارنامہ ہے جس پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔

انوارالاسرار

شیخ عیسیٰ بن قاسم ہندی ۹۶۲ھ - ۱۰۲۱ھ

شیخ عیسیٰ بن قاسم ہندی دسویں گیارہویں صدی ہجری کے اہم لوگوں میں سے ہیں ۹۶۲ھ میں ہزار میں پیدا ہوئے۔ جس وقت یہ پیدا ہوئے ان کے والد کسی سفر پر گئے ہوئے تھے اس لئے ان کے چچا نے ان کا نام عیسیٰ رکھا جب والد واپس آئے تو انھوں نے نام بدل کر سلیمان رکھنا چاہا اس لئے ان کی والدہ نے خواب دیکھا تھا کہ حضرت سلیمان ان کے گھر آئے ہیں۔ لیکن پھر بھائی کے ادب کے خیال سے نام نہ بدلا۔ والد کے انتقال کے بعد یہ اپنے چچا شیخ طاہر کے ساتھ ہرہانپور چلے گئے انھوں نے وہاں اپنے چچا اور دوسرے بزرگوں سے کب فیض کیا۔ ان کے بہت سے شاگرد ہوئے ہیں جن میں خود ان کے لڑکے بھی شامل ہیں (۱) مصارج الاولیاء یہ کتاب کے متعلق لکھا ہے۔

" خلیفہ و مرید شیخ لشکر محمد عارف است جامع علوم ظاہر و باطن بودہ اصل او از سند است و از آئینہ آمد۔ در ہرہانپور سکونت گرفتہ و ہندی پورہ در ہرہانپور بنام اوست و شیخ لشکر محمد عارف کہ خلیفہ شیخ محمد فر۔ است بہ صحبت او از گجرات آمد۔ در ہرہانپور رحلت اقامت انداخت و راستی پورہ بنام بی بی راستی مشکوٰۃ اوست۔ و شیخ عیسیٰ مرد بزرگ و شخص متبرک بود و ہر مشرب او توحید غالب بود و تبع شیخ محی الدین عربی ہر کمال داشت و توحید را آشکارا گھٹی و کتب شیخ عیسیٰ الدین را درس و تدوین نمودی و مواضع مشکلا ترا توجیہات فرمودن۔

۵۸۲ھ

مختلف تذکروں میں ان کی بہت سی عربی و فارسی تصانیف کا ذکر ملتا

(۲) مصارج الاولیاء کا قلمی نسخہ پروفیسر

(۱) نزہۃ ۳۹۵/۵

خلیق احمد نظامی صاحب کے پاس موجود ہے۔

ہے مثلاً روضة الحسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی میں اسمائ الحواس الخمسہ شرح قصیدہ بردہ بالفارسی قبلۃ المذاهب الا ربعة فتح المہمدی ترجمۃ اسرار الوحی انوار الا سراری حقائق القرآن وغیرہ ۔ ان میں سے موخر الذکر میں کتابیں قرآن کریم سے متعلق ہیں الفتح المہمدی انہوں نے اپنے لڑکے کے لئے لکھی اسمیں انہوں نے متعلقات تقسیم سے بحث کی ہے اور مسائل کو آسان طور پر پیش کیا ہے لیکن یہ کتاب کم ہیں بھی نہیں ملتی ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات ملتی ہیں اسرار الوحی کا بھی کوئی پتہ نہیں چلتا ۔ انوار الا سرار کا بھی مکمل پانا ناممکن کوئی نسخہ باوجود تلاش کے الگ سے نہیں مل سکا البتہ اس کے بعض اجزاء نزہۃ الخواطر ۳۹۵/۵ اور مصارج الولاية ص ۵۸۲ میں نقل کیے گئے ہیں ۔ مصارج الولاية میں اعوذ باللہ بسم اللہ اور سورہ الحمد کی تفسیر کی عبارتیں نقل کی ہیں ۔ اسی کے بعض اجزاء نزہۃ الخواطر میں بھی موجود ہیں ۔ چونکہ مصارج الولاية بذات خود ایک نادر کتاب ہے اور جو کچھ اسمیں موجود ہے اسکا بہت کم لوگوں کو علم ہے اس لئے "انوار الا سرار" کے یہ اجزاء بڑی اہمیت رکھتے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی موجود ہے اسے بحسنہ نقل کر دیا جائے ۔ نزہۃ الخواطر میں لکھا ہے کہ اسکی ابتدا "یون ہے ۔

" لک الحمد یا من دعوتہ لطالبہ الی جمال غرہ فائزۃ الایوب "

اسکے بعد لکھتے ہیں ۔

" قال فی مفتتح ذالک الکتاب ہذہ مشاعل انوار الا سراری المشاہد الا بکار لتوہر میون الفحول الا حرار من رقبۃ التقلید والا کدار قد لا حت من حضرة القدیر علی المذہب الفقہر من غیر تامل وکسب بل انعم اللہ بعین غایتہ عند الکتابۃ و مرارا یقول لنفسہ ایہما الفضول الی لین تذهب اندری ما الکتاب وما الا یمان بظاہرہ وبیانہ فتقف ضدہ و تقول (ما اندری ما یفصل بین) قال لہم فی اللہ تعالیٰ فتوریت من سری (ما کست تدری ما الکتاب ولا الا یمان ولكن جملناہ نوراً نمدی

بالقسم ضد اهل الظاهر او الاخر وهو المشهور في كتبهم
واما ضد فوجه الاحكام ان التحقق والتبصير والالتباس
من مرتبة الالهية المقننة بذاتها حقائق العالم الصبر
ضاهيا باسم الله فاذا لم يتحقق توهم ان التحقق وغيره بذات الله
سبحانه وذات الله متعالية من ان ينسب وصف او يلحقه حدا
ويقيد اسم فانه هو الوجود المطلق واليمين البحت ومثيرة
من ان يحيط به علم او عقل او كشف ومثيرة من ان ينسب له
منه بالاطلاق والاعتناء التعمين لو يحدده صفة في جهة من الجهات
تعالى الله من ذلك علوا كبيرا وهو حق من كل شيء هوية و
حقيقة واطهر من كل شيء لينة وتحققا وله مراتب باعتبار تبسطه
على اعيان الممكنات وظهوره بمراتب الالهيات والمكانات
فادل منه تعين بذاته في ذاته هو الواحدية ثم الوحدة
تتقسم بتقسيم قوس الاحادية وقوس الواحدية ثم الواحدية
ايضا تنقسم بتقسيم ظاهر الوجود وظاهر العلم والحقيقة
اربعة بينهما والحد الفاصل بينهما حقيقة الانسان لا غير
من واجبات الاول الوجوب الذاتي والتأثير والفعل وغيرها
المسمى بالله وبها لا شراك النظم يطلق لفظ الله على هذه المرتبة
وعلى الوجود المطلق ايضا من غير ملا حظ مفهوم من المفهومات
ومن لوازم الثاني الاستعداد والقابلية والانفعال والتأثر
وغیرها المسمى بالغير واسم في الاصطلاح ثم المرتبة الموثرة
اذا ظهرت تفصيلا يسمى بها (الرحمن) الذي تعين بمراتبه وكمالاته
لاسم في جميع ممكناته ثم اذا تبلى الواحدية بالاحكام والآثار
بالمفيض القدس والنفس الرحمان عبارة عن تبسط وجوده
تعالى وامتداده على مراتب ممكناته فلما ان كلمات الانسان
عبارة عن تبسط نفسه على متارجه ويظهر من كل مخرجه بحسب

استعداده حروفاً ثم اذا اجتمعت الحروف يسمى كلمات
 كذا لك النفس الرحمان بسبب مروره وظهوره على مراتب
 يظهر من كل مرتبة بحسب استعدادها تعينات كلية وجزئية
 ثم باجتماعها يسمى مرتبة كلية اولية اوحاد مثالا وشهادة
 وشخصا جامعاً وليس لها في الخارج وجود يميزه عن تعيناتها
 خارجاً كالسلطنة مثلاً فان تعين كل سلطان مضمين في السلطنة وليس
 للسلطنة وجود متنازعه (الرحيم) الذي تجلى على الموضين
 برحمته الخاصة باعلاها اياهم هذه المراتب والمجالي
 التي ظهرت من كمال الاسماء الهية المقتصة للظهور بانه هو
 ساري كونه في جميع مراتبه ومراياه اوباعلاها الرجوع من
 النفسانية المذمومة الى تحقيقه في مقام العبودية اوباعلاها
 ان هذه المراتب باسرها كلها وجزءها سارية بالوجود في الكل
 باعتبار كل شئ في كل شئ اوظاهرة بالشهود في حقيقة
 الانسان الكامل المختار بكمالها تعان سائر المكونات اوباعلاها
 ان الانسان الكامل اذا بلغ غاية الكمال الممكن في حق البشري
 ذاته مدبرة بجميع المراتب والمراتب ويرى اوصافه سبحانه
 اوصاف نفسه سوى الوجوب الذاتى بمرتبة جمع الجوامع والاسرار
 لا يجوز كشفه الا لاهل الكمال البالغ في مرتبة الرجال -
 (الحمد لله) نور وجود الامكانيات بنور ذاته وتلا في لوح وجوده
 سر سوره ولما كان الحمد والتناء مترتباً على الكمال الحقيقي
 ليس الا الله سبحانه كان الحمد كله لله خاصة فعند اهل
 الظواهر تعريفه هو التناء باللسان على قصد التعظيم وله
 مراتب اربع ضد هم اما ان يكون تناء لعبده على حسن اقواله
 وافعاله او يكون تناء لعبده لسبحانه على كمالاته الواصلة
 اليه من الوجود والبقاء او يكون تناء له كقوله تعالى الحمد
 لله رب العالمين او يكون تناء لعبده على كمالاته

الظاهرة فيه باذن الله سبحانه فكل المحامد راجعة
اليه اما ضد اهل السلوك فستة اقسام فعلى وقول وحالى
من كلا الجانبين فاما القولى من العبد فبان يقول الحمد لله
موافقا للقلب ضد القول به واما الفعلى فهو الاتيان بالاعمال
البدنية من العبادات والخيرات ابتغاء لوجه الله وتوجها
الى جنابه الكريم لان الحمد كما يجب على العبد باللسان
كذلك بحسب كل عضو ذلك لا يمكن الا باستعمال كل عضو
عضولما خلق لا جله على الوجه المشروع عبادة للحق سبحانه
واقتدارا لا راحة لا طلبا لحفظ النفسانية من اللذة
المعجية فى الدنيا ومن الجنة والنعم فى الآخرة واما الحالى
فهو الذى يكون بحسب الروح والقلب كالاتصاف بكمالات العملية
والتخلق بالاخلاص والملكة والربانية من الرضا فى الطاعات
والجود ضد العطيات واما القولى منه سبحانه بان حمد
نفسه فى كتبه لا نبياته اى منزله من النقائق والفعلى منه
سبحانه بان يسلم افعاله من الشر المحض ففى ان تكرهوا شيئا
وهو خير لكم وعسى ان تحبوا شيئا وهو شر لكم والحالى منه
سبحانه بان يظهر فى الكل من المعانيات بالكل فى المحامد
والخيرات واما ضد اهل المعرفة الذى سفره وسيره من
نفسه الى ربه ستة اقسام ايضا وتصريف الحمد ضد هم ظهور
الكمالات لله تعالى فهو قولى وفعلى وحالى فاما القولى
من العبد فبان يعلم ضد المطلق اى نطق كان من النفس
او من غيره ان هذه كمالات ظاهرة من الحق بصفة الكمال
يعلم اليقين واما الفعلى منه فبان يتمكن من نفسه بحركات
كل عضو من اعضائه ضد التصرف والتصريف اى فعل كان
سواء كان من نفسه او من غيره ان هذه كمالات ظاهرة

بحواس السالك ويجوارحه (۱) بعين اليقين كما ورد في
 خبر الصحيح بن يسمع وبني يبصر وبني يطمش وبني يمشي
 واما الحالی منه فبان يتحول عن نفسه بالكيفية وبكل التصرف
 الى ربه لان يتصرف فيه بجميع حواسه وقواه وجوارحه
 بحسب الفرائض (۲) بحق اليقين كقوله تعالى ما رميت اذ رميت
 ولكن الله رمى واما القولی من الله سبحانه فبان يظهر
 كما لا شك الوجودية عن نفسه ويقول هو الاول والاخر والظاهر
 والباطن وهو بكل شئ عليم واما الفعلی منه سبحانه فبان
 ينسب اليه كل فعل والله خلقكم وما تعملون ما كان لهم
 الخيرة سبحانه وتعالى عما يشركون من نسبة الفعل الى
 الغير واما الحالی فبان يتلذذ بكل لذة يجدها الممكن بظهوره
 في مرتبة التفرقة ولعلك تقول ان الحق منزله واللذة من لوازم
 الممكنات المحذورات فكيف يضاف اليه فجاوبه الشافي انه
 من المتشابهات وستقف عليه قريبا في اول البقرة (۳) انشاء الله
 تعالى ولعلك لم (۵) تجد احدا يسبق لبيان هذه الاقسام
 الستة الاحيرة صارة وان سبق وجدانا واشارة - وههنا سر
 آخر كما لا يجوز كشفه لا يجوز كتبه من اهله وهوان في الحمد
 القول والفعلی والحالی معنى آخر اما في القولی فبان ينطق
 المعارف الخليفة بكل من يتكلم بالكلام الا زلي وغيره وفي
 الفعلی بان يفعل ويسمع ويبصر بكل من يسمع ويبصر والحالی ان
 يتلذذ بكل من يتلذذ من اللذات الملائمة للطبع ولعله لم يسبق
 به بيان هذه الاقسام الثلاثة من الحمد ايضا احد من قبل
 اوسبق ولم يبلغ اليها (۶) والله اعلم (۷) بالصواب -

(۱) "بحواس السالك ويجوارحه بحسب قرب الفرائض بعين اليقين" نزہة ۲۹۸/۵

(۲) "بن يطمش وبني يطمش" نزہة ۲۹۸/۵ (۳) "بحسب قرب الفرائض ايضا"

(۴) "التبصرة" ايضا (۵) "لا" ايضا

(۶) "لنا" ايضا (۷) نزہة الخواطر من يمين يمين في اسكن

بعد كل عبارت معاني الولاية سے ماخوذ ہے

الله أكبر الله أكبر لا اله الا الله والله أكبر وله الحمد على كل حال من قلبي و فاعلى وللجهنم ور من الصوفية في بيان معنى الحمد اربع مسائل جمع يجمع او تفرقه بتفرقه او جمع بتفرقه او تفرقه بهـ يجمع فالجميع فالجميع على الجميع ان يتقن وتعلم بالتبيين والفجلى الاول والثاني وما عليه من الشهور والاعتبارات اولا والحقائق الالهية والكونية ثانيا بالفيض الا قدس والتفرقة على التفرقة كما يظهر الحلق لكالات الخلق ويتبين الا حد جمال الاخر يعلمون بان هذا الجمال ظل من جمال الله تعالى بل منه و الجميع على اتفرقة بان يفيض وجوده على حقائق الممكنات واعيان الموجودات بالفيض المقدس والتفرقة على الجميع بان يكون جميع مراتب الوجود روحا ومثالا وجسماء حادده لحضرت الحق سبحانه قولا وفصلا وحالا بحسب استعدادهم وضدى ان حمد الجميع على التفرقة بان يرى الحق ذاته وصفاته مفصلة من رتبة السبب في مرايا جميع الصوالم والمراتب جميعا وفراى في عالم الشهادة وحمد التفرقة على الجميع بان يرى التفرقة الجمع في المراتب والمجالي وجوها آخروالقيت من الحصرة القدير على الصديق الفقير بمحض العناية وانتقدهر احدها حمد الجميع في تصرفه الكل على نفسه بان يرى الحق في نفسه كالاته مع ذاته في حقيقة جميعه مظهره تصرفه كلية انسانية وثانيها حمد تفرقه الكل على عين الجميع بان يرى الانسان اكامل جمع التعينات مع النفس عين الواحد وثالثها حمد تفرقة الكل على التفرقة المعلقة بان يرى انسان اكامل كل الكمال ذاته مدبرة بجميع التعينات والاعتبارات جامة بكافة يجمعها بحسب استعداد ذاتها دورا بها حمد بتفرقة المطلقة على تفرقه الكل بان ينحى جميع الممكنات والموجودات في ذات الانسان الكامل السالك فافهم ان كنت وارشد —

(الحمد لله) الحمد مصدر الحامد والمحمود بالمصروف والمجهول
فالحمد قد يكون من مرتبة الجمع على عين التفرقة فيكون الله
سبحانه حامدا لمرتبة الجمع ومحمودا بمرتبة التفرقة وقد يكون
بالمعكس فهو الحامد والمحمود في الحقيقة فحصلت تسعة وعشرون
قسما من الحمد فان صرحت هذه الاقسام من الحامد في الاسماء
التسعة وانتسعين حصلت تسعة وعشرون احادا وتسعة و
عشرون الفا ومعنى الاسم ما ذكرت الفا لا تفصل عنه حتى لم
يشكل عليك في الضرب بصفات عدمية كالسلام والقديس لله
(رب العالمين) الذي ربا هم بحسن الرتبة بظهوره من مرتبة
التفضيلة بالنفس الرحمان المعبر بالفيض المقدس طيس بلباس
العوالم من العقول والنفوس والافلاك والمناصر والمواليد
والنطفة والعلقة والمضغة الى تسوية جسد الانسان فانه ...
لم يكن خليفة بنا سبهم مكنونه وامكانه فاذا وجد الانسان تربته
احسن تربته واوفر ثمرتها بآي صورة فاحسن صورته ثم نفخ
فيه روحه والمعبر بالانكاسي بامهات الصفات في مائة
الا استعدادات وجمله سميما بصيرا عليما حيا قادرا مهيدا متكلما
متصرفا بجميع اعضاءه ثم هو الملك ربها ياء رجزا بجمعية
القلب من ربه ما يحتاج فهو الحمد الفاضل
والبرزخ الجامع بين الحق والخلق فانظر ما احسن برتبة
رب العالمين وما اتجب وما اشرف (الرحمن) الذي انبسط على
ايمان الممكن بنفسه بالرحمة الاساسية انوهمية لا يجاد
العالم في الخلافة المتوهم من غير اقتضا انما بقية ولا باضه
حق عليه بل من الله عليهم بالمنة الخاصة والرحمة العامة و
الشاملة للمسلم والكافر والملك والجن بل لكل ذرة من ذرات
الموجودات باقتضائى ورحمى وسعت كل شئ حتى يتخلف

مكرر

شكى من عبادة هذا الاسم وان تخلف من الله او من العارف بقوله
 تعالى ان كن من في السموات والارض الا الرحمن عبداً (الرحيم) الذي
 خص من بين العالمين الذين انفروا بالوجود بالنفس الرحمانى الموضى
 باطلا هم على مراتب ظهوره بظاهرو وشهودهم للكمال وتوجده
 وبرجوعهم بالاختيار الى حضرة باقتنائى آية الكمال الذى ينفقون
 ضد ما حظوا به (مايك) بتلكه جميع الاشياء المعقولات والمحسوسات
 اما المعقولات فسبحان الذى بيده الملك وهو على كل شئ قدير سوى
 الوجوب الذاتى فانه لا شريك له سبحانه ومن تملك شيئاً يتركه
 فيه برجوعه الى نفسه طوعاً بالقضاء الاختيارى او برجوعه الى جلاله
 كرها بالقضاء الاضطرارى او تبصره ببعض الاسماء فى مظاهره او تبصره
 بجميع الاسماء فى الانسان الكامل اسماً فى الدنيا وفى الآخرة تفصيلاً
 ولواءه باليوم الدان على ظهوره فى قوله القيامة (يوم الدين) اذ يظهر
 باسمه الظاهر امتهل بكلمات الاسماء والصفات تفصيلاً ويدرس معنى
 آخر وهو مالك يوم الدين بتلكه جميع العوالم بالخلافة انسانية
 المرادة المرادة من ايجاد العالم فى ظهوره الاسماء والالهية و
 الاعتبارات الكمية والتشبيه اليوم بالكمالات الظاهرة بكمال
 الاسماء ما احسن تشبيه افقار للخلقة لما اذا اخبرنا بتلك هو اقلنا
 ببواطن الاسماء الموجهة للرتبة وطوا هربنا بطلوا هرب الاسماء المقتضية
 للعظمة والجلال قلنا (اياك تعبد) من العبادة والمعبودية خاصة لك
 لا لغيرك لان كل عبادة راجعة الى الذات المعبود المطلق المنزه
 عن سمات انقاص والزوال يعقضى ان كل فى السموات والارض الا الى
 الرحمن عبداً ولم يقى فيه لما استقف عليه وتلبل ما ذكرناه آنفاً فالرب
 المطلق هو المحرك اعضاء الانسان من القلب والغالب بحسب
 الرتبة وكل ما كان محركاً لم يكن القس منه فى غير التحرك بحكم وقس
 يك ان لا تعبدوا الا اياه ثم العبادة التى هى حظ اهل الشروع و
 المعبودية التى هى حظ اهل الورع والطريقة والمعبودية التى هى

حظ اهل المعرفة بكليتها تنقسم قسمتين بسبعة ومركبة والا لزم تخلف
 المعلول عن طقة في وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون - اما
 البسطة فصا درة من كن فرد وافراد العالم من الحيوانات و
 النباتات والفاسق والكافر والاحمق والجاهل والمعرفة انحواس
 وهي التوجه الى حضرة الملك القدوس الموحد ببقائه واخذ فيه
 لان الا شيئا كلما احتاجت الى الا يجاد في الخارج كذا لك محتاجة
 الى البقاء بالتوجه القابل الى فيه وان كانت فافلة من فيها وعن
 قبولها - والمركبة فصا درة من كل تارك الانابة
 المد مودة - (واياك نستعين) حق الاستعانة منك حاجة حتى لا
 يكون في المباداة وقسمها حركة الا منك وبك وفي هذا بين الكلمتين
 اشارة الى التوحيد يعنى المباداة التوجه الدوام الى حضرة الحق
 والاستعانة عون الحق سبحانه لتعبد لميادته والعون عبارة
 عن حركة الحق بنفس السالك الى ذاته والنظر من اين تحرك والى
 اين وصل من نفسه بنفسه الى نفسه ولذا لك امر وبيان يدور بهم
 (اهدنا الصراط المستقيم) الذي ليس لانا نحرف فيه نصيب وهو الخروج
 من نفسه الى ربه بمشاهدة بيده عليه اسلام على ما امر الله سبحانه
 ونهاه فطلب الهداية للصراط المستقيم من العبدى طلب لا سماء
 والصفات تحلها وطلب الكامل من الهداية لا سماء والصفات تحققا
 وطلب المعارف من الهداية طلب الاسماء والصفات تحققا ولا نهاية
 بهذا - المراتب حتى يتوابعها فيصح لكل منهم اى المصلين الطلب
 والسؤال لعز يد - الحان والترقي في العال والصراط المستقيم
 على نوعين صراط مستقيم اسمائية وصراط مستقيم البنائية مكملة للخالف
 الى حضرة الحق فالدليل على الاول ما من راية الا هو آخذ بناصيتهما
 ان ربي على صراط مستقيم متوجهة الى ربه في بقاء بدوام توجهها
 اليه بغيضه فكل ما كان كائنا من الموجودات ما يدب على الارض

فالله آخذ بناصيتها تارك بقدر ما امره الله سبحانه وتشرّب
 وتكفروا تسلّم وطى هذا الطريق لم يوجد احد من هو طى الضلالة
 اوطى الصراط المستقيم فزال من لا يشاهد المضل في الضلالة
 فاد شاهد المضل في الضلالة فابن الضلالة فعدا ثمره ونتيجة
 الا مرالا يجادى في حضرة العلم فاد الحق هذا الا مرفى الخارج
 بالا مرالا يجابى يكون صراطا مستقيما لبيها لها (صراط الذين
 انعمت عليهم) ولذا قيد الله سبحانه بلم اذ لم يكن
 الا يجابى موافقا لمره الا يجادى لم يكن صراطا مستقيما صراط
 الذين انعمت عليهم لانهم المخصوصون بجميع الامرين في النسيب
 والشهادة وقل ما يقف على هذه الا سرار طى الوجه الا ليق
 والا حسن بل الا كثر من الطالبيين لعلم الحقائق يومون حوله و
 ويرجون بضيائه ولم يحرقوا العين نار العشق ويبرزون ان الامر
 واحد وكل الافعال صراط مستقيم فيقصون في الزندقة والهلاك
 او يكفون بضيائه النار ويقولون في النار حظ الهلاك والا حراق
 والا مرفلا تلقوا بايديكم الى التهلكة فاولى لنا ان نكشف بظواهر
 الشرح انه هو الصراط المستقيم ولم تحسبوا ان هذه الكذابة هو عن
 الهلاك في الشرك الحفى وكذا وقع صفتهم غير المضروب عليهم
 باختيار احد الشقين اى المبرهن على صراط المستقيم الا سعاد
 ولم يلتفتوا راسا الى الصراط المستقيم الا نبياى فالى غضب اعظم من
 عدم الوقوف بين اليمين فى الاسباب الظاهرية والمراتب
 الباطنية فان ارسال للرسول وانزال الكتب الى هذا الجمع بين
 الصراطين والا لم يكرر هذا الصراط بالصفة لان الاول هو ايضا
 صراط المستقيم براسه باعتبار الاسماء فان الصراط المستقيم
 للمضال توجه الى المضل وتوجيه الى غير الهداية لا اقتضاه المضل
 فى العلم وكذا المضل يقضى تبعه الضال لانه مظهره ومرآته

فافهم تبسّدك را شد انشاء الله بالجمع بين الصراطين او العاكفين
بظا هر الا سلام ولم يطلبوا حقيقة التي له مهبت في ظوا هر الا نبيا
وبوا طن الكتب المنزل عليهم فاما من تتبع قرآنا بادني تا مل او
تفكر في معانيه اقتضى طبعه ان يكون له معاني كثيرة بل ظاهره
ايضا شاهد على وحدة وجود با هتبار القرية كقوله تعالى هو الاون
والآخرون الظاهر والباطن واحاط به بجميع سماته بل السمات
امر كيته لا وجود له في الخارج كقوله تعالى اينما تولوا فثم وجه
الله ان الله واسع عليم - (ولا الضالين) بعدم الفهم من كل الجانبين
او الذين اکتقوا باسم الايمان والا سلام ولم يعلموا هو من اركان
الا سلام وما يجب على المسلم وما يكره له وتضمن ان يكون الصالحين
الحائرين بالحرف الا ولي المذمومة في الوحدة الوجود لغیر ملازمة
شيخ كامل واقف لمسائل علمه ومسا لك رشده او الضالين القانعين
بالا نر من العون الحقيقي في تدبير العالم وتصريفه او الضالين بالتقليد
لا باثم اما اينضا * السلف فكيف نتقدي لغیرهم ولم يعلموا ان آبا ثم
من اين اخذوا هذا الطريق او الضالين القانعين باآيات عن الصفات
بان راوا بعض مشاهداتهم الروحانية فظنوا انهم بلغوا غاية التوحيد
هو عين الكثرة - او الصالحين القانعين بالصفات ضمن الذات بان حببوا
با استعمال الصفات بالهوارج والقوى واكتفوا به وطنوا ان هذا هو عين
تجلى الذات اتخذ منهاه كثير لان فاتحة الكتاب مشتملة
على ما في الكتاب والكتاب مشتمل على ما في الكتب الا ربعة فمن يطبق
تفسره لكن على سهيل الا جمال نيت وعلى قدر فهم الطالب - (آمين)
كذا لك اس استجب الهفا ما كنا نعلم من معاني الحمد بالذوق والوجدان
وما تصرف من رب العالمين من معاني الرتبة بحسب الرتبة واحتملها
لا تحرمها منهما بعدم العرفان وما عجز من الرحمن الرحيم الامتانية
الصامة والوجوب الخاصة ارزقا منهما خطأ وافر او نصيبا كما ملا وما

نفهم من مالك يرم الدين من تبلى الاسماء والصفات اجمالا
 حول كن حالان وسليقه لجود رحنا وقوانا وتفصيلا في الآخرة
 اجعله راسما لنا وما نخدم من اياك نعبد من العبادات الذاتية
 والا سمائية والا فعالية اجعل لنا مقصودا من عبادتنا وما نبرج
 من اياك نستعين من الامانة والتوجه الى جمال ذاك الكارم اجعله
 عين حسن طفنا بك وما تثقل اهدنا من حق العبودية اجعله
 زاد عمرنا وعدة اهلنا وما نطلب من الصراط المستقيم من الجمع بينهما
 اجعله ايماننا واسلا منا وما ينهض من الصراط الذين انعمت متايغة
 ضمنا عملا واعتقادا وسائرا لا نبيا ايماننا واقرار افارزنا فانك خير
 الرازقين ما ينظر من غير المضبوط طيبهم من فقدان الغضب
 العو حشر من عين الجمع بالفرقة واجعله ظاهرا حالنا في الخلق
 وما لنا عند الحق وما تخيل من الضالين من عدم ابتداء الهداية الى
 ذاتك وصفاتك وآياتك جميعا فقها منه وارزقا اليكنا والحمد لله
 رب العالمين -

زبدۃ الثغلا سہسر

شوح عجمین الدین بن خاوند محمود کشمیری متوفی ۱۰۸۵ھ

عجمین الدین بن خاوند محمود (۱) مشائخ نقشبندیہ اور فقہائے حنفیہ

میں سے تھے کشمیر میں پیدا ہوئے اور اپنے والد سے کسب علم کیا اس کے بعد دہلی گئے اور شیخ عبد الحق دہلوی کے شاگرد ہوئے۔ ایک عرصہ تک ان سے فقہ اور حدیث کا درس لیتے رہے تحصیل علم کے بعد کشمیر واپس لوٹے اور گدی نشین ہوئے۔ ان میں امور اور افتاء میں لوگ ان سے رجوع کرتے تھے بڑے بڑے علماء ان سے مشورہ کرتے تھے امراء بھی ان کی قدر کرتے تھے۔ ہزاروں آدمی آپ سے بیعت تھے۔

ان کی کئی تصانیف کا ذکر ملتا ہے فتاویٰ نقشبندیہ کمر السعادات فقہان مسائل میں رسالہ رضوان جس میں اپنے والد کے حالات و کرامات وغیرہ بیان کئے

میں شرح القرآن فارسی میں اور زبدۃ الثغلا سہر عربی میں۔ اس کے علاوہ انہوں نے

صحیح البخاری کی بھی کتابت کی تھی۔ ان کا انتقال ۱۰۸۵ھ میں کشمیر میں ہوا۔

زبدۃ الثغلا سہر قرآن کی مکمل تفسیر ہے۔ اس کے تین نسخوں کا پتہ چلتا ہے

دو ہندوستان میں اور ایک کیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں (۲)۔ ہندوستان

میں اس کا ایک نسخہ ایشیا ٹک سوسائٹی بنگال (۳) میں ہے دوسرا خدا بخش لائبریری

پٹنہ (۴) میں۔ کیمبرج والے نسخہ میں اس کا نام تفسیر اور انگنویسی لکھا ہے چونکہ

یہ تفسیر اور نگزب کے نام معنوں سے اس لئے ممکن ہے کسی نے اس نسبت سے اس

کا نام یہیں لکھ دیا ہو۔ فہرست میں اور جو تفصیل لکھی ہے وہ بھی ہندوستان

کے نسخوں سے ملتی ہے صنف کا نام لکھنے میں بھی غالباً فہرست کے صنف کو دھوکہ

ہوا ہے انہوں نے عجمین الدین بن صدر لکھ کر انہیں خواجہ خاوند محمود نقشبندی

کا شاگرد قرار دیا ہے پٹنہ والے نسخہ کی عبارت سے مطلب پوری طرح واضح ہو جاتا ہے

(۱) ایک مفصل حالات کیلئے ملاحظہ ہو (۱) نزہۃ الخواطر ۶/۴۰

(۲) خزینۃ الاصفیاء (۲) حقائق الخفیہ ص ۲۱۱

(۲) Hand list of Muhammeden Manuscripts by Brown No. 319(a)

(۳) Catalogue of Arabic MSS Asiatic Society by Ivanow No. 106

(۴) No. 291.

اس میں ان کا نام اس طرح سے لکھا ہے "مبین الدین بن صدر مستند الا رشاد و
 الهدایة جامع لموت الخصائص والولایة زبدة العارفین قدوة الحقیقین وار - الانبیاء
 والمرسلین خواجہ خاوند محمود النقشبندی العلوی الحسنی " -
 سیدھے سادے انداز کی تفسیر ہے اس بات کی کو شکر کی ہے کہ مختصر طور
 پر آیات کے معانی و مطالب ذہن نشین کر دئے جائیں - اس کی ابتدا "ہوں ہوئی ہے -
 " الحمد لله الذی نزل کتابہ الذی ہونا مع الادیان والہا فی
 فی عدلہ الی القرائن الدوران وواعد لتالیہ العا مل بہ الصفران
 نسألہ ان یجعلنا من یتلوہ لنا اللیل والی لیلہ اطراف النہار حتی تخلص
 من عذاب النیران ویجوزنا علی الصراط بشارۃ القلن وینور قیورنا
 بمرج آیات الفرقان ویوصلنا فی روضة من ریاض الجنان ویرینا
 القصور والحدود الحسنان وینجینا من وساوس الشیطان " -
 اس کے بعد انھوں نے اپنا اور اپنے والد کا نام اور ان کی بزرگاتہ عظمت کا
 ذکر کیا ہے پھر کفر و الحاد کی تاریکیوں کو بیان کیا ہے اور اورنگزیب حکومت کو سراہا
 ہے اسے محافظ دین و ملت سلطان اعظم معظم و مہم کار و روافض کا قاتل دین
 حنفی کو زندہ کرنے والا اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنے والا اور شریعت کا پابند
 بتایا ہے - اس تصنیف و تخریص کے بعد اپنی اس تفسیر کو ان کے نام مہنون کیا
 ہے پھر اس تفسیر کا نام بتلایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس نام سے اس کی
 تاریخ بھی نکلتی ہے -

یہ پوری تفسیر محفوظ اور اچھے حال میں ہے لکھائی بہت صاف ہے ہر
 صفحہ پر جو طرفہ منہرا حاشیہ ہے عام طور سے کتاب متن کی عبارت سرخ روشنائی
 سے لکھتے ہیں اور شرح و مطالب سیاہ سے مگر اس کتاب میں اس عام روایت کے خلاف
 سیاہ روشنائی سے متن اور سرخ سے مطالب لکھے ہیں (۱)

سورہ " الحمد کی تفسیر کے بعد لکھتے ہیں
 " ان الله تعالى ذکر فی هذه السورة المباركة من الاسماء
 الحسنی خمسة اسماء الله والرب والرحمن والرحیم والمالک
 ویسال الصمد من الله تعالى خمسة اشياء بمضمار صریحا
 (۱) یہی انداز کہیں والے نسخہ کا بھی ہے -

وبعضها ضما العبادة والا استعانة والهداية وعدم الغضب
وعدم الضلالة انبعاذة في مقابلة اسم الله لا نه اسم مخصوص
للذات الواجب الوجود والعبادة ايضا مخصوص له مع والاستعانة
في مقابلة الرب لان الرب بمعنى العربي اذا ربي شخصا مظلوما
يطلب استعانتة من العربي واهدانا السراط المستقيم في مقابلة
الرحمن لان الرحمن صاحب الرحمة العامة الشاملة لجميع الموجودات
وغير المصوب عليهم في مقابلة الرحيم لكونه رحيمًا على العباد
والمعروم يطلب من ابراهيم ان لا يغضب عليه ولا الضالين بحداء
ما لك لا نه مالك الملوك والملوك يلتصق من المالك ان لا يضل الله
اعلم بالصواب" ۱

سورہ ۱۰ اعراف کی دوسری آیت میں فلا یکن فی صدورک حرج ضہ (۱) کی تفسیر
میں لکھتے ہیں -

" فلا یضیق قلبک بما یلا غ ما ارسلت بہ لتذکر ای انزلناہ لتذکر "
سورہ توبہ میں فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا (۲) کی تفسیر اس طرح کی ہے -
" ای فلیضحکوا قلیلا علی فرحمہم یتحلفم فی الدنیا ولیبکوا کثیرا فی
العتیق کما قال علیہ السلام لو تعلمون ما اعلم لضحکم قلیلا ولکتیم کثیرا "

انہوں نے اپنی تفسیر میں دوسرے مفسرین کے حوالے اور اقوال نہیں دیے ہیں
بلکہ خود ہی مختصر انداز میں مطالب بیان کر دیے ہیں جس اور پہچان بخشن کہیں
نہیں ہیں تمام مسائل کو بفسر کس الجہن اور طوالت کے بیان کرتے ہیں -

سورۃ الجمعہ کی تفسیر اچھی کی ہے جسہ کی اہمیت وعظمت بیان کی ہے
نماز جمعہ کس جگہ پڑھو سکتی ہے کتنے لوگوں کی جماعت ہونی چاہئے وغیرہ

پرانیہ کے اختلافات اور ان کے اقوال بھی بیان کر دیے ہیں -

سورۃ المدثر میں لفظ مدثر (۲) کی تفسیر یوں کی ہے -

" ای المتلف بنہا ب من الد نار و هو ما یلہس فوق الشعار والشعار
التوب الذی یلی الجسد کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الا نصار شاری

والناس وشاری

سورة الفجر میں " ارم ذات العماد " کے متعلق لکھتے ہیں

" فی انطول کان طول الطویل ضم مایة ذراع " اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ قرآن کریم لوح محفوظ سے اُپڑا ہوا ہے۔ دنیا پر آگیا تھا۔

" لیلۃ الحکم والفضل یقضی اللہ عزوجل فیہا قضاء السنۃ والقدر

و المعنی انزل اللہ القرآن جملة واحدة فی لیلۃ القدر من اللوح

المحفوظ الی السماء الدنیا ثم نزل بہ سبئیل علیہ السلام علی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلاث وعشرین حنفہ

سورة الاخلاص میں " الصمد " کے یہ معنی لکھے ہیں ۔

" الصمد الذی لا جوف لہ یعنی الذی لا ہا کل ولا یشرب وقیل

الکامل فی جمیع صفاتہ واتصالہ وقیل الصمد الباقی بعد قضاہ

خلقہ وقیل الصمد الذی لہی فوقہ احد وقیل الذی لا یستریہ

الافات وقیل الذی لا یمیلہ "

اس تفسیر کے دو نسخے جو ایشیا ٹک سوسائٹی بنگال اور خدا بخش لاہوری

پٹنہ میں پائے جاتے ہیں تھوڑے سے اختلاف کو چھوڑ کر یکساں ہیں ابتدا

دشون کی ایک ہے لیکن خدا بخش والے نسخہ میں شروع کی سطروں کے بعد

ما لکھ کر مدح ہے اور کتاب کو اس کے نام سے معنوی کیا ہے ایشیا ٹک سوسائٹی

کے نسخہ میں ما لکھ کر مذکور نہیں ملتا ہے خاتمہ میں بھی اختلاف ہے خدا بخش

کے نسخہ میں خاتمہ کی عبارت یہ ہے ۔

" الحمد لله المبین المہمود الذی وفقی لا تمام تحریر زبدہ

تفا سیر من جہد المبین فی ہوم عشورین من رجب المرجب سنة الف

واحدی وحبیبین ارجوا من قرا هذا التفسیر الشریف ان لا ینسوا

فی دما ثم المستجاب "

ایشیا ٹک سوسائٹی کے نسخہ میں خاتمہ کی عبارت یوں ہے ۔

" الحمد لله حمد اکثر اقد وقع تالیف ہذا التفسیر المشتغل

فی مرام الاضحاب من اللہ قضاہ والا ضحاب المحقوی علی زبدہ

اقوال المجتهد بن الحسن مآب فی تفسیر القرآن مع الایجاز الحال
من الاخلال وفی تفسیر الفاظہ المرجوہ ان تكون منزلة السامة
والاکلال وفی تحقیق معانیہ ومسجزہ معانیہ مع التخلیص
القاری من الامال وفی کشف وجوہ غرایس الفرائد مع الاقتصار
عن طرفی الاکتار والاقلال "

اس کے بعد کتابت کی تاریخ یہ لکھی ہے -

" تمام شد زیدة انتقا سیریعون اللہ تعالیٰ بروز یوم الرابع
بوقت ظہر صورت سرانجام یافت ۱۱۵۰ ھ "

مدرجہ بالا اختلاف کے علاوہ دونوں نسخے ایک ہی انداز کے ہیں کچھ
کی فہرست میں اس تفسیر کے متعلق یہ لکھا ہے

" A Commentary on the Quran entitled Tafsir
Awrangzibi by Muiruddin b. Saad, one of
the disciples of Khwaja Khwand Mahmud an-
Naqshbandi-ak-Alwi al-Husayni.

Fine large Naskh, text in black, commen-
tary in red, headings in gold and blue.
The running commentary is brief. Dated
1075/1664-5" (1)

مدرجہ بالا حوالہ میں اس کی تاریخ کتابت ۱۰۷۵ ھ ہے ایشیا کی موسائش
والے نسخہ میں ۱۱۵۰ ھ ہے اور خدا بخش کا نسخہ ۱۰۷۱ ھ ہے شیخ حسین الدین
کی وفات ۱۰۸۵ ھ میں ہوئی ہے اس طرح سے ۱۰۷۱ اور ۱۰۷۵ ھ والے دونوں نسخے
ان کی زندگی میں کیے ہیں -

اس کا ایک اور قلمی ٹونک میں حکیم محمد عرفان خان صاحب مرحوم کے کتب خانہ
میں بھی ہے - اس میں ۱۰۷۱ ھ صفحات ہیں ۲۵ حوال ۱۲۹۴ ھ کی کتابت ہے -
اس کے کاتب محمد الکریم خوشنویس ہیں - یہ نسخہ بھی مکمل ہے اس کی ابتدا اور
اختتام ایشیا کی موسائش والے نسخہ کے مطابق ہے اور نگزب کے نام مثنوی ہے
(معارف مارچ ۶۷ ھ میں کشمیری اور ان کی تصانیف

لوقا ضی محمد عمران خان)

زبدۃ الثغابیر للقدماۃ المشاہیر

شیخ الاسلام بن قاضی عبد الوہاب گجراتی متوفی ۱۱۰۹ھ

شیخ الاسلام کے والد قاضی عبد الوہاب فوج میں قاضی تھے جب ان کا انتقال ہوا تو عالمگیری نے ان کو ایسی عہدہ پر فائز کیا۔ یہ بڑے زبردست عالم اور مشہور حنفی فقیہ تھے۔ اہمندیاری۔ دیہانت۔ ذکاوت حسن عمل صدق و اخلاص ورع و تقویٰ اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر ان کے کردار کے نمایاں پہلو تھے۔ اپنے عہدہ کا کام نہایت اہمندیاری سے کرتے تھے بادشاہ کے سامنے بھی سجائی پر قائم رہتے تھے عالمگیری ان سے بہت متاثر تھا اور ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ ۱۰۹۵ھ میں بادشاہ سے اجازت لے کر حج کے لئے گئے وہاں سے واپس آ کر احمد آباد میں قیام کیا۔ جب عالمگیری کو اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے ان کو دوبارہ اپنا عہدہ قبول کرنے کی پیشکش کی مگر انھوں نے صاف توہیناً کی زندگی کو ترجیح دی اور اس عہدہ کو قبول نہ کیا۔ ورع و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ان کو اپنے والد سے ورع میں دولا کہ اشرفی پانچ لاکھ روپیہ قیمتیں جواہرات اور بہت سا دوسرا سامان ملا تھا مگر انھوں نے سب فرمایا و فقراۃ ہر قسم کر دیا محض یہ سوچ کر کہ اس کے والد خدا معلوم اس دولت کو کس طرح جمع کیا ہو۔ (۱)

رامپور کے کتب خانہ میں اس تفسیر کا قلمی نسخہ موجود ہے اس میں ۷۳۷

صفحات ہیں ۱۰۹۳ھ کی تصنیف ہے۔ اسکی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

”الحمد لله الذی انزل القرآن شفاء لما فی الصدور ورحمة

للمؤمنین وصدق ما بین یدہ وهدی وموعظة للمعتقین“

خود اسکی تصنیف کے متعلق لکھتے ہیں

”اما بعد فبقول اضعف عباد الله الملك التواب شیخ الاسلام

بن قاضی القضاۃ عبد الوہاب ابنہ غیر حافیۃ علی ذوی عقول

صافیۃ ان علم التفسیر من اجل المطالب وامنہا و اشرف العارِب

(۱) نزہۃ ۱۱۱/۶ • مزید حالات کے لئے (۱) مآثر الابرار • مصنفہ شاہ نواز خان

(۲) مآثر عالمگیری مصنفہ مستند خان (۲) منتخب اللہاب خانی خان •

واعلاها فانه رئيس المعلوم الدينية ورأسها وبنی
قواعد الشرع واساسها وقد وقع في ذهنی الملیل ضد تلاوة
کلام الله الجلیل ان اجمع من تفا سير المتقدمین اعلى الله
درجتهم في اعلى طبقتین مختصرا یبین القاری علی فهم
المعانی ضد قراة القرآن مختصرا فی تبیین المعانی علی معنی
روایة ابی حفص بن سلیمان وبنی آیات الاحکام علی
مذهب الامام ابی حنیفة النعمان ومورد اغالها للتوجيه
الواحد السهل البیان فشرعت فیما اردت بحیل توفیق الله
الکبر الشعال فیتیسر الا تمام بینه سنة ثلث وتسعین والف
المجریة علی احسن الضوال وسمیته بزهدة التفاسیر للقدماء
المشاهیر والممول من لطفه المصمیم ان یوفقنا للعمل بمقتضى
کلامه الکریم فانه علی ما یشاء قد یروبها لا جابة جدير

یہ نسخہ بہت ہی خوبصورت خط میں ہے شروع کے دو صفحے منہری
سطروں کے درمیان لکھے گئے ہیں قرآن مجید کی آیات سرخ روشنائی سے اور تفسیر
سیاہ سے ہے۔ سورتوں کی ابتدا بھی منہری سطروں کے درمیان ہے علامات
سجدہ ربع نصف ثلث وغیرہ بھی حاشیہ پر منہری دائروں میں ہیں۔ پہلے
قرآن مجید کی آیت لکھی ہے اس کے بعد تفسیر ہے تفسیر میں اختصار کو ملحوظ
رکھا ہے۔ "رب العالمین" کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"الرب فی الاصل بمعنی التربة ثم وصف به للعالمیة"

کا لمدل "ص ۴"

"فثم وجد الله (۱) کی تفسیر یوں کی ہے۔

"قلبة التي رضى بها المعنى لكم اذا ضم ان تصلوا فی

المسجد الحرام فقد جعلت لكم الارض مسجد افصلوا فی ای

بقعة شئتم من بقاعها وافصلوا التولية فیها فان التولية

ممکنة فی کل مکان وعن ابن عباس رضی الله عنهما نزلت

فی صلوة المسافر علی الراحلة اینما توجهت " س ۲۲

کہیں کہیں ہر شان نزول بھی بیان کی ہے جھوٹے جھوٹے جملوں سے تفسیر بیان کی ہے اور آیتوں کے مطالب بہت آسان زبان میں بیان کئے ہیں مختلف سورتوں سے متعلق جو قصے ہیں ان کا بھی تذکرہ کر دیا ہے مثلاً اصحاب بقیل کا قصہ ارم ذات العماد وغیرہ کا۔ سورۃ الکوتر میں "الکوتر" کی تشریح میں لکھتے ہیں

" هو نهر فی الجنة احلی من الصل و اشد بیا عا من اللبن

و ابرد من الثلج ^{والسین} من الزبد حافقاه من الزبرجد و اوانیة

من فصة " س ۲۳

" صوز ثان " اسوقت نازل ہوئیں جب نبی صلعم پر یہودی لڑکیوں

نے جا دو کر دیا تھا لکھا ہے۔

" نزلت الصوز ثان لما سحرت بنات لہود الیہودی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم فی وثرہ احدی عشرة مقدرة و سس

فی بیرقرض علیہ الصلوة والسلام فاعلمہ اللہ بذالک و

بمحلہ فاحضر بین یدیه صلی اللہ علیہ وسلم و امر بالتموز

بالسورثنی فکان کلما قرا آیتہ یحما انحلت مقدرة و وجد خفة

حتی انحلت المقدرة کلما و اقام کانتا نشط من عقال " س ۲۴

وہ قصہ بھی نقل کیا ہے جس میں ہے کہ حضرت یوسف کہیں جا رہے تھے

راہ میں انھیں ایک اندھی مغلوک الحال عورت نظر آئی ہو چھنے پر اس نے بتایا کہ

وہ زلیخا ہے حضرت یوسف کا دل بھرا یا اس سے کہا کہ اپنی حاجت بیان کرو

اس نے تین خواہشات بیان کیں پہلی یہ کہ اسکو آنکھیں مل جائیں دوسری

جمال واپس آجائے تیسری یہ کہ حضرت یوسف اس سے شادی کر لیں آپ نے

پہلی دونوں خواہشات کے لئے اللہ سے دعا کی اور وہ پوری ہوئیں مگر تیسری سے

انکار کر دیا اسے میں اللہ کا حکم آگیا اور آپ نے شادی بھی کر لی۔ اسی قسم

کے قصے ایک دھرجہ پر اور بھی آگئے ہیں۔

" و هو الد الخصام " (۱) کی تفسیر یوں کی ہے۔

" شد ید الحصوة لک و هو اخضر بن شریف کان منافقا

حلوا الكلام انه تعالى بين ان الذين يشهدون شارع الحج
 فريقا كافر وهو الذي يقول ربنا آتانی الدنيا حسنة و
 مومن وهو الذي يقول ربنا آتانی الدنيا حسنة وفي الآخرة
 حسنة بقى الخافق وقد ذكره فی هذه الآية وشرح صفاته
 واقعاله " ص ۴۲

چونکہ اس تفسیر کو یہ سوچ کر ہی لکھا گیا تھا کہ پڑھنے والوں کی سمجھ
 میں زیادہ سے زیادہ مطالب آسکیں اس لئے اسمیں اشکال کس بھی جگہ نہیں رو
 گیا ہے انتہائی سادگی اور اختصار کے ساتھ مطالب بیان کر دئے ہیں جہاں ہر
 تشبیح کی ضرورت نہیں ہے وہ جگہ ایسی ہی جہوڑ دی ہے بعض جگہوں پر ربط
 آیت کے لئے ایک آدھ لفظ بڑھا دیا ہے اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے ۔
 " تمت هذه الكتاب بمون الله الملك الوهاب "

نواقب التزئیل فی انارة الناء وبل

ملا طی اصفر بن عبد الصمد قسوی متوفی ۱۱۴۰ ھ

مصنف کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق تک پہونچتا ہے قسوی میں ۱۰۵۱ ھ

میں پیدا ہوئے اور وہیں اپنے بڑھے سید محمد حسین قسوی مولانا صمت اللہ سہارنپوری محمد زمان کااوری اور دیانت خان سے کسب علم کیا آخر میں مولانا لطف اللہ کی شاگردی اختیار کی اور علم کے انتہائی مدارج طے کئے۔ شیخ پیر محمد لکھنوی سے طریقہ چشتیہ حاصل کیا اور دستار خلافت پائی قسوی واپس آئے اور لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر تدوین علم و فن میں لگ گئے۔ نواب صدیق حسن خان نے "تقصار جہود الا حرار من تذکار جنود الا برار" میں لکھا ہے۔

"جامع بود میان علم و شریعت و طریقت در علم سلوک و تصوف کتابھا دارد ہم در شعروہم در نظم و تفسیری نوشتہ بقایت متین و مختصر و فاضل نواقب التزئیل است" (۱)

لطائف العلیہ فی معارف الالہیہ تبصرہ المدارج ریاض العارف اور نواقب التزئیل وغیرہ ان کی اہم تصانیف ہیں۔ نواقب التزئیل جلالین کے انداز پر ہے۔

ایک عرصہ تک لوگوں کو تسلیم و تربیت دینے کے بعد ۱۱۴۰ ھ میں انھوں نے اس دار فانی کو خیر باد کہا۔ آزاد بلگرامی نے یہ مصرع تاریخ و غات لکھا ہے (۲)۔

شد نہاں آفتاب صبح علوم

۱۱۴۰ ھ

رام پور کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ اس میں نویں صفحے میں ابتدا یہ ہے۔

(۲) مآثر الکرام ۲۵۱

(۱) ص ۱۸۹

مزید حالات کے لئے — نزہۃ ۱۸۷/۶ (۲) مآثر الکرام ص ۲۵۰

(۳) حقائق الحنفیہ ص ۴۳۸

” الحمد لله المعلم الحكيم الذي انزل على عبده كتابا فاتحه
الصبح المثالي والقرآن العظيم وخاتمة الاحكام اذ به
من شرا الوسواس الشيطان الرجيم هدى وذكرى لعباده
الذين وفقوا بالسلوك الى الصراط المستقيم ”

خود کتاب کی وجہ تصنیف یہ لکھی ہے ۔

” فبعد ما بلغنى الكبرونا هزت العشرة التي ورد به الخير البهت

ان اتألق الى وجوه اعجاز القرآن مما اوما اليها عجز المجتهد من

من فصحاء مدنان وتقاصر ضما هم مصاقع الخطباء من من بيني

فحطان التي يتكفل بكشف القناع ضما للذان مستودعات فصولهما

لا تتضح الا ما يستروا زناد خا طروقاد ولا تكشف اسرار جواهرها

الا لبصرة ذي طبع نقاد ضما ولت التفكير في ما حث علم التفسير الباحث

من حقائق التزويل والكاشف من ضما لتطائفه على سبيل التسهيل ” س ۲

شروع کے چار صفحات میں اپنی تصنیف کی ضرورت اہمیت اور انداز کا ذکر کیا

ہے ۔ اس کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر لکھی ہے ۔ یہ بحث بھی کی ہے

کہ یہ سورۃ الفاتحہ میں داخل ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ محض حصول

برکت اور فضل کے لئے ہے اس سلسلہ میں روایتوں اور علماء کے اقوال سے ہر ایک کی

ہدایت کا ثبوت پیش کیا ہے نہیں صلعم سے روایت ہے کہ بسم اللہ فصل سورۃ کہلاتے ہیں ۔

” من ابن عباس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يعلم

فصل السورة حتى ينزل بسم الله الرحمن الرحيم فاذا انزلت

عرف ان السورة قد ختمت واستقبلت او ابتدأت سورة اخرى ” (ورق ۵ ب)

اس قسم کی اور بھی بہت سی روایات نقل کرنے کے بعد اپنا اتفاق اسی رائے

سے ظاہر کیا ہے اس کے بعد اسکی فصل تشریح کی ہے ۔ الرحمن الرحیم کی تشریح

میں زجاج سیبویہ صراح اور تاج وغیرہ کے اقوال نقل کئے ہیں ۔ اس تفسیر کو

دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ملا علی اصفہانی وفتی اعتبار سے معمولی قابلیت

کے انسان نہ تھے بلکہ تحقیق و تدقیق میں دلچسپی رکھتے تھے اور بہت محنت و

ذہانت سے کام کرتے تھے ۔

انہوں نے اپنی تفسیر کا اندازہ رکھا تھا کہ سارے قرآن مجید کی تفسیر

سات نابقون " میں بیان کریں گے۔ پہلا " ناقہ " سورة الحمد کی تفسیر پر مشتمل ہے جو مکمل ہو گیا تھا " الناقہ الثانیہ " جس میں سورة بقرہ اور آل عمران کی تفسیر بیان کرنے والے تھے غالباً مکمل نہ ہو سکا یا یہ کہ انھوں نے مکمل کیا اور بعد میں ضائع ہو گیا۔ بہر حال اس وقت جو نسخہ موجود ہے وہ ذالک الکتاب کے بعد اس صارت پر ختم ہوتا ہے۔

" ذالک اشارة الى الم المذكور قبلہ ہا لمولف من
ہذہ الحروف "

ان کا کیا ارادہ تھا اس کے متعلق خود لکھتے ہیں
" وقد رت ان اجملها مجمعا على سبعة نواقب متركبا بعد د آیات
السمع الشانی والقرآن العظیم ومثیضا بالسمع الطوال والحوامم
ولانها اکثر الاعداد ذکرًا واستعمالًا فی القرآن ضد القراء وغيرهم
واصحابی لما كانوا مستجلین وبشوائف الاقتراح مفرجین الى ان
انزلهم اولا تفسیر الفا تحہ فی مختصر طمدہ لیکون لهم ضارا یتھونہ
ومنا لا یقتدونہ " ورق ۲

بسم اللہ کی تفسیر کے بعد سورة الحمد کی تشریح کی ہے۔ یہ پندرہ صفحات پر مشتمل ہے اس کا انداز بھی اچھا ہے اور پوری وضاحت کے ساتھ الفاظ کی تشریح کی ہے اور معانی و مطالب کو بیان کیا ہے۔ حدیثوں سے بھی مثالیں اور اقوال پیش کئے ہیں اور دوسری تفسیروں کے بھی حوالے ہیں۔ تفسیر بیان کرنے کے بعد اس سورة کی اہمیت اور اس کے مفہوم کو سمجھنے کی ضرورت پر لکھتے ہیں۔

" فمن علم تفسیر ما کان من علم تفسیر جمیع ما فی الکتاب الخزلة
وقال وقد وجہ ذالک بان العلوم التي لا حقوی علیہ القرآن و
قامت به الا دیان علم الاصول ومدارہ علی معرفة اللہ وصفاته
والیہ الا اشارة برب العالمین الرحمن الرحیم ومعرفة النوات
والیہ الا اشارة بالذین انعمت علیہم ومعرفة العباد والیہ الا اشارة
بمالک يوم الدين وعلم العبادات والیہ الا اشارة بماک تعبد و
علم السلوک وهو حمل النفس علی الآداب الشرعیة والا نقیاد برب

البرية واليه الاشارة باياك نستعين اهدنا الصراط المستقيم
وعلم القصص وهو الاطلاع على اخبار الامم الماضية وقرون السابقة
ليعلم المطلع على ذلك سعادة من اطاع الله وشقاوة من عصاه
والله الاشارة بقوله صراط الذين اقممت عليهم غير المضروب
عليهم ولا الصالحين " ورق ۲۶ = ۲۶ ب

سورہ " الحمد کی تفسیر کے بعد انھوں نے " اعجاز القرآن " سے متعلق مسائل
مسائل پر بحث کی ہے ۔

مسئلہ جس کے طرف انھوں نے توجہ کی ہے وہ " نزول قرآن " کا ہے لکھتے ہیں

" اختلفوا في كيفية انزاله من اللوح المحفوظ والاصح الا شهر
انه نزل الى معاوية الدنيا ليلة القدر ثم نزل بعد ذلك منجما
في عشرين او ثلث وعشرين او خمس وعشرين على حسب الاختلاف
في مدة اقامته صلى الله عليه وسلم بعد الفتح " (ورق ۲۷ ب)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کتنی مقدار حضرت جبریل علیہ السلام
لے کر آتے تھے اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے
کہ قرآن کریم حسب ضرورت نازل ہوتا تھا آیات کی تعداد متعین نہ تھی البتہ
بعض لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں اور آیتوں کی تعداد متعین کرتے ہیں مگر وہ
صحیح نہیں ہے ۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ نزول وحی کی کیفیت کیا ہوتی ہے بعضی کس طرح
سے وہ آنحضور معظم تک پہنچتی تھی ۔ اس میں بھی لوگوں کو اختلاف ہے بعض
لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبریل کو الہام کرتا تھا اور وہ آنحضور
کے پاس لاتے تھے ۔ بعض کہتے ہیں کہ فرشتہ انسانی شکل میں آکر پیغام الہی
آپ کو سناتا جاتا تھا بعض کہتے ہیں کہ گھنٹی کی سی آواز آتی تھی بعضوں کا یہ
خیال بھی ہے کہ خواب میں آیات آپ پر نازل ہوتی تھیں ۔

چوتھا مسئلہ یہ کہ کون کون سی آیات مکی ہیں اور کون سی مدنی ؟

پانچواں مسئلہ ترتیب نزول کا ہے چھٹا مسئلہ جمع قرآن اور ترتیب قرآن
کا ہے ساتواں مسئلہ ان سات حروف سے متعلق ہے جسکی بنیاد ان صحیحہ کی روایت

کی روایت "نزل القرآن على سبعة احرف" ہے
 اس کے بعد انھوں نے آلم کی تفسیر بیان کی ہے اس سلسلہ میں اسکی اور
 اس قسم کے دوسرے حروف مقطعات کی تفصیل لکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ سب
 آیات متشابہات میں سے ہیں ان کے معنی کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں
 لکھتے ہیں۔

"وليعلم ان المقطعات في اوائل السور من المتشابهات لا يعلم
 تاويله الا الله كما قيل ان لكل كتاب سر وسر القرآن فوائح السور"
 (ورق ۲۳ ۲۴)

اس میں مصنف نے بہت سی اہم باتیں اور مسائل پر بحث کی ہے قرآن مجید
 اور اس سے متعلق موضوعات پر احادیث و اقوال کی روشنی میں مفصل طور پر لکھا ہے
 اور اپنی اس تصنیف کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی ہے۔

قرآن القرآن بالبیان

شیخ کلیم اللہ جہان آبادی ولادت ۱۰۶۰ ھ وفات ۱۱۴۱ ھ

یہ مشائخ جنت میں بڑی اہمیت رکھتے تھے ۱۰۶۰ ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے سلسلہ نسب کلیم اللہ بن نور اللہ بن محمد صالح المہندس السدیقی ہے اپنے زمانہ کے اساتذہ سے کسب علم کیا پھر حجاز گئے حج و زیارت سے شرف یاب ہوئے اور ایک مدت تک وہاں رہے طریقہ چشتیہ شیخ یحییٰ بن محبو گجراتی سے حاصل کیا نقشبندی طریقہ کو بھی اچھی طرح سے سمجھتے تھے اور اس کا علم انھوں نے خواجہ میر محترم سے حاصل کیا تھا جن کا سلسلہ عبداللہ احرار تک پہنچتا ہے طریقہ قادریہ سے بھی واقف تھے اور اس میں ان کے شیخ حضرت محمد غیاث سندھی تھے علوم و فنون اور مشہدات و طریقت کی باتیں سیکھنے کے بعد ہندوستان لوٹے اور درس و تدریس کے کاموں میں لگ گئے۔ ان کے بزرگوں کو فن تعمیر میں بڑی مہارت تھی خصوصاً ان کے دادا محمد صالح اپنے دور کے بڑے اہم انجینئر سمجھے جاتے تھے۔ جامع مسجد لال قلعہ اور تاج محل کی تعمیر میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ شیخ کلیم اللہ کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں قرآن مجید کی تفسیر "قرآن القرآن بالبیان" "کشکول" "المرق فی الرقی" "التکسیر" "سواء السہل" "المشیرۃ" "الکاملۃ" "الرد علی الشیعۃ" شرح قانون اور مکاتیب کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ مکاتیب سے ان کی زندگی اور سماجی حالات نیز عقائد وغیرہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ۱۱۴۱ ھ میں ان کا انتقال ہوا اور دہلی میں خانم کے بازار میں دفن ہوئے۔

مآثر الکرام میں سن وفات ۱۱۴۲ ھ ہے (۱)

قرآن کریم کی یہ تفسیر شیخ کلیم اللہ نے ۱۱۲۵ ھ میں لکھی۔ اس تفسیر کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں دو نسخے حیدرآباد میں میری نظر سے گزرے۔ ایک آصفیہ لاٹھری میں (۲) دوسرا ضمانیہ یونیورسٹی لاٹھری میں (۳) ضمانیہ

(۱) حالات کے لئے نزہۃ ۶/ ۲۴۰ مآثر الکرام ص ۴۲ تاریخ مشائخ چنیت ص ۲۶۶

(۲) ۱۲۴-۱۲۹

ک ق

(۳) ۹۸

ہندوستانی والے نسخہ میں کاتب کا نام نور محمد ولد ملا مرین محمد لکھا ہے کتابت
رجب ۱۲۵۰ ہجری ہے۔ پہلے صفحہ پر جمال الدین قطبی کے نام کی دو مہرین
لگی ہیں حاشیہ پر جا بجا نوٹس بھی ہیں آصفیہ کے نسخہ کے کاتب اور سن کتابت
کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ تفسیر الگ سے کتابیں شکل میں شائع نہیں ہوئی ہیں۔ البتہ
شاء رفیع الدین صاحب کے اردو ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر ۱۲۹۰ ہجری میں مطبع
احباب نے اسے شائع کیا ہے۔

اسکی ابتدا "ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

" الحمد لله الذي نزل الفرقان على عبده فهو نور على نور هدى
بنوره من شاء من عباده من الفهم الى الحضور والصلوة والسلام
على النور الاتم محمد صلى الله عليه وسلم وعلى آله واصحابه بدور
الد جی شعوس النظم "

شیخ صاحب حمد و ثنا کے بعد تفسیر شروع کرنے سے قبل اپنا مذہب اور تفسیر کی
تاریخ تحریر اور نام یوں بیان کرتے ہیں

" اما بعد فهذه ملقنة من تفاسير الصلوة على الملة الحنفية
البهضة كفاية تصالي القرآن سميتها بقرآن القرآن بالبيان و
انا الفقير كليم الله بن نور الله الحنفى مذمبا والصوفى مشربا
وكان ذاك في شهر سنة الف ومائة وخمسة وعشرين من
هجرة النبي عليه من الصلوة ازكها ومن التلخيصات "

اس کے بعد بسم الله الرحمن الرحيم کی تفسیر اس طرح سے کی ہے۔

" هي من الفاتحة ضد الشائعي لا ضد مالك وابو حنيفة لم
ينص بشئ فظن انها ليست بها والاسم من المخدوفة الاعجاز
زيدت همزة الوصل في اوله ولم يقل بالله فرقا بين الهمين
والتيمن وطولت الباء عوضا عن الالف الساقطة لكثرة الاستعمال
الله اصله الى اليهود وهو كالمسلم لذاته المخصوصة المعهودة
بالحق الرحمن الرحيم مما لفتان في الرحمة وهي رقة القلب واردة

الخبر والا ول خاص اللفظ وعام المعنى وهو ابلغ من انشاها
وهو مكسہ *

ان کی تفسیر اپنے سلیجھے ہوئے انداز اور اختصار کی وجہ سے خاص
اہم سمجھی جاتی ہے اور اسے ان کا بڑا کارنامہ قرار دیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ
حنفی تھے اس لئے تفسیر میں بھی انھوں نے نظر کو ملحوظ رکھا ہے مسائل کی توضیح
میں اس کا اندازہ جلالین کا سا ہے۔ اس میں جس قدر اختصار کے ساتھ عبارتوں کی
تشریح کی گئی ہے مشکل ہی سے کہیں اور ملے گی بعض جگہوں پر تو محض دو تین لفظوں
ہی سے پوری مطلب کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں یہ اختصار لہجاری انداز کا ہے۔
جس سے مفہوم کی وضاحت پوری طرح سے ہو جاتی ہے۔

"تلك الرسل فصلنا بعضهم على بعض" (۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"بشيء مع الاستواء في امر الرسل"

"منهم من كلم الله" (۲) کی تشریح یوں کی ہے۔

"اي وكلمه الله وهو موسى ومحمد علي الطور وعلي الصرش ليلة

الصراح واما كلم الله فلقب موسى بعن الكرامة لانه تعالى

كلمه وهو سمع وكلم موسى مع الله وهو سمع" سورة نبي اسرائيل

کی آیت "ولا تجعل يدك مغلولة الي عنقك وتبسطها كل البسط

فتقصد ملوما محسورا" (۱) کی تفسیر یہ لکھی ہے۔

"امر بالاقتصاد بين الاسراف والتقتير وبمثل لمنع الشحيح والاعطاف

المصرف اي لا تمسك يدك عن الا نفاق كل المسك ولا تمد يدك غاية

المد في الاعطاف فتقصد بعد الخصلتين ملوما على الاول محسورا على

الاول محسورا على الثاني اي منقطعا لا شئ ضدك"

بہت سی آیاتیں اور مختلف سورتیں حالات اور واقعات کے پیش نظر نازل ہوئی ہیں

یعنی ہر ایک نشان نزول کچھ نہ کچھ ضرور ہے مصنف نے بہت سی جگہوں پر

سبب نزول کی طرف اشارہ کیا ہے اور واقعہ بھی نقل کر دیا ہے۔ مثلاً

” الذین ینفقون أموالهم باللیل والنهار سرا وعلانية فلهم اجرهم

ضد یم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون ” (۱) (بقرہ)

میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے

” نزل فی الصدیق صدق لعشرة آلاف دنہار باللیل وبمشرة

فی النهار وبمشرة فی السور وبمشرة فی العلن وقیل فی العریض

کرم اللہ وجہہ لم یحک الا اربعة صدق کل واحد منها ”

سورہ ” احلام کی شان نزول یہ ہے ۔

” سألوه صلی اللہ علیہ وسلم عن وصف الرب الذی یدعوا

الناس بمعبادتہ فنزلت قل هو اللہ احد النح ”

قرآن کریم نے بہت سے طویل واقعات کی طرف محض اشارے کر دیے

میں تاکہ لوگوں ذہن اس طرف منتقل ہوں اور وہ اس کے انجام اور جو کچھ

پیش آ یا اس پر غور کریں ۔ مثلاً سورہ ” فیل میں ابرہ کے واقعہ کی طرف اشارہ

ہے کہ اس نے ضحاک میں ایک عہد تعمیر کیا تھا اس کو جو اہرات اور دوسرے قبیلے

پتھروں سے مزین کیا تھا تاکہ لوگ کعبہ سے ہٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ

مگر جب ایسا نہ ہوا تو پھر اس نے کعبہ پر حملہ کیا مگر اس کا انجام جو کچھ ہوا

خود کلام پاک میں اس کا ذکر موجود ہے ۔ اس واقعہ کا ذکر مکمل طور پر مصنف نے

کر دیا ہے اس طرح سے اصحاب اخذ و کا واقعہ بھی بیان کیا ہے ۔ اس کے

ملا وہ اور بھی بہت سے واقعات کا ذکر کیا ہے

غرض یوں تو اختصار کو پیش نظر رکھا ہے لیکن کسی ایسی بات کو نہیں

جھوڑا ہے جس سے واقعات کی کڑیاں ملائے میں دقت پیش آئے اور ہائیں

گھجک ہو جائیں ۔ اس طرح سے بہت سے جگہوں پر حد نہیں بھی ایسی بات

کے ثبوت میں پیش کی ہیں الفاظ اور لغت کی بحثیں بہت کم ہیں ۔

اگرچہ یہ خود بہت بڑے صوفی بزرگ تھے لیکن ان کی تفسیر میں اس رنگ کی

جھلک بھٹک نظر آتی ہے ان کی یہ تصنیف سہد ہے سادے انداز میں کلام

پاک کی توضیح ہے اختصار اس کی مخصوص شان ہے ۔

سورہ مرسلت کی شروع کی آیات کی تفسیر میں عام طور سے لوگ
 ہوا میں کیے جلتے اور بادل لا کر برساتے کا ذکر کرتے ہیں۔ شیخ صاحب نے اس
 کے ساتھ دوسرا مفہوم بھی نکالا ہے لکھتے ہیں۔

”والمرسلات ای اقسام یا لعلکة المرسلات الی الانبیاء بالشرائع
 عرفا بالاولیٰ وامروالتواہی ضد التکرر موصولہ اولالریاح المرسلۃ
 الی املاک الاعداء بالتواہی والتواہی فالصفت صفا ای
 الملائکۃ الممارعات فی امتثال الاوامروالتواہی سرعۃ
 اولالریاح التي تعب بالشدۃ ہوبہا لقہر الاعداء والنشرات نشوا
 ای الملائکۃ النشرات للشرائع نشوا اولالریاح التي تشر السحاب
 لا مطار“

اس تفسیر کا اختتام اس عبارت پر ہوتا ہے۔

”سبحان ربک رب العزۃ علما یصفون سلام علی المرسلین
 والحمد للہ رب العالمین وصلى اللہ علی سید الکونین
 محمد وآلہ واصحابہ برحمتک یا ارحم الراحمین لا الہ
 الا اللہ محمد الرسول اللہ“

تفسیر صفیر

ابوعبد اللہ محمد بن علی اصغر ثوبی ۱۱۷۸ ھ

بہت ہی مختصر اور سادہ انداز میں قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ ڈاکٹر زبید احمد نے اس تفسیر کو لاہور میں قرا دیا ہے مگر ڈاکٹر کی کاظمیہ لاہور میں اس تفسیر کے ساڑھے چار پارے موجود ہیں۔ کتاب کے شروع میں ایک چھوٹا سا مقدمہ لکھا ہے جس میں اپنا نام ابوعبد اللہ محمد بن علی اصغر بتایا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں "لما کان علم التفسیر الذی عرفوہ بانہ علم یعرف بہ کتاب اللہ المنزل علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم اشرف العلوم لشرف موضوعہ الذی هو العروة الوثقی وضایعہ التي هی السعادة القوی فالاشتغال بمشغالی بہ افضل الاشتغال بالآخرۃ والا ولی فاننا مع قلة بضاعتی وعدم طاقتی ایضا اردت تفسیرا صغیرا ینجح حاجتی ضد قرأتی وتلاوقی لیکون وسیعۃ الی رضوانہ فی دنیاہی و آخرتی رب اشرح لی صدری و یسر لی امری و اھدنی الی طریق الحق"

مقدمہ کے بعد انھوں نے تفسیر شروع کی ہے۔ انداز بہت ہی مختصر اور سادہ ہوا ہے سورۃ الفاتحہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"ہی السبع الخانی لانہ سبع آیات تشق فی کل صلوۃ"

لسم اللہ کے متعلق لکھا ہے۔

"لہست جزءا من الفاتحۃ وغیرہ بل آیۃ نزلت لفصل بین السور"

"مالک یوم الدین" کی تفسیر یوں بیان کی ہے۔

الجزء وهو یوم النقیۃ ان ینصرف فیہ کیف یشاء وهو سبحانه موصوف بذالک ایدا فاضافۃ تعید تعریفا فصیح وقویۃ صفة للموفۃ وتحصیر هذا الیوم لتعظیہ ولما کان الاثنی بحال العبدان لا یحظہ فی وقت عبادتہ و عاظمہ حاضرا ناظرا کما قال

علیہ السلام واحد ربک کانک تراء فان لم تکن تراء فانه یراک "
 سورہ * بقرہ میں جہان حرام و حلال کا ذکر کیا ہے وہاں " وما اهل به
 لفسر اللہ (۱) " کی تفسیر اس طرح کی ہے ۔

" ذیح علی اسم غیرہ والا ہلال رفع الصوت وقصر الحرمة علی
 ما ذکر اضافی بالنسبة الی ما استحلوه لا مطلقا "

مسائل والی آیتوں کی تشریح کرتے وقت شافعی اور حنفی مسلک کا ذکر بھی کر دیتے
 ہیں ۔ اگر کوئی آیت کسی دوسری سے منسوخ ہوئی ہے تو وہ بھی لکھ دیتے
 ہیں مثلاً " الحر بالحر والمعد بالمعد والانثی بالانثی (۲) کے بارے میں
 امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا اختلاف ہے لکھتے ہیں ۔

" فالشافعی لا یقتل الحر بالمعد ولا الذکر بالانثی ملاً یحذرہ

الآیۃ و ابوحنیفۃ یقتل ویقول ہی منسوخۃ بقولہ تعالیٰ النفس

بالنفس "

قرآن کریم میں جو وافصات بیان کئے گئے ہیں ان کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں
 حضرت مہرگن پرورش کے صلیح میں جو باتیں ہوئیں ان کے متعلق بھی لکھا ہے
 " روى ابيها لما ولد لها حملتها الي المسجد ضد الاخبار قالت

خذوا هذه النذيرة و غروا فيها جيعا لانها كانت بنت اماهم
 فقال ذكرها لما احق بها ضدي خالتها فابوا الا بالقرعة وكانوا

سبعة وعشرين فانطلقوا الي النمر فالتقوا فيه اقلامهم فطفق قلم

زكريا فتكلمها وبني لها عرفة بسلم لا يصعد اليها غيرہ "

اسی طرح سے ضروری تشریح اور اہم باتوں کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں
 اس بات کا بہت خیال رکھا ہے کہ عبارت مشکل اور طویل نہ ہونے پائے اختصار
 کا یہ عالم ہے کہ بڑی سے بڑی آیت کی تشریح میں بھی بیکار باتوں سے اجتناب

کر کے محض ضروری امور کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں ۔ سو * اور نعتنا * " (۳)
 کی تفسیر میں لکھتے ہیں

(۱) سورہ * بقرہ آیت ۱۷۳

(۲) سورہ بقرہ آیت ۱۰۸

(۳) سورہ بقرہ آیت ۱۶۹

" انما یا مرمک بالمو * ما خفی من الآثام والفحشاء ما ظهر
منها وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون من تحریم الحلال و
تحلیل الحرام "

" واثبیرا ما تتلوا ایضا طین علی ملک سلیمان (۱) " کی تشریح میں

لکھتے ہیں

" فی زمان سلطنتہ من السحرفانہم کانوا یسرقون السع و
یعمون الیہ اذا ذہب ویلقونها الی الکعبۃ فید ولفونها ویعلمون
الناس السحر وافشا ذلک فجمع سلیمان الکتاب ورفنہا فلما مات
رلت الشیاطین علیہا الناس فاستخرجوها فوجدوا فیہا اسحر
فقالوا کان السلیمان ساحرا سخر الجن والانس بہ فتعلموها
وترکوا کتب انبیائہم "

مقام ابراہیم کیا ہے اس کی متعلق لکھتے ہیں

" الحجر الذی قام علیہ ابراہیم ضد بناء الکعبۃ لیتمکن من رفع
الحجارة ففاضت فیہ قد ماء "

اس تفسیر کی ابتدا * ان الفاظ سے ہوتی ہے -

" الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب شفاء ورحمة بشیرا
ونذیرا وصلى اللہ علی سیدنا و مولانا محمد آلہ وصحبہ وسلم
تسلیم اکثر کثیرا "

آخری آیت جس کی تفسیر اس کتاب میں ہے وہ یہ ہے -

" ستجدون آخرین یریدون ان یاضوکم ویاضوا قومہم "
(سورۃ نساء رکوع ۹)

عبارت میں ربط طریقہ سے ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے -

" کلما ردوا الی الفتنۃ دعو الی الشریک اراکسوا فیہا

تفسیر مظہری

قاضی تہا اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ ھ

قاضی تہا اللہ شیخ جلال الدین شمانی کی اولاد میں سے تھے اپنے دور کے بہت اہم عالم متقی اور پرہیزگار تھے سلسلہ نسب حضرت عثمان بن عفان تک پہنچتا ہے۔ ان کی پیدائش پانی پتی میں ہوئی قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے شہر کے علماء سے تھوڑے عرصہ تک عربی کی تعلیم حاصل کرتے رہے اس کے بعد دہلی گئے اور شاہ ولی اللہ سے کسب علم کیا حدیث کی سند لی اٹھارہ سال کی عمر میں فراغت حاصل کی پھر شیخ عابد شمانی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے ان سے طریقت کی تعلیم لی اور قضاۃ قلب کی منزلیں طے کیں۔ اس کے بعد مرزا مظہر جانجاناں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقہ مجددیہ کے آخری مراحل طے کئے۔ مرزا مظہر جانجاناں کو ان سے بہت تعلق تھا انھوں نے آپ کو علم الہدی کے لقب سے نوازا تھا وہ کہہ اگرتے تھے کہ ان کی عظمت و ہیبت میرے دل پر چھا گئی ہے ان میں ملکوتی صفات موجود ہیں ان کی دیانت داری اور تقویٰ قابل ذکر ہے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے ہدیہ طلب کرے گا تو میں ان کو اسکی خدمت میں پہنچا کر دوں گا۔ شاہ عبد العزیز دہلوی نے آپ کو بیہقی وقت کا لقب دیا تھا جو آپ کے علم و فضل کے عین مطابق تھا۔ اپنے دور میں تقویٰ اور دیانت داری میں منفرد تھے عبادت و ریاضت میں ان کی مثال مشکل سے ملے گی روزانہ قرآن کریم کی ایک منزل اور سور کھتین نماز مراقبہ اور ذکر و فکر کی مشغولیتوں کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اس کے درمیان دوسری مقدمات کے فیصلے اور لکھنے پڑھنے کا کام بھی کرتے تھے۔ ان کی اہم تصانیف میں تفسیر مظہری ما لا ید شہ السیف العلول ارشاد الطالبین تذکرۃ البحار حقیقۃ الاسلام وغیرہ ہیں (۱)

قاضی نثار اللہ صاحب کو ایک ایسی مکمل تفسیر کی ضرورت محسوس ہوئی جس میں الفاظ کی تشریح اور معانی و مطالب کی وضاحت کے علاوہ احکام و عقائد کے بارے میں زیادہ وضاحت سے لکھا جائے۔ عام طور سے ان کے زمانہ تک عربی زبان میں جو تفسیریں رائج تھیں وہ زیادہ تر متوافقی کی لکھی ہوئی تھیں۔ بیضاوی اپنے دقیق اسلوب اور علمی نکات کی وجہ سے درس میں داخل تھے لیکن بیضاوی میں عبارت کا اختصار و رموز و اشارے کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ منف چونکہ مذہب شافعی ہیں اس لئے فقہی مباحث میں حنفیوں کے نقطہ نظر کی وضاحت نہیں ہوئی۔ ہندوستان کے باشندے زیادہ تر حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے طلباء کو اس کے مطالبہ میں بڑی الجھنیں ہوتی ہیں۔ قاضی صاحب نے انہیں حالات کے پیش نظر قرآن مجید کی مفصل تفسیر دس جلدوں میں لکھی۔ اور اپنے پیرو مؤید حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے نام پر تفسیر منہری اس کا نام رکھا۔ اس کتاب میں انہوں نے ضروری تفسیر کے ساتھ مسائل کی تشریح میں حنفیوں کے نقطہ نظر کو مدلل طور پر پیش کیا ہے۔

پہلی جلد سورہ الحمد سے سورہ بقرہ تک ہے دوسری آل عمران سے سورہ النساء تک تیسری سورہ المائدہ سے سورہ الاعراف تک چوتھی سورہ الانفال سے سورہ التوبہ تک پانچویں سورہ یونس سے سورہ الاسراء تک چھٹی سورہ الکہف سے سورہ النور تک ساتویں سورہ الفرقان سے سورہ الاحزاب تک آٹھویں سورہ السبا سے سورہ محمد تک نویں سورہ الفتح سے سورہ التحریم تک دسویں سورہ الملک سے سورہ الناس تک۔ ہر جلد کے شروع میں اس حصہ سے متعلقہ منامیں اور مسائل کی تفصیلی فہرست ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر سے کتاب شروع ہوتی ہے۔ ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ سورہ فاتحہ اور اس کے دوسرے نام کہا ہیں اور کس وجہ سے ہیں کتاب کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے

”فاتحة الكتاب وام القرآن سميت بها لانها اصل القرآن فيها

يبدأ وهي السبع المأني لانها سبع آيات بالافتاق و

تنش في الصلوة وقيل انزلت مرتين بمكة والمدينه والا صح

انها مكية قبل سورة حجر“ ص ۲۱

پھر یہ بحث کی ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے یا علحدہ ہے
پھر اس سے جو فقہی مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کا ذکر کیا ہے اور حنفیوں کے مسلک
کی تائید میں احادیث نقل کی ہیں۔ اختلاف قرأت سے بھی بڑی بحثیں کی ہیں
اور مختلف قاریوں کے طرز قرأت کا ذکر کیا ہے۔

کچھ کہیں صوفیانہ اصطلاحات کی جانب بھی اشارے ہیں مثلاً "ہدی
للمتقین کی تشریح میں مشہور حدیث نقل کی ہے جس میں مشتبہ چیزوں سے بچنے
کو پرہیزگاری کی نشانیں قرار دیا ہے اس سلسلہ میں دل کا ذکر ہے کہ اگر وہ صالح
ہے تو سارا جسم درست ہے اور اگر وہ خراب ہے تو سارا جسم فاسد ہے اس سلسلہ
میں صوفیانہ اصطلاحات کا ذکر کر دیا ہے فرماتے ہیں

"صلاح القلب المذکور فی الحدیث هو الصبر یا صلاح

السوفیة بخلاف القلب وهو اول مراتب الولاية" ص ۱۰۰

تفسیروں میں بہت سی روایات اسرائیلیات داخل ہو گئی ہیں جن میں
قرآن مجید کے قصص کی تشریح میں پیش کیا جاتا ہے۔ قاضی صاحب نے ان روایات
کی تردید کی ہے اور ان کی کمزوری واضح کی ہے مثلاً ہاروت و ماروت اور چاہ بابل
کے سلسلے میں جو قصے تفسیروں میں درج ہیں کہ فرشتوں نے انسانی معاصی
پر اعتراض کیا اس پر ہاروت و ماروت دو فرشتے انسانی جذبات و خواہشات
کے ساتھ دنیا میں بھیجے گئے انھوں نے پہلے شراب زنا قتل اور شرک کا ارتکاب
کیا اور اس اور اسکی سزا میں سخت عذاب میں مبتلا ہوئے اسکو نقل کر کے قاضی صاحب
لکھتے ہیں

"هذه القصة من اخبار الاحاد بل من الروایات الضعیفة الشاذة

ولا دلالة علیها فی القرنین بشئ وفی بعض روایات هذه القصة ملأ بالاد

بماء النمل والمقل وثمة النقل لم یصحوا هذه القصة

ولا اثبتوا روايتها قال العاصی ان هذه الاخبار لم

یرونها شئ صحیح ولا سقیم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وهذه الاخبار من كتب اليهود واقتراهم " ص ۱۰۰-۹

اس موقع پر صوفیانہ نکات بھی بیان کئے ہیں۔

" لعل المراد بالملکین القلب والروح وحاشا لدعاف عالم
الا مروانما ذکر الاتین مع انها حمسة لا رادة القصد دون
العدد السبعین والمراد بالمرء النفس الضعيفة
من العناصر فانها الا مارة بالسوء " ص ۱۰۹ ج ۱
حنفی نقطہ نظر کی وضاحت کا اندازہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقتباس کافی
ہوگا آیت قصاص کے ذیل میں لکھتے ہیں

" هل یقتل المسلم بالکافر الذی فی فقال الشافعی وأحمد لا
یقتل احتجاجاً بحدیث ابن جحيفة عن علی لا یقتل
مسلم بکافر رواه البخاری ورواه أحمد بلفظ لا یقتل مومن
بکافر وروی الشافعی عن عطاء وطائوس
والحسن ومجاهد مرسلان رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال يوم الفتح لا یقتل مومن بکافر " ص ۱۸ ج ۱
اس طرح کی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد حنفیوں کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہیں
کہ کافر ذمی کو اگر کوئی مسلم قتل کرے تو اس کے قصاص میں اسے بھی قتل کیا جائے
گاہ فرماتے ہیں

" ان المراد بالکافر فی قوله صلى الله عليه وسلم لا یقتل مسلم
بکافر فالمراد بالکافر هو الحربی لا غیر
وفتوی عثمان وعمر رضی الله عنهما کان بالرای ولذا اختلف
الجواب عن عمر رضی الله عنه وأما قید الاسلام فی حدیث
عائشة فقد وقع اتفاقاً واجتبح صاحب الهدایة طلی وجوب
قتل المسلم بالذمی بما روی ان النبی صلیم قتل مسلماً بذمی " ص ۱۸
" وأحل الله البيع وحرم الربوا " (۱) کی تشریح میں فرماتے ہیں
" البيع لغة مبادلة الثمن بالمال وكذا فی الشرع لكن

زید فیہ قید ان تراضی والصحيح ان التراضی ما خوذ فی
المعنى اللغوی ایضاً فانه ما لا يكون بالتراضی یطلق علیه
فی اللغة اسم الغصب دون البيع والمبادلة بالاختیار والتراضی

لا بد فيه من التميز ومن ثم انعقد الا جماع على انه " لا يبيع
بيع المجنون والصبي الذي لا عقل و اختلافاً في بيع الصبي
الصاقل فقال مالك والشافعي لا يبيع لقصور عقله وقال
ابو حنيفة واحمد يبيع لكن يشترط انضمام رائي الولي لدفع
ضرر عنه متوقع من قصور عقله وهذا الا اشتراط ناهيت بالشرع
قال الله تعالى " فليطبل عليه بالعدل " و
ذلك المبادىء لنشأ امر يحصل بالايجاب والقبول بلفظ
ما .. نحو بيعت واشتريت فان الشرع وضع تلك الا لفاظ
لذلك الانشاء ويقوم العاقلات مقام الايجاب والقبول
ضد ابن حنيفة ومالك رحمهما الله تعالى وهو رواية عن الشافعي
واحمد والراجح من مذهب الشافعي انه
لا ينعقد بالتعاطي - قلنا التعاطي يدل على التراضي كالقول
وهو المقصود " ^١

اس موقع پر بیع کے بارے میں ضروری مباحث کے بیان کے بعد ربوہ کی تشریح کی
ہے۔ لکھتے ہیں

" الربوہ فی اللغة الزيادة قال الله تعالى ويرى السرقة
والمنع الله تعالى حرم الزيادة في القرض على القدر المدفوع
والزيادة في البيع لا حد لها بل على الآخر قال جمهور العلماء
هذا معنى " ص ۲۹۹

اس کے بعد اپنی رائے اس طرح سے بیان کی ہے

" قال السيد الضعيف عفا الله تعالى عنه والنزاع منحي لئلا
آية الربوہ ليست بمجتمعة فان المجمل ما لا يدرك هناك بالطلب
والثامل بل من جهة الشرع فقط وهذا ليس كذلك - لكن فيه
نوع اشكال يظهر بالتامل وبيانہ ان الربوہ فی اللغة الزيادة
والزيادة عبارة عن فضل معلو على المائنة والمساوات وهي

ضد النجس والتعصب " صلیت۔

اس سلسلہ میں رہو گے تمام مسائل مختلف مذہبوں کے اس بارہ میں نظریات اور اس سے متعلق باتوں پر بڑی لمبی تحقیقی بحث کی ہے۔ علماء کے اقوال اور احادیث کے حوالے سب باتوں پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

اسی طرح سے "ولیطوفوا بالیت القیق" (۱) کے سلسلے میں لفظ عقیق کی تشریح خاصی تفصیل سے کی ہے فرماتے ہیں

"سعی عقیقا لان الله تعالى اعتقه من ایدی الجبابرة وقال ابن زید والیمن سعی لانه قدیم وهو اول بیت وضع للناس يقال دینار عقیق ای قدیم وقیل القیق مقال عتاق الخیل کرامها وعقیق الرقیق خروجه من ذل المبودیة الی کرم الحرمة والمختار ضدی قول صفیان بن عینیة انه سعی عقیقا لانه غیر مملوک

بشر" (ص ۶۲۳۵ سورہ * حج)

اس کے بعد طواف کے بارہ میں تفصیل سے مسائل بیان کئے ہیں غرض اس انداز پر جتنے بھی مسائل قرآن کریم میں ہیں مولانا شاء اللہ نے ان پر بحث کی ہے اور انہ کے اختلافات کو بیان کیا ہے اپنے نقطہ * نظر یعنی حنفی مسکب کو ہر جگہ پیش نظر رکھا ہے مسائل کی توجیہ اور مطالب کی توضیح اسی مسلک کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی ہے۔

سورتوں اور آیتوں سے جو مسائل نکلتے ہیں ان کا بھی ذکر کرتے ہیں

مثلا سورۃ الضحیٰ سے یہ مسئلہ نکالا ہے

"یحییٰ الشکر علی کل نعمۃ والشکر صرف النعمۃ فی رضا * النعم
فشکر نعمۃ العال سرفھا بالآ ص فی سہیل الحق وشکر نعمۃ
البدن اداء الواجبات والا بحساب من انما فی وشکر نعمۃ

العام والعرفان التعلیم والا رشاد " ص ۱۰۱

سورۃ الکونین " الکونین " کی تشریح میں لکھتے ہیں

" قال اهل النعمۃ الکونین فوعی من اکثرۃ کنوفل من النفل والعرب

تسعى كل شئ كنهر في العدد او كثر في القدر والخطر كثر ومن
هنا ما روى البخاري من طريق ابن بشر وعطاء بن السائب عن
سميد بن جبير عن ابن عباس قال الكثر الخير الكثير الذي
اعطاه الله لياه " ص ۱۰

اسکے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ روایت بھی نقل کی ہے جس میں آپ
نے فرمایا ہے

" انہ نہر عدد نبیہ رہی علیہ خیر کثیر و حوض یرد علیہ امتی
یوم القيامة اس " ص ۱۰

سرورہ النصر میں اسکی شان نزول اور اس سلسلہ میں احادیث و اقوال نقل کیے ہیں
سورۃ الاخلاص کی بھی اچھی توضیح کی ہے۔ " العدد " کے معنی حضرت ابن
عباس وغیرہ کی روایت سے یہ لکھے ہیں

" العدد الذی لا خون له اذا اخرج ابن جبر قلت لعلہ مہار
مما ینفذ الیہ العقول والارحام ولا یدرکہ الا فہام قال
ابو الوائل شقیق ابن سلمی هو السید الذی قد انتہی سودد عن
ابن عباس یعنی الذی قد کمل فی جمیع انواع السودد عن سمید
بن جبر ہوا کمال فی جمیع صفاتہ و افعالہ وقیل ہوا السید
انقصود فی الحوائج والمقصود الیہ فی الرغائب المستغاثہ
ضد المصائب یقال بعدد تہ اذا قصدتہ قال انقادة العدد
الباقی بعد قضاہ خلقہ قال عکرمہ العدد الذی لیس فوقہ احد "

۳۷۲/۱۰

اسی طرح یہ مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی فیصلہ کی رائے ان الفاظ میں دے

" ضدی معناه التحقیق المقبول قال فی القاموس العدد انقص
بالتحریک السید ۷ تہ یقصد واد خال الالام علیہ لا فادۃ کونہ
فی اجل درجات العدد و اعلاھا واکملھا " ۳۷۲/۱۰۰

تفسیر کے خاتمہ پر فرائض قرآن کے عنوان سے روایات و اقوال سے اس کی فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ اس کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے۔

”قال کان یقال اذا قرأ القرآن ضد المریض وجد لذلک

شفقة رواہ ابو عبیدہ و اللہ تعالیٰ اذلم۔ والحمد لله

رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ

و اصحابہ اجمعین“

فتح البیان فی مقاصد القرآن

نواب صدیق حسن خان گوجی

نواب صاحب بڑے ذی علم اور صاحب نظر مصنف تھے قرآن مجید کی تمام اہم تفسیریں قدیم و جدید ان کی نظر کے سامنے تھیں ان کی خواہش ہوئی کہ قدامت کی طویل تفسیریں پڑھیں لوگوں کے لئے دشوار ہیں اس لئے ایسی تفسیر لکھی جائے کہ جس میں گزشتہ مفسرین کے خیالات اختصار کے ساتھ آجائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعین عظام اور ائمہ سلف کی تشریحات مناسب ترتیب اور حسن سلیقہ کے ساتھ پیش کر دی جائیں۔ مقدمہ میں نواب صاحب نے عہد صحابہ سے لے کر اپنے زمانہ تک کے مفسرین کے نقطہ نظر اور اصول تصنیف سے متعارف کرایا ہے۔ روایت اور درایت کا مطلب سمجھایا ہے اس کے ساتھ تفسیر بالرائی کی حقیقت واضح کی ہے اور صحیح طریقہ کار پیش کیا ہے فرماتے ہیں۔

”ان التفسیر الذی ینفی الاعتداد بہ والرجوع الیہ ہو تفسیر کتاب اللہ جلّ جلالہ باللسان العربیة حقیقة ومجازا ان لم تثبت فی ذالک حقیقة شرعیة فان تثبت نہی مقدمہ علی غیرہا وکذا ان اذ اثبت تفسیر ذالک من الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وکذا ان اذ اثبت تفسیر ذالک من الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فہو اقدم من کل شئ بل حجة متبعة لا یسوغ مخالفتها لشئ آخر ثم تفاہم علما الصحابة المحتصین برسول اللہ صلعم فانه بعد کل الہد ان یفسر احدہم کتاب اللہ تعالیٰ ولم یسمع فی ذالک شئاً عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی فرض عدم السماع فہو احد العرب الذین عرفوا من اللسان دقما وجلما واما تفاہم غیرہم من التابعین ومن بعدہم فان کان من طریق الروایة نظرنا فی صحتہا سواء کان

العروى من الشارح اواهل اللغة وان كان بمحض الراءى
فليس ذالك بشئ ولا يحل التصك به ولا جملة حجة
بل الحجة ما قد بناء ولا نظن بعالم من علماء الاسلام
ان يفسر القرآن براءه " ص ۱۰ ج ۱

پھر لکھتے ہیں -

" و طالما يدورنى خلدى ان احرفنى التفسير كتابا يحتوى

على امرين (الرواية والدراية) على الوجه المعتبر غير

مشوب بشئ من التفسير بالرائى الذى هو من اعظم الخطر " (ص ۱۱ ج ۱)

اس کے بعد اپنے مقصد اور تصنیفی نقطہ * نظر کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے
امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر درخشور روایتی نقطہ نظر سے خاص طور
پر صاحب موصوف کے پیش نظر رہی ہے اس کے ضروری مطالب کے ساتھ دوسری
تفسیروں سے مناسب معلومات جمع کر دی ہیں ضعیف روایتوں کے ضعف کی
کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور متضاد روایتوں میں ترجیح کی صورتیں بیان کر دی
ہیں - اعراب کی مشکلات دور کی ہیں قراءت کے اختلافات کا ذکر کیا ہے -
النسب روایتی اور درایتی دونوں قسم کی تفسیروں کے بہترین اقتباسات اس
کتاب میں اکٹھا کر دیے ہیں خود ان کے الفاظ میں

* و تبين لك ان هذا الكتاب هو لب اللباب وعجب العجائب

و ذخيرة الطلاب ونهاية ما رغب اليه الالباب واسوة

المتبحرين وقدوة الناسكين وهدى للمتقين وقد جاء بحمد الله

كتر امد فوننا من جواهر الفوائد وبحرا مشحونا بنفائس القرائد " ص ۱۲ ج ۱

اپنے تصنیفی نقطہ نظر کی وضاحت کے بعد قرآن مجید کے فضائل کے متعلق

روایتیں نقل کی ہیں اس کے بعد سورۃ فاتحہ کی تفسیر سے کتاب کا آغاز کیا

ہے الفاظ کے معانی بیان قراءت اسباب نزول مسائل فقہاء کے اجتہادات

غرض تمام پہلوؤں کا لحاظ رکھا گیا ہے -

لفوی تفسیر کا نمونہ دیکھنے کے لئے الحمد کی تشریح ملاحظہ ہو

" هو انشا باللسان على جميل الاختيار على قصد التهجيل و

وبهذا فارق المدح وقال الزمخشري لهما اخوان والحمد
 اخس من الشكر مورد او اعلم منه متعلقا وبه صرح في الفائق
 لكن الا وفق ما عليه الاكثر انهما غير متراد فبين بل متشابهان
 معنى واشتقاقا كبيرا وتصريفه لا مستغرق افراد الحمد وانما
 يختصه بالرب سبحانه على معنى ان حمد غيره لا اعتداد به

۷ ن الضم هو الله عز وجل او على ان حمده هو الفرد لا اهل الضم

اسی انداز ہر اسکی طویل تشریح کن ہے اس کے بعد رب رحمن و رحیم وغیرہ
 کے متعلق ائمہ لغت و روایات کے بیانات نقل کئے ہیں۔

حروف مقطعات کے سلسلے میں دوسرے مفسرین کی طرح مختلف اقوال
 نقل کئے ہیں۔ لیکن آخر میں یہ کہا ہے کہ اگر کس کو سلا متی رائے مطلوب
 ہے اور ائمہ سلف کی اقتدا کرنا چاہتا ہے تو اسے اس بارہ میں کوئی رائے نہیں
 دینی چاہئے بلکہ صرف اسی اعتراف پر اکتفا کرنا چاہئے کہ ان حروف کے نازل
 کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت پوشیدہ ہے جس کی ہماری عقلیں نہیں
 پہنچ سکتیں۔

"وان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فاوتوا بسورة من مثله (۱)" کی
 تفسیر میں قرآن مجید کے اعجاز کے بارہ میں اختصار و جامعیت کے ساتھ ضروری
 باتیں بیان کر دی ہیں اس سلسلہ میں قرآن کے لفظ "ولن تعملوا (۲)" کے تحت
 میں لکھا ہے کہ۔

"هذا من القيوب التي اخبر بها القرآن قبل وقوعها لانها

لم تقع المعارضة من احد من الكفرة في ايام النبوة وفيما بعدها

والى الآن" ص ۶۸ ج ۱

"ولا تتبعوا خطوات الشيطان انه لكم عدو مبين انما يامركم بالسوء و

الفحشاء الخ (۲)" میں "سوء" اور "فحشاء" کی تفسیر اس طرح کی ہے۔

" من السوء * سوء الانه * سوء صاحبه * سوء عاقبته
 و هو مصدر سا * سوء * سوءا وساءة اذا حزته (والذحشاء)
 اصلح سوء النظر ثم استعمل فيما يتبع من المعاني وقيل السوء
 القبيح والفحشاء التجاوز للحد في القبح وقيل السوء ما لا حد
 فيه والفحشاء ما فيه الحد قاله ابن عباس وقيل الفحشاء الزنا
 وقيل هو البخل وقيل ان كل ما نهت عنه الشريعة فهو من الفحشاء
 ص ۲۱۴ ج ۱

بعض آیات کی تفسیر میں یہودیوں کی پھیلائی ہوئی غلط روایات
 تفسیروں میں نقل ہو گئی ہیں اس قسم کی آیتوں کی تفسیر میں نواب صاحب نے غلط
 بیانیوں کی تردید کی ہے اور معاملہ کی صحیح صورت حال واضح کی ہے ۔
 جنت ارم یا بہشت شداد اس قسم کی غلط روایات میں سے ہے موصوف نے " الم
 ترکیف فصل رکب عماد ارم ذات العماد التي لم يخلق مثلها في البلاد (۱) "
 کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یہاں " ارم " سے مراد بہشت شداد نہیں ہے بلکہ
 ارم عاد کے دادا کا نام ہے عاد کی وضاحت کے لئے ارم کا ذکر کر دیا ہے تاکہ یہ
 پتہ چل جائے کہ عاد سے مراد وہ قوم عاد ہے جو ارم کی اولاد ہے " ذات العماد "
 سے کس مخصوص صارت کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ ان کی قوت و قدرت کی طرف
 اشارہ ہے یعنی وہ لوگ ایسے صاحب قوت تھے کہ ان کی مانند کوئی قبیلہ
 نہیں ہوا ہے اس سلسلہ میں ائمہ لغت و تفسیر کے بیانات نقل کئے ہیں ۔
 " حميد القوم " سے مراد سردار قوم ہوتا ہے یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ وہ
 بڑی بڑی عالیشان صارتیں بناتے تھے لیکن بہشت شداد کا قصہ سرنا با غلط
 ہے فرماتے ہیں

" هذا كذب على كذب واقترا على اقترا وقد اصب الا سلام
 واهله بداهية دها وفاقرة عظمى ورزية كبرى من امثال
 هؤلاء الكذابين الدجالين يحترعون على الكذب تارة

علی بن اسرائیل و تارة علی الانبیاء و تارة علی الصالحین
 و تارة علی رب العالمین " ص ۲۶۵ ج ۱۰ (سورة الفجر)
 اس کے بعد اپنی تائید میں محدث شوکانی حافظ ابن کثیر شیخ الاسلام
 نسیم الدین محمد المصطفیٰ اور ابن حلدون وغیرہ محققین کے بیانات نقل کئے
 ہیں لکھا ہے کہ

" ان ذالک کہ من حراغات الاسرائیلیین من وضع الزنادقة منهم
 یحتجوا بذالک مقول الجہلۃ من الناس فہذا وامثالہ محتلق لا
 حقیقۃ لہ " ص ۲۶۵ ج ۱۰ (سورة والفجر)

سورة کونتر میں " فصل لربک ونحر " میں " نحر " کی تفسیر یوں کرتے ہیں
 " (ونحر) البدن الیٰ فی خیار اسوال العرب قال محمد بن
 کعب ان ناسا کانوا یصلون لغير الله وینجرون لغير الله
 فامر الله نبيه صلى الله عليه وسلم ان یكون صلاتہ ونحرہ
 لہ وقال قتادہ وعطاء وعكرمة المراد صلوة المسجد ونحر الاضیة
 صکنتہ وقال سعید بن جبیر صل لربک صلوة الصبح المفروضة
 بجمع ونحر البدن فی منی وقیل النحر وضع الیمنی علی
 الیسری فی الصلوة حذاۃ النحر قالہ محمد بن کعب وقیل ہو
 ان یرفع یدیه فی الصلوة ضد التکبیرۃ الی حذاۃ نحرہ وقیل
 هو ان یستقبل القبلة بنحرہ " ص ۳۴۸ ج ۱۰

تفسیر القرآن یکلام الرحمن

مولانا ثناء اللہ امرتسری

قرآن مجید کی بہت سی تفہیریں علما نے مختلف انداز پر لکھی ہیں بعض لوگوں نے شرح میں اپنی عقل اور اپنے علم کا استعمال کیا ہے بعض لوگوں نے دوسروں کی رائے اور خیالات سے فائدہ اٹھایا ہے اور کچھ ایسی بھی ہیں جو کلام اللہ کی تفسیر خود آیات رہائے سے کرتے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری دور جدید کے اہم علما میں سے تھے اپنے خیالات کے اعتبار سے زبردست اہل حدیث تھے بڑے بڑے مباحثوں میں الجھے رہتے تھے ان کے بہت سے علمی کارناموں میں ان کی یہ تفسیر ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ انھوں نے پوری کوشش کی ہے کہ قرآن کریم کی آیتوں کی تفسیر اسی سے کریں اس سلسلہ میں انھوں نے قرآن مجید کا گہرا مطالعہ کیا اور یکساں مفہوم والی آیتوں سے مطلب بیان کیا ہے۔

یہ کام جسے تو بہت آسان معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت کافی مشکل ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سارے قرآن کریم کو پورے غور و خوض سے پڑھا گیا ہو اور آیتوں کا ربط ایک دوسرے سے اچھی طرح سمجھ لیا گیا ہو کیونکہ اس کے بغیر ادا نیکی مفہوم ممکن نہیں۔ جسے تو قرآن کی تفسیر قرآن ہی کے ذریعہ کرنا بہت اچھا اور کارنواب ہے لیکن اس طرز کو اختیار کر کے مکمل تفسیر اور تشبیح ذرا مشکل ہے خصوصاً احکام اور مسائل کی آیتوں کو اس طرح واضح کرنا کہ ان سے پڑھنے والے کے ذہن میں پوری بات آجائے اور مسئلہ سمجھ لے یہ کام بغیر احادیث اور عقلی دلائل کے تقریباً ناممکن ہے۔

جب یہ تفسیر شائع ہوئی تو کچھ علما نے اس پر بہت سے اعتراضات کئے اسکی رد میں ایک رسالہ "اربعین" کے نام سے شائع ہوا جس میں اس تفسیر میں جا لیس جگہوں پر سخت قسم کے اعتراضات تھے۔ جب ۱۳۲۲ھ میں مولانا ثناء اللہ صاحب حلی کرتے گئے تو ان مخالفین نے وہاں بھی اپنی کتاب کی اشاعت

کی اور ان کو ہند علی قرار دیا بالاخر عبدالعزیز بن سعود شاہ عرب کو اس مسئلہ کے حل کرنے کے لئے علماء کی ایک مجلس قائم کرنی پڑی (۱)

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ اس قسم کی تفسیر میں بہت سی باتوں کی وضاحت پوری طرح سے نہیں ہو پاتی ہے اس میں بھی بعض ایسے مسائل ہیں جو واضح نہیں ہو سکتے ہیں مصنف نے ان کی مزید تشریح و توضیح کے لئے حاشیہ پر احادیث لکھی ہیں یا بعض جگہوں پر دوسری کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ اس طرح سے اختلافی مسائل کو بھی حاشیہ پر بیان کر دیا ہے۔ کہیں کہیں ہر اپنی رائے لکھی ہے اور کہیں پڑھنے والے پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے۔ [تبع مسائل]

اس تفسیر میں بہت ایسے مسائل بھی ہیں جو صرف آیتوں کی مدد سے پوری طرح واضح نہیں ہو سکتے ہیں ان کی مدد تشریح کے لئے حاشیہ پر احادیث بھی لکھی یا دوسری کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ اس طرح سے اختلافی مسائل کو بھی حاشیہ پر بیان کر دیا ہے کہیں کہیں ہر اپنی رائے لکھی ہے اور کہیں پڑھنے والے پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے۔ [بعض مسائل پر بحثیں کافی لمبی ہیں "استوی علی المرئی" کی توضیح میں کافی تفصیل سے کام لیا ہے یہی وہ مسئلہ ہے جس پر مالک عربیہ میں لوگوں نے ان سے اختلاف کیا تھا۔

حروف مقطعات کے سلسلہ میں بعض مفسرین توصاف یہ کہہ دیتے ہیں کہ ان کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں لیکن بعض اپنے انداز سے کچھ معنی بیان کرتے ہیں مولانا نے بھی ان حروف سے مطالب اخذ کئے ہیں "آلم" کی تشریح یوں کی ہے۔

"مختصر میں انا اللہ اعلم" س ۱۴

طسم کے بارے میں لکھتے ہیں

"انا اللہ ذو الطول القدوس السلام (سورہ شعراء) س ۲۴۸

حم عشق کا مطلب یہ ہے۔

"انا الرحمن الرحیم العلم السميع القدیر" (سورہ ثوری) س ۳۱۵

یہیں سے مراد ہے۔ "یا سید البشر محمد" (سورہ یس) س ۲۸۷

کھمبے سے یہ مفہوم نکلتا ہے انا الافی المادی الامین العالم

الصادق" (سورہ مریم) س ۲۱۶

(۱) ملاحظہ ہو اسی تفسیر کا مقدمہ

آیتوں کی تفسیر اس انداز پر کی ہے ۔

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قوہ یمین لہم " کی تفسیر اس آیت سے کی ہے ۔ (سورہ ابراہیم رکوع ۱)

" ولو جعلناہ قرآنا اجمعیا لقانوا لولا فصلت آیاتہ اعمی
وہی " س ۱۸۶

" وقولوا لہم قولا صروفا " کی تشریح اس آیت سے کرتے ہیں
(سورہ نسا رکوع ۱)

" قول صروف و مضفرہ خیر من صدقۃ یمینھا اذی " س ۶۹
اسی طرح ہے " ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء " کا مفہوم اس آیت سے ادا ہوتا ہے (سورہ نسا رکوع ۶)
" الذین یجتہون کبائر الاثم والفواحش الا اللہم ان یک و امع
المضفرہ " س ۷۵

" صراط الذین انعمت علیہم " کی تشریح اس آیت سے ہوتی ہے
" فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین
والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا " س ۱۲

دوسرا باب

اجسزائے قرآن مجید کی تفسیریں

مجموعی تعداد ۱۹ صفحہ ۱۳۱ تا ۷ صفحہ ۲۰

الفتح القدسی فی تفسیر آیۃ الكرسي

ابوبکر محی الدین عبد القادر ولادت ۹۷۸ھ

وفات ۱۰۲۸ھ

شیخ عبد القادر بن شیخ بن عبد اللہ السید روس احمد آباد میں ۹۷۸ھ

میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے ان کی پیداوار سے پہلے خواب میں اولیاء اللہ کی ایک جماعت کو دیکھا تھا جن میں شیخ عبد القادر جہلاً ہی اور شیخ ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔ اس وجہ سے انھوں نے اپنے لڑکے کا نام عبد القادر رکھا اور کینیت ابوبکر اور لقب محی الدین۔ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تحصیل علوم میں لگ گئے اور بہت سے علوم و فنون حاصل کئے۔ اپنے دور کے علماء سے طریقت کی تعلیم حاصل کی اور خود بہت سے لوگوں کو خرقہ پہنایا۔ عدد و عدد کتا ہیں جمع کیں اور لوگوں کو اپنے علم سے بہت فائدہ پہنچایا۔ علماء و امراء دونوں ہی طبقتوں میں ان کی بڑی عزت تھی۔

ان کی تصانیف میں الفتوحات القدسیہ فی الخرقۃ السید روسیہ

الحقائق الخضرۃ فی سیرۃ النبی صلعم واصحابہ الصغیرۃ (جسے انھوں نے تقریباً بیس سال کی عمر میں لکھا یہ ان کی پہلی تصنیف تھی) کتاب المنہاج الی صرفۃ المصراع اسباب النجاة منح الہاری بختم صحیح البخاری النور السافر فی اخبار القرن العاشر اشعار کا ایک دیوان اور آئینۃ الكرسي کی تفسیر الفتح القدسی کے نام سے ہیں ان کی وفات ۱۰۲۸ھ میں احمد آباد میں ہوئی (۲)

یہ تفسیر کلکتہ میں بہار لا ٹھہری میں موجود ہے (۱)۔ فہرست میں یہ

مجموعۃ الرسائل کے نام سے ہے مجموعۃ الرسائل چار مختصر رسالوں پر مشتمل ہے شروع کے تین رسالے تصوف سے متعلق ہیں چوتھا رسالہ آیت الكرسي (۵) کی تفسیر ہے۔ ابوبکر محی الدین عبد القادر بڑے صوفی بزرگ تھے اس آیت کی

۱۔ صوفی اللہ العظیم ص ۱۷۷ م ۲۱، صوفی اللہ العظیم ص ۱۷۷ م ۲۱

(۱) نزہۃ ۲۳۵/۵ حقائق الخضرۃ ص ۴۰۶ (۲) نمبر ۲۵۷

(۵) سورۃ بقرہ آیت ۲۵۵

تفسیر انہوں نے خاص تفصیل سے تقریباً دس صفحاتوں میں کی ہے ۔ ابتداءً ان الفاظ سے ہوتی ہے ۔

”الحمد للملك الذي تقرر في نعوت جلاله واطهر دين الاسلام
على الدين كله بجنود وفضاله والصلاة على محمد الذي هو اكبر
شأنا بين الانبياء والرسل بجماله وكماله وعلى آله الذين هم
وسائل بره ونواله واصحابه الذين يتبعون في قوله وفعله
وحاله “

اس کے بعد انہوں نے خود اپنی اس تصنیف کا مقصد بیان کیا ہے ۔
” اما بعد ۔ فانی اردت ان اجمع ما ورد في فصائل آية الكرسي
من الاحاديث الصحيحة والدلائل الصريحة ثمرها لمواظبتها وتحريصها
على محافظتها ثم ابين نبدأ من معانيها الموردة في التفاسير
المعتبرة وبعضها من التحقيقات المصنوعة في المجالس الشريفة و
التدقيقات المفهومة من المحافل السطيفة ۔
صنف نے اس کتاب کو نواب مرزا شمس الدین کے نام مضمون کیا ہے چنانچہ
خود لکھتے ہیں ۔

” و جعلتها تحفة لعالي حضرة الوزير الا عظم والا مبرالمكرم
الذي ساد وزرا الارض وسار مصروفه في طول البيطة والمرض
ذوالصفات التي عجزت عن الاتصاف بها ملوك البرية والسيرة التي
ازكرت لها السيرة المعمرة والاخلاق التي رام النسيم ان يحاكي
لطفها فاصح عليا والمعاني التي خيل الوزراء ان يتفجروا بها
فلم يجدوا الى ذلك سبيلا معابة تخضع لها اضاقي الاكاسرة
الا ول وتواضع مع الرفعة يتعجب له اهل الدول ”

شمس الضحی بدر الدجی فلک العلوی ۔۔۔ خیر الوری بحر الندی علم العدی
مولانا المجلس العالي النواب مرزا شمس الدین لا زالت الآفاق
مشرفة بانهاى مدد لہ واضعان الخيرات موقرة بسحاب رافته ” ...

اس کے بعد وزیر موصوف کی مدح میں ۹ اشعار اور لکھے ہیں پھر استحکام سلطنت
کی دعا تین مانگنے کے بعد تفسیر شروع کی ہے ۔ آية الكرسي کی اہمیت اور اسکی

عظمت کے متعلق لکھتے ہیں -

" اعظم ان اعظم الآيات الربانية وأكرم الكلمات السبحانية
آية الكرسي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعظم
آية في القرآن آية الكرسي من قرأها بعث الله تعالى ملكا
يكتب من حسناته ويحوم من سيئاته الى القدر من تلك الساعة
وقال عليه الصلوة والسلام من قرأ آية الكرسي في دبر كل
صلوة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا الموت ولا يواظب
عليها الا صديق او عابد ومن قرأها اذا اخذ مضجعه امنه الله
على نفسه وجاراه وجار جاره النج "

اس سلسلے میں اور بھی بہت سی احادیث نقل کی ہیں اور اسکی فضیلت و اہمیت
کو ثابت کیا ہے - اس کے بعد آیت کے متعلق اس طرح سے لکھتے ہیں -

" هذه الآية مشتملة على اصول المسائل الالهية من مسائل
الذات والصفات الثبوتية والسلبية بان الله سبحانه وتعالى
موجود في الالهية واحد بالوحدة الذاتية الازلية
بالحيوة الابدية قائم بنفسه بغير تغيير من الاعيان والاغراض
ولا يحل ايجاده بفرض من الاغراض لا يمتريه التغيير
والفتور تعالى عن سمات النقص والقصور مالك الملك والملكوت
وله الكبرياء والجبروت "

تفسیر کرتے وقت لفظی بحثوں کو بھی بیان کرتے ہیں " اللہ لا الہ الا هو ین اللہ
کے متعلق لکھتے ہیں -

" اللہ اصلہ الہ حذفتم الهمزة وهوض ضها الالف و
اللام وادغيت اللام في اللام فصار الله ولذا لك قبل بالله
بالقطع دون الوصل للدلالة على الهمزة المحذوفة قبل الهمزة
صفة موضوعة لظهور كلى كموجد الاشياء ومستحق للمبادأة
وهو فعال بمعنى المفعول واشتقاقه من الہ بفتح اللام بمعنى
عد وقيل من الہ اذا تحير لان المفعول تحير في صيغة وقيل

من الہت الی فلان ای سکنت الیہ فان القلوب تطعن بذکرہ
والا رواج تسکن الی مصرفہ وقیل اصلہ ولاء من ولہ اذا
تحریر وشعیط عقلہ نقلت انوار ہمزہ لاستئصال الکسرة علیہا
استئصال الضمة علیہا فی وجوہ وفی شرح المواقف معنی الالہ
القادر علی الخلق وقیل ہوالذی لا یوجد الا ما یرید وقیل من
لا یسبح الثکلیف الا منہ ورد کو صفة موضوعة لمفہوم کلی بوجہین
اخر ہما ان اقول لا الہ الا اللہ کلمۃ التوحید یعنی بانہا تہد
التوحید یا تفاقی اہل العلم "

یہ تو ہو گئی لغوی بحث اب اس کے وہ معنی بیان کئے ہیں جو صوفیاء کرام
نکالتے ہیں ۔

" واما الطائفة الصوفیة یقولون لہ معان آخر بحسب مراتبہم
منہا ان یطلقون "..... علی المقصود فہم قصروا مقصودہم
فی اللہ تعالیٰ معنی کان مقصودہ غیر اللہ فہواللہ ویشیر الیہ
قولہ تعالیٰ اقراہت من اتخذ آلہہ ہواء ومنہا انہم یطلقونہ
ویریدون المشہور وہم ارباب المشاہدۃ و هذا الطائفة الصلیة
یقولون لیس فی الشہور الا ہویل الشاہد والمشہور الا ہویل
لیس فی الوجود الا ہو والظاہر انہ موضوع لمفہوم کلی ثم قلب
استعمالہ فی فرد معین مخصوص بحیث لا یطلق علی غیرہ "

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی بحث کی ہے اور اسے ثابت کیا ہے لکھتے
ہیں کہ اللہ کو تمام صفات سے منصف اور ہر اعتبار سے کامل ہونا چاہئے اس میں
کسی قسم کی کمی نہ ہونی چاہئے اب اگر وہ خدا تسلیم کر لیتے جائیں تو پھر ان
کے کاموں میں اختلاف پیدا ہو گا جب ایک ہی کامل خدا موجود ہے جو اہجاد
عالم اور تدبیر عالم کرتا رہتا ہے تو پھر دوسرے کا وجود بیکار محض ہے ۔ اس
سلسلہ میں اور بھی دلائل دئے ہیں اور لکھا ہے کہ توحید مسلم ہے ۔ اس
طرح سے پوری آیت کی تفسیر کی ہے اور ہر جگہ لغوی بحثوں کے ساتھ ساتھ
صوفیانہ انداز بھی باقی رکھا ہے اور اس نقطہ نظر سے بھی توضیح کی ہے ۔
تہہ میں لکھتے ہیں ۔

" اعلم ان التوحيد ضد العلماء انبات ذات موصوفة بكل
 کمال منزلة عن کل نقص و فرق - الضلال متعددة كالدهرية
 النافية للصانع سبحانه نهار الا و تان كالعرب ثم عباد الصجل
 كاليهود ثم عباد عيسى وغيره كالنصارى ثم عباد الکواکب كالفلاحة
 ثم عباد الملا ئكة الزاعمين بانهم شفعا و هم ضد الله ثم الملحدة
 في صفات الله الذ ين لم - يحرفوا الربوبية حقها ثم غلاة المتصوفة
 الذ ين اتبعوا للانسان الكامل رتبة عظيمة المقدار و تمت اتباعهم
 في اعتقاد الحلول وقد تضمنت هذه آلاية العظيمة الرد
 على هذه الفرق كلها "

یہ نسخہ خط نسخ میں ہے قرآن کریم کی آیات سرخ روشنائی سے لکھی گئی ہیں اس
 پر کوئی قاریج وغیرہ درج نہیں ہے جس سے اندازہ ہو سکے کہ کس دور میں اسکی
 کتابت ہوئی اور کس نے کی - اس کا پس میں نسخہ ملتا ہے کسی دوسرے کا پتہ
 نہیں چل سکا - اس رسالہ کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا ہے -
 " ان شرح هذه الآية العظيمة يضيئ ضء العجدا ت والله
 سبحانه اعلم بما ينزل فافهم ففهمك الله ضء بلا واسطة
 بضء وكرمة آمين "

تفسیر التفسیر

ابن امیر قاسم الجہانی محمد ہاشم الحینی ۱۰۶۱ھ

محمد ہاشم حسین مرزا ابراہیم ہمدانی اور نصیر الدین شیہ رازی سے کسب فیض کیا۔ حدیث اور عربی زبان میں شیخ محمد عربی شیخ عبد الرحیم حساشی اور علامہ عصام الدین اسفرائینی سے حاصل کیا۔ بارہ سال تک حرمین شریفین میں رہے پھر ہندوستان آئے رہا صی اور طب شیخ علی گہلانی سے سیکھا اور احمد آباد میں مقیم ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی نوشا جہان کے دور میں احمد آباد میں صدارت کا عہدہ ان کے سپرد ہوا۔ شاہ جہان نے اپنے لڑکے اور نگزیب کا معلم بھی مقرر کیا۔ حاشیہ علی تحریر اقلیدس اور تعلیقات بیضاوی ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ اسی سال کی عمر میں احمد آباد میں انتقال ہوا (۱)۔

ایشیا ٹک سوسائٹی بنگال میں ان کی تصنیف تفسیر التفسیر کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ اس میں ۱۷۳ اوراق ہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر بہت سی مہرین ہیں جن میں سے نصرت جنگ اور محمد شاہ بادشاہ غازی کی مہرین پڑھی جاتی ہیں محمد شاہ کی مہر ۱۱۳۶ھ کی ہے۔ شروع کے دو صفحہ خوبصورت منہرے حواشی کے بیچ میں لکھے ہیں۔ شروع میں دیباچہ کے انداز پر ایک کالی طویل مسنون لکھا ہے جس میں تفسیروں مثلاً بیضاوی و کشاف تفسیر کبیر تفسیر نیشاپوری وغیرہ کا ذکر ہے۔ انہوں نے اپنے پشتر نظر یہ رکھا ہے کہ بیضاوی کی مشکل عبارتوں کی توضیح اور کشاف کے مسائل کی تفصیل و تشریح کریں گے۔ انہوں نے اس پر عمل بھی کیا ہے۔ اور بہت ہی تفصیلی انداز اختیار کیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ تفسیر بڑی ساڑھے تین سو صفحات بحر سورۃ الناحیہ کی توضیح

میں لکھے گئے ۔ اس کے بعد انہوں نے اس کو مکمل کیا یا نہیں اس کا پتہ نہیں چلتا ہے ۔

انہوں نے اپنی اس تصنیف کو شاہجہان کے نام سے منسوب کیا ہے اور بادشاہ کو فخر خلائق حسام قاطع شہاب سا طع عالی منزلت و رفیع الشان کہا ہے ۔ اس کتاب کو سنون کرنے کی وجہ یہ لکھتے ہیں ۔

" وزینت جوان هذا الكتاب المستطاب باسم الناصر

ووضعت صدر هذا التصنيف المصنف بقلبه الناصر لکن یہی

ذکرہ علی مرّ الايام وليكون مدحه وجهة قصد الايام

فان لا حزنه بآفة الا لظلمات فذا لك من مآثره

الناشئة من كرم الصفات " (ورق ۵)

اس کتاب کی ابتدا " ان الفاظ سے ہوتی ہے ۔

" الحمد لله كشف ظلم القوایة بانوار تنزیل الهدایة

مبین طلاب البقین فی الہدایة والنهاية علی تفسیر

التفسیر الی اقصی النایة "

مصنف نے اپنے طویل مقدمہ میں بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے ۔ مثلاً یہ

کہ قرآن مجید کو لوگ کتنی طرح سے پڑھتے ہیں اس سلسلہ میں مشہور قرأت کون

کون سی ہیں قاریوں کے نام اور اس سلسلہ کے ائمہ اور مشہور لوگوں کا ذکر بھی

کر دیا ہے ۔ استملازہ کی اہمیت کیا ہے اور اس کے لئے سب سے بہتر الفاظ کون سے

ہیں احادیث و اقوال سے ثابت کیا ہے ۔ اس سلسلہ میں جو ردہ روایتیں ہیں

اور ان میں سب سے بہتر اس کو کہا جاتا ہے ۔

" اموذ بالله السمع الملم من الشیطان الرجیم "

قرآن کے جمع و ترتیب کی ضرورت کہوں پھر آئی اس کو بھی بالتفصیل بیان

کیا ہے ۔ جنگ بجا یہ میں حفاظ کی شہادت اس کا سبب بنی ہے قرآن مجید

کی سورتوں کی تعداد میں بہت سے لوگوں کو اختلاف ہے وہیے تو اس میں

ایک سوچو وہ سورتیں ہیں مگر بعض لوگ کچھ سورتوں کو دعا قرار دیتے ہیں اور بعض کچھ دعاؤں کو سورۃ کا درجہ دیتے ہیں نیز بعض لوگ دوسورتوں کو ایک ہی تسلیم کرتے ہیں اور بعض الگ الگ۔ اس طرح سے جو اختلافات پیدا ہو گئے ہیں ان کو بیان کیا ہے۔ قرآن کریم کے بہت سے نام خود کلام اللہ میں استعمال ہوئے ہیں ان کی تعداد چھپا سٹھ ہے۔ بہت سے نام بھی انہوں نے مثال میں لکھے ہیں مکی و مدنی آیتوں کی توضیح کی ہے۔ ناسخ و منسوخ کا ذکر کیا ہے تفسیر و تاویل کی لفظی تشریح کی ہے اور اعجاز قرآن کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد سورۃ الفاتحہ کی تفسیر بیان کی ہے جو بہت مفصل ہے اس میں انہوں نے یہ طرز اختیار کیا ہے کہ لفظی تشریح و تحقیق بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس کے مفہوم سے بحث کرتے ہیں اس میں زیادہ تر فلسفیانہ رنگ ہے دوسرے طعنے میں بالخصوص کشاف اور بیضاوی کی بیان کی ہوئی باتوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ اس کو لکھتے وقت محض بہت زیادہ پڑھا لکھا طبقہ مصنف کے سامنے رہا ہے۔ یحنین اتنی لمبی ہیں کہ طوالت کے خوف سے مثال کے طور پر بھی نقل نہیں کی جا سکتی ہیں۔ کتاب کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے۔

”الحمد لله رب العالمین علی اختتام فاتحۃ الکتاب

و نستعين بفضلہ علی الاتمام بہرکۃ سید الانام وآلہ

الکرام العظام علیہ وعلیہم الفضل الصلوۃ والسلام“

تفسیر القرآن

ملا شاہ محمد بد خشی وفات ۱۰۷۲ ھ

شاہ محمد بن ملا عیدی حنفی صوفی جن کی شہرت ملا شاہ کے نام سے ہوئی۔ بد خشان کی ایک بستی ارکمال میں پیدا ہوئے پھر ہندوستان آئے اور شیخ محمد میر لاہوری سے کسب فیض کیا۔ شیخ کی وفات کے بعد کشمیر گئے اور جہاں سلیمان پراگ مسجد اور خانقاہ بنوائی (۱) اور وہیں رہنے لگے۔ عمل صالح (۲) میں لکھا ہے کہ وہ ۱۰۷۲ ھ میں ہندوستان آئے شیخ محمد میر کے ساتھ مدت تک رہے پھر شیخ کی زندگی میں کشمیر چلے گئے پھر ان کی عادت ہو گئی کہ گرمی کا موسم کشمیر میں گزارتے اور سردی میں لاہور میں رہتے۔ رہا ضالشمارہ میں ہے کہ شاہ جہاں ان سے ملتا تھا اور ان کی گفتگو سے محظوظ ہوتا تھا۔ شاہ جہاں کا بیٹا دارا شکوہ اور بیٹی جہاں آرا ان کے مرید تھے۔ بیڑے عارف و متقی بزرگ تھے حقائق و معارف سے متعلق ان کی چند تصانیف ہیں۔ انہوں نے قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی جو مکمل نہ ہو سکی اور وہ تفسیر عجیب و غریب ہے اس میں انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول "حتم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم النح (۳) فی شان الاولیاء و معناء انہ ختم علی قلوب الاولیاء لئلا یدخل فیہا الوسوس النفسانیہ و العواجس الشیطانیہ و ختم علی سمعہم لئلا یدخل الکلمات من غیر طائل و علی البصارہم فشاۃ من سرادق العظمت و اکبریاء و جلہا ب الحسن الا زلی و لعم شواب عذب عظیم فی الحلایة"

اس کی اس میں عبارت صرف نزہۃ الخواطر ص ۱۶۴ جلد ۳ میں ملتی ہے۔ کہیں اور اگر یہ تفسیر مل جائی تو اندازہ ہوتا کہ اور کون سی انوکھی و نئی باتیں ہیں کی ہیں۔ اس آیت کی یہ تفسیر محض ان کے بہان ملتی ہے۔ کسی اور

مفسر نے یہ منہ نہیں بیان کئے ہیں اور نہ ہی اس قسم کی توجیہ
 کی ہے۔ اگر یہ تفسیر مکمل ہوگئی ہوتی تو واقعی عجیب و غریب
 ہوتی اور بہت سے نئے انداز بیان اور طرز فکر سامنے آتے۔
 ۱۰۷۲۔ ہ میں ان کا انتقال ہوا (۱)۔

تفسیر سورۃ الفاتحہ

محمد نور الحق بن انوار الحق دہلوی

ہمیشہ ایک سوسائٹی بنگال کی لائبریری میں موجود ہے (۱) اس میں ۶۵ اوراق
ہیں۔ کتاب کی ابتدا "اسطرح ہوتی ہے۔"

"الحمد لله الذي نزل القرآن هدى ورحمة للعالمين وجعله

شفاً ومشجياً للمؤمنين وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله

الاخيار وصحبه الا برار ما دامت تدور السماء وتماقب الظلم

والا ضواء على من تبعهم باحسان هدى الد هور وال زمان"

اس کے بعد انھوں نے اپنی تصنیف کی وجہ یہ لکھی ہے۔

"ان قد صرفت بركة في تحصيل المقول باحسان الا جمال

والتفصيل فملوت ذروعه وطلعت قلته ثم اجلت قداح نظري

الى اسرار التزويل وغمت على غوامض التفسير والتاويل ففرت

بعون الملك الوهاب على دقائق قد خفيت على اصحاب النظر

وارباب الحقائق فجمعت هذا اسراراً تحفة الكتاب مستعينا

بهم الصدق والصواب من الله ان يفتح بهما على الفلظين

ابواب العرفان ويرزقنا لقائه في الجنة ويجبرنا من

النيران وهو المستعان وعليه التكلان"

اس کے بعد انھوں نے مسائل سے بحث کی ہے مثلاً استعاضہ کی مذہب حنیفیت

کہا ہے یعنی یہ کہ اسے کس وقت پڑھنا لازمی ہے اور کس وقت نہیں نماز میں

اس کو پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ائمہ کوا قول اس سلسلہ میں نقل کئے ہیں احادیث

کے حوالے بھی دئے ہیں۔ انھوں نے اپنی اس کتاب میں الفاظ کی تشریح و تفسیر

اچھی طرح سے بیان کی ہے اور مطالب و مفہوم سے بحث کی ہے۔ الحمد کے

زمانہ "نزول میں بھی اختلاف ہے بعض لوگ اسے مکی قرار دیتے ہیں اور بعض

مدنی اس سلسلہ کی بھی روایات اور اختلافات ہیں ان کو پیش کیا ہے ۔ اس کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم کی فصلتوں کا ذکر کیا ہے اور اس کی اہمیت اور برکتوں کو بیان کیا ہے یہاں بھی روایات و اقوال سے کام لیا ہے لکھتے ہیں ۔
 " اعلم ان بسم اللہ لا یبدأ الا بمرور الحمد بخواتم الا بمرسم اللہ
 والحمد لله شکر واختار فی التسمیة ثلثة اسماء اشارۃ الی ان البسملة
 یبدأ بها لا ستقابة کل فعل وكل فعل لا یدلہ من ثلثة اشياء الاول
 ان یجمع اسماءہ ویکلفہ لفظ اللہ لا یلزم علی جمیع صفاتہ وضما
 الا بحداد والناسی بقا الا سباب من ابتداء الفعل الی اشہاء حتی
 یحصل الفصل ویکلفہ لفظ الرحمن لان مقتضاه بقا العالم والثالث
 حصول الثمرات والنتائج یمکلفہ لفظ الرحیم فانه رحیم لا یمضی
 عمل عبیدہ " (ورق ۱۵)

اس کتاب میں انہوں نے مفصل طریقہ پر ہر ہر لفظ کی تشریح کی ہے ساتھ ہی گرامر اور فنی اختلافات کی بھی توضیح کرتے گئے ہیں کس لفظ کو اگر مختلف لوگ مختلف طرح سے پڑھتے ہیں تو اس کو بھی ظاہر کر دیا ہے ان کا انداز یہ ہے کہ پہلے آیت لکھتے ہیں پھر اس کی تلاوت کس طرح کی جاتی ہے یہ بیان کرتے ہیں اس کے بعد الفاظ کی لغوی تشریح کرتے ہیں اور آخر میں مطلب بیان کرتے ہیں اور جتنے مسائل بھی اس سے متعلق ہو سکتے ہیں سب کو بیان کر دیتے ہیں ۔ ان کا انداز بیان کچھ فلسفیانہ ہو گیا ہے جس کو سید ہے سادے معانی و مطالب کی ضرورت ہے اس کے لئے اس کتاب میں بڑی الجھن ہو گی ۔
 سورۃ الحمد کے بعد انہوں نے سورۃ البقرۃ کو بھی شروع کیا تھا مگر پھر دو آیتوں سے آگے نہیں بڑھ سکے ۔ یہ نسخہ اگرچہ کرم خوردہ ہے لیکن آسانی سے پڑھا جاسکتا ہے ۔
 خاتمہ کی عبارت یہ ہے ۔

" فالحصر علی التقدر بمن حصر کمال الجنس فی فرد من افرادہ
 وعلی الاول حصر کمال کل من الفرد والمراد من الکامل الکامل
 فی الهدایۃ بدلیل قولہ ہدی للمقتنین لا یبفہہ "

تفسیر سورۃ الفاتحہ

عبد اللہ بن عبد الحکم سہا لکوثی ۱۰۹۲ ھ

ملا عبد اللہ^(۱) بن عبد الحکم نے سورۃ الفاتحہ کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی تفسیر الگ سے کی ہے۔ راہپور کے کتب خانہ میں اس تفسیر کا نسخہ موجود ہے (۱) اس میں ایک سو دو صفحے ہیں اس کی ابتدا "ان الفاظ سے ہوتی ہے

" بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی نزل الکتاب

بالحق ہدی و ذکر ۱ ولی الا لہا ب "

سورہ "فاتحہ قرآن مجید کی تمام سورتوں میں سب سے اہم ہے اسے ام الکتاب کہا گیا ہے اس پر قرآن کریم کی بنیاد ہے اس سورۃ کے بے شمار فوائد بیان کئے گئے ہیں اس کی اہمیت و عظمت کا ثبوت یہ ہے کہ ہر رکعت نماز میں اس کا پڑھا جانا ضروری قرار دیا گیا ہے بہت سے مفسرین نے اپنی اپنی تفسیروں میں اس کا ذکر کیا ہے اور پورے طور پر اس کی توضیح کی ہے۔ عبد اللہ بن عبد الحکم نے بھی اس کی اہمیت کی وجہ سے یہ ضروری سمجھا کہ اس کی تفسیر اس انداز پر کریں۔

" انی اردت تفسیر ام القرآن جامعاً موجزاً من غیر اسهاب

واطناب لما اثرانہ تعالیٰ اودع جمیع علوم الاولین والآخرین

فی الکتاب الاربعۃ وعلومہا فی القرآن وعلومہ فی ام الکتاب "

(ورق ۲ ب)

آگے چل کر اس سلسلہ میں بہت سے اقوال نقل کئے ہیں اس میں حسن بصری کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ جس نے اس سورۃ کی تفسیر سمجھ لی اس نے تمام کتب سہاوی کو سمجھ لیا۔

سورۃ کی تفسیر بیان کرنے سے پہلے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں علم

(۱) حالات کے لئے ملاحظہ ہو نزہۃ ج ۵ ص ۲۵۲

(۲) ۲۲۸

علم تفسیر سے بحث کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

”... ويحترز في التفسير من الزيادة والنقصان ويقدم رعاية الفروض الموقولة الكلام وحسن النظم وبلاغته وينظر فيما اشبه من العفريات ثم التصريف ثم الاشتقاق ثم النحو ثم المعاني ثم البیان ثم البدیع ثم بیان المراد والمنااسبة و سبب النزول ثم الاستنباط ثم الاشارات ثم التاميم والمنسوخ ثم الفضائل“ (ورق ۶)

عبد اللہ بن عبد الحکیم نے ان اصولوں کو بڑی حد تک اپنی اس تفسیر میں برقرار رکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر خاص مفصل کی ہے ہر لفظ کی الگ الگ تشریح کی ہے اس کے بعد اس کی فضیلت و اہمیت احادیث و اقوال سے ثابت کی ہے۔ اس کے بعد سورۃ الحمد کی تفسیر شروع کی ہے۔ اس میں بھی تمام آیات کی الگ الگ مفصل توضیح و تشریح کی ہے اور وہی انداز رکھا ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

”صراط الذین انعمت علیہم“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

”من النبیین والصدیقین والشهداء* والصالحین کذا روی عن مقاتل وروی عن قتادة* والانبیاء* وروی عن ابن عباس* هم اصحاب موسى عليه السلام قبل ان یغیروا نسمة الله علیہم وقیل اصحاب موسى وعیسیٰ علیہما السلام قبل النسخ والتحریف وقیل هم المؤمنون وقیل هم الذین انعم الله علیہم یا شکر علی السرا* والصبر علی الضرا*“ (ورق ۲۸ ب)

غیر المنصوب علیہم ولا الضالین کے متعلق لکھتے ہیں۔

”قد صح له علیه السلام مثل من المنصوب علیہم قال اليهود ومن الضالین فقال النصارى“ (ورق ۴۱)

اس سورۃ سے متعلق تمام ضروری باتوں پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ بعض

ہاتھوں کو حاشیہ پر بھی بیان کر دیا ہے ۔ کتاب اس عبارت پر ختم ہوتی ہے ۔
 " وقال ابن قتیبہ ظن ابن مسعود ان المعوذۃ تین لیست من
 القرآن لا نہ رائی النبی صلی علیہ وسلم یعوذ بهما الحسن والحسین
 و اقام علی ظنہ ولا یقول لہ اصابت فی ذالک و اخطا
 المہاجرین و الانصار ۔ تمت الکتاب بمعون الملک الوہاب "

انوار الفرقان وازہار القرآن

شیخ غلام نقشبند لکھنؤ کو لاؤت ۱۰۵۱ھ وفات ۱۱۲۶ھ

لکھنؤ کے رہنے والے تھے میر محمد شفیع دہلوی (۱) اور پیر محمد لکھنوی کے شاگرد تھے شیخ بہر مر کے انتقال پر آپ ان کے خلیفہ ہوئے قہ شاہ عالم ابن عالمگیر نے ان سے لکھنؤ میں ملاقات کی تھی اور ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ ان کے دادا حبیب اللہ "گھوسی" (لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ ہے) میں قاضی تھے۔ شیخ غلام نقشبندی دور کے بڑے علماء میں سے تھے نحو لغت اور ایام عرب اور ان سے متعلقات نیز اشعار کی ہر کھ رکھنے والا ان کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر کوئی اور نہ تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں میر محمد شفیع سے کسب فہم کرنے کے بعد مولانا پیر محمد مجلس میں جا بیٹھے تھے اکیس سال کی عمر میں تمام علوم سیکھ لئے تھے۔ مولانا پیر محمد کے خلیفہ ہونے کے بعد مستقل اپنے فرائض کی ادائیگی میں لگے رہے اور لوگوں کو تعلیم و تربیت دیتے رہے اشعار کی ہر کھ کے ساتھ ساتھ خود بھی بڑے اچھے اشعار کہتے تھے انھوں نے انوار الفرقان کے علاوہ سورہ اعراف سورہ مریم سورہ طہ سورہ محمد سورہ یوسف سورہ رحمن سورہ نبأ سورہ الکونین سورہ اخلاص وغیرہ کی بھی تفسیریں لکھیں اور ان کی شرحیں بھی کی ہیں۔ افسوس ہے کہ ان میں کسی کا بھی پتہ نہیں چلتا ہے۔ ان کے علاوہ "فرقان الانوار" الایامۃ الرشیدہ۔ شرح قصیدۃ الخضر جہ وغیرہ بھی ان کی تصانیف ہیں (۲)

اس تفسیر کے بار نسخوں کا پتہ چلتا ہے دو رام پور کی رضا لاٹھری میں ہیں ایک پٹنہ کی خدا بخش لاٹھری میں اور ایک مدراس کے مکتبہ رحمانیہ میں۔ رام پور اور پٹنہ کے نسخوں پر سن کتابت درج نہیں ہے البتہ مدراس والا نسخہ مصنف کے قلم کا ہے

(۱) متوفی ۱۱۰۹ھ نزہۃ ۲۱۸/۶ (۲) متوفی ۱۰۸۵ھ نزہۃ ۹۶/۵

(۲) مزید حالات کے کیلئے نزہۃ ۲۱۲/۶ مآثر الکرام دفتر اول ص ۲۱۳ حقائق الحنفیہ

اس پر مصنف غلام نقشبند کی مہر بھی ہے جو ۱۱۲۱ ھ کی ہے۔ رامپور کے دونوں نسخے صاف ستھرے ہیں ان میں سے ایک مکمل (۱) ہے جس میں آٹھ سو ترستھ صفحات ہیں دوسرا نامکمل ہے (۱) جس میں چار سو بارہ صفحات ہیں یہ سورہ بقرہ تک ہے ابتدا کا بھی کچھ حصہ غائب ہے پشہ والا نسخہ بڑے پائے پر ہے اس میں تین سو پچھتر اوراق ہیں قرآن کریم کی آیات سورج روشنائی سے لکھی ہیں کتابت صاف ہے حاشیہ پر کہیں کہیں نوٹس ہیں شروع کے چند صفحات کٹے پھٹے ہیں یہ نسخہ بھی مکمل ہے۔

اس تفسیر کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

”الحمد لله الذي جعل الفرقان نوراً للهدى وانزله رواً للصدى و
انشأ به حياة للصدى ومن مقام الجهل قد اسدى فمى الذي صاده ف
فاصدى“۔

یہ تفسیر شروع قرآن مجید سے سورہ انعام کے آخر تک کی ہے ۱۱۱۰ ھ کی تصنیف ہے۔ غلام نقشبند کس قسم کی تفسیر لکھنا چاہتے تھے اس کے متعلق لکھتے ہیں
”ان افسر تفسیرا یلمح منه معانی التنزیل ویلوح منه انوار
یکشف عن وجوه افراد التاویل فیرتفع من دون سرفته استقارہ
فشرحت لہ مع قلة بضاعتی وفرحت الیہ مع تصور بانی وضیق
باعتی وحسبته انوار الفرقان وازهار القرآن“ (۲)

اس کے بعد تفسیر کی اہمیت اور اس کی ضرورت کا ذکر کیا ہے پھر سورہ الحمد کی تفسیر بیان کی ہے۔ اس سورہ کے تمام نام اللہ الگ لکھے ہیں اور ان کی وجہ تسمیہ بھی بتائی ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر خاصی تفصیل سے کی ہے اور حسن بصری امام شعبی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ حضرت ابن عباس حضرت ام سلمہ حضرت ابن مسعود وغیرہ کی روایتیں بسم اللہ کی فصاحت کے سلسلہ میں بیان کی ہیں

(۲) مخطوطہ نمبر ۵۳۵

(۱) مخطوطہ نمبر ۵۳۳

(۲) مخطوطہ نمبر ۳۷۷۳

الحمد لله کی تشریح یوں کرتے ہیں -

" الحمد هو الثناء الجميل الا ختمارى نفسه او انزه ونقصه الذم
فهو المدح والشكر تعظيم للنعم قولاً او عملاً او اعتقاداً ونقصه
الكفران " ص ۱۶

اسم کی تشریح میں لکھتے ہیں -

" الحروف التي في اوائل السور سر الله تعالى في القرآن فهي من
المتشابه الذي انفرد الله تعالى بعلمه نور من بها ولا نتكلم فيها
وهي المروى عن الخلفاء الا ربعة وغيرهم " ص ۲۹

اس کے بعد اس سلسلہ میں بہت سے علما کے اقوال نقل کئے ہیں -

قرآن مجید میں کہیں کہیں ہر واقعات سلسلہ وار نہیں بیان کئے گئے ہیں
انہوں نے اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے مثلاً سورہ بقرہ میں حضرت موسیٰ علیہ
السلام اور ان کی قوم میں گائے کے ذبح پر جو گفتگو ہوئی ہے وہ اصل میں ایک
مقتول کی شناخت سے متعلق ہے لیکن اس میں نبوت کے طور پر گائے کے گوشت کے
ٹکڑوں کا ہونا ہے جس کا ذکر مقتول کے ذکر سے پہلے آگیا ہے جب موسیٰ علیہ السلام
اپنی قوم سے گائے ذبح کرنے کو کہتے ہیں تو ان کی قوم کو تعجب ہوتا ہے صنف
کا کہنا ہے کہ واقعات آگے بچھے ہیں وہ لکھتے ہیں -

" قال المفسرون اول النجد موخر في التلاوة وهو قوله تعالى واذ قتلتم

نفسا فادارتهم (۱) فیہا مقدم فی المعنى والنزول علی ترتیب التلاوة

لقوله تعالى ببعضها وقيل ويجوز المكس جعلها قصة مستقلة وقد مها

فضاحة لهم لا متمزا والا ستقصا في السؤال علی وجه التمنت وان

لصراية الا مروا التي فیہا بعد السؤال " ص ۱۲۷

اس کے بعد حضرت عباس کی روایت سے ہر واقعہ لکھا ہے - تفسیر کے ہر ہی آیت
کی شان نزول بھی بیان کرتے ہیں -

" ما نسخ من آية او نسها ناسخ بغير ضحا او مثلهما " (۲) کے بارے میں لکھتے ہیں

(۱) سورہ بقرہ آیت ۷۲

(۲)

" وجہ اتصالہ بما قبل ان اليهود والمشرکین طعنوا فیہما نزل
 علی رسول اللہ صلعم وقالوا الا ترون انی محمد یا مراد صحابہ
 نم بینا ہم ضد وہا مرہم بخلافہ ما هذا القرآن الا کلام محمد
 نقولہ من تلقاۃ نفسه وهو کلام یناقض بعضہ بعضا فانزل اللہ
 هذه الآیۃ لیبیان الحکمۃ فی النسخ وهو فی اللغة التشیرو والنقل" س ۱۵۵

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اطمینان قلب کے لئے اللہ تعالیٰ سے
 درخواست کی " رب ارنی کیف تحیی الموتی " (۱) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
 جارجڑیاں لے لو اور ان کو ہلا کر پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف جگہوں پر ڈال دو
 اور ان کو آواز دو یہ تمہاری طرف دوڑتی ہوئی آئیں گی۔ یہ جڑیاں کونسی زمین
 اس کے متعلق حضرت عباس کی یہ روایت نقل کی ہے۔

" قال ابن عباس کانت طائوس ونسرا وغربا ودیکا ومجاہد و
 عطا بن یسار والحسن وابن جریج وابن زید یحیی ما بدل النسر"

س ۲۲۰

اس طرح سے اور لوگوں نے بھی اس میں اختلاف کیا ہے انہوں نے سب کے
 اختلافات کو یکجا کر دیا ہے۔

" وما کان لیس ان یصل (۲) " کی تشبیح میں لکھتے ہیں کہ
 " هذا حکم من احکام الجہاد "

" غلا لہ " کی تشبیح میں لکھتے ہیں کہ وہ ایک قسم کا لباس ہے جو زرہ
 کے نیچے پہنا جاتا ہے۔ درخت کی جڑ میں جو پانی دیا جاتا ہے۔ اسے بھی
 کہتے ہیں۔ روزہ نماز اور وضو کے مسائل متصل طور پر لکھے ہیں۔ اور سب پر مکمل
 بحث کی ہے اپنی باتوں کا اثبات احادیث نبوی اور اقوال ائمہ سے پیش کرتے ہیں
 کسی کسی جگہ ہر الفاظ اور گرامر کی بحثیں بھی کی ہیں مگر حق الا مکان اس میں
 اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ اصل مقصد قرآن مجید کی تفسیر ہے نہ کہ فقہی مباحثوں
 کا بیان۔ قرآن کریم میں بہت سے واقعات کا ذکر بھی ہے ان کی تفصیل بیان کی
 ہے مثلاً ہاروت وماروت کون تھے۔ طالوت وجمالوت کا کیا قصہ ہے یہ سب

یہی مفصل طور پر لکھا ہے ۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود کوئی ایسا اہم اور
 نئی بات پیش نہیں کی جو دوسرے اہم مفسرین سے ان کو ممتاز کر سکے ۔
 پشمہ والے نسخہ کا اختتام اس عبارت پر ہوتا ہے ۔
 " تم الربیع الاول من تفسیر انوار الفرقان و ازہار القرآن الاربعا "
 لثماني لبال خلون من شهر رمضان المنسلک فی شہور
 علی صاحبہا افضل التحیة صلی اللہ علیہ وسلم "
 را مہر کے مکمل نسخہ کے اختتام کی عبارت یہ ہے ۔
 " تم الربیع الاول من تفسیر انوار الفرقان و ازہار القرآن ۔ کتبہ محمد
 التفات مہار خان فی تحریر فی الثانیہ ۱۵ شہر ربیع الثانی روز یکشنبہ
 پھر روز بروز آمدہ در قصبہ لاہر پور در حویلی
 متبرکہ مولوی صاحب قلمہ علی عظیم الدین خان با تمام رسید "

شجرۃ السطور فی شرح آیتہ النور

محمد علی بن ابی طالب بن عبد اللہ بن علی زاہدی

یہ آٹھ صفحات کا رسالہ ہے جس میں آیت نور (اللہ نور السموات
والارض واللہ بکل شیء علیم (سورۃ نور ۲۴ آیت ۲۵) کی تفسیر ہے
زہد احمد صاحب نے اسے لاہور میں تیار کیا ہے لیکن اس کے دو قلمی نسخوں کا یہ
چلتا ہے ایک نسخہ رامپور میں ہے جو ایک مجموعہ میں ۵۹۳ کے تحت شامل ہے
دوسرا انڈیا آفس میں ہے (۱۹۵۱ء میں دستخط طے ہوئے) ~~مرتبہ اسٹوری~~

رامپور والے نسخے کی ابتدا "ان الفاظ سے ہوئی ہے۔"

"نحمدک یا نور النور ونورا فوق نور ونصلی علی نبیک المحبور

محمد وآلہ فی البطون والظہور

المہدی محمد المشہر بصلی هذا قیس اقتبسہ من الوادی المقدس

سمیۃ بشجرۃ الطور فی شرح آیتہ النور"

انڈیا آفس والا نسخہ "اللہ نور السموات والارض کی تفسیر میں سے شروع ہوتا ہے

"قال اللہ سبحانہ وتعالی اللہ نور السموات والارض

..... واللہ بکل شیء علیم اللہ نور السموات

والارض ای اللہ ظاہر فی السموات والارض وما فیہا وما

بینہا بذاتہ ووجودہ مثل نورہ مشعل فی مشکوٰۃ

والقادیل المسواة من الزجاجة یظهر بذاتہ لہامدائہ

من الموجودات القابلة للوجود"

خاتمہ کی عبارت دونوں نسخوں کی یکساں ہے جس میں مصنف کا پورا نام سن

تصنیف اور مکان تصنیف کا پتہ چلتا ہے۔

"وعلی هذا یكون المراد بالعارف بالجهل ونار غیۃ العائدین

لآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی هذا قطع الکلام

(۱) حالات کے لئے الا علام ۱۸۹۷ء مآثر الکرام دفتر دوم ص ۲۲۵

کی زبیر صاحب نے اس کا نام کتاب شریات النور فی شرح آیتہ النور رکھ دیا: ص ۲۲۷

۱۵ Catalogue of Arabic MSS v. 11, C.A. Steeg No 1165

راجيا من الله التوفيق لما اردت بعباده من الامة الاخيرة
 والالام فيها فانه خير موفق وصين وكنت مسئولا احوج
 المرئيين الى الله تعالى محمد المستعصر علي ابن ابي طالب
 بن عبد الله بن علي الزاهد ذي الجلال في عام الاربعمين
 بعد المائة والالف من الهجرة المباركة حين اقامتني بمشهد
 طوس مولانا الرضا عليه التحية والثناء حامدا لله وحده *
 " الزجاجة كانها كوكب دري " كى تشريح هو بيان كى هي -
 " لان نسبة انوار الارواح المتكثرة المضيئة على شيا بيبك الاجام
 ومشكاتها التي لا نستقيم الا نوار الا بقدر قاطبها ثما واستعداداتها
 القليلة نسبت نور الكواكب المضيئة الظاهرة على الارض الى
 صفرها وقلة ظهور انوارها لا كالشمس والقمر في ظهورهما وكثرة
 ظهور نورهما فلذا شبهها بالكواكب الدري الذي هو مثل الزهرة
 والمشمري واما لهما لا بالشمس والقمر وهذا كما ان ماء الحياة
 الحقيقة الى الوجود المطلق الذي هو حياة كل موجود كما قال تعالى *

تفسیر سورۃ الفاتحہ

شیخ محمد عاشق بن عہد اللہ پہلوی وفات ۱۱۸۷ھ

ان کا سلسلہ نسب الہس واسطون سے حضرت ابو بکر صدیق تک پہنچتا ہے
 بچپن ہی سے ان کو علم سے لگاؤ تھا انھوں نے شاہ ولی اللہ کی صحبت اختیار کی
 رشتہ میں بھی یہ شاہ صاحب کے پھوپھی زاد بھائی تھے انھوں نے شاہ صاحب سے
 علم و معرفت حاصل کی اور انھیں کے ساتھ ۱۱۴۲ھ میں حرمین شریفین بھی گئے
 وہاں کے بزرگوں علماء اور اساتذہ سے کسب علم کیا اور وہ مرتبہ حاصل کیا جو شاہ
 صاحب کے ساتھیوں میں سے کسی کو حاصل نہ تھا۔ ان سے شیخ عبد العزیز شاہ
 رفیع الدین عہد ابو سعید بریلوی اور بہت سے دوسرے لوگوں نے فیض حاصل کیا۔
 ان کی تصانیف میں "حیل الرشاد" فارسی میں ملوک میں القول الجلی فی مناقب
 الولی " جس میں انھوں نے اپنے استاد شاہ ولی اللہ کے مفصل حالات لکھے ہیں
 " شرح دعاۃ الاعتصام للشیخ ولی اللہ " شرح موطا وغیرہ اہم ہیں سورۃ الفاتحہ
 کی تفسیر بھی ان کے کاموں میں اہم درجہ رکھتی ہے۔

بارہ صفحات کا یہ رسالہ (۱) رامپور کی لائبریری میں موجود ہے کتاب کی

ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

" الحمد لمن احاط بجميع المعاد اولاً و آخراً و طاروا بها طناً

و الصلوة والسلام علی من صار محمداً بکمال مظهریۃ لوی التناہا رزاً

و کاہنا " " "

انھوں نے بھی سورۃ الحمد کی فضیلت اور اہمیت کے پیش نظر یہ تفسیر
 لکھی ہے۔ سید ہے ما دے انداز کی مختصر سی تفسیر ہے الفاظ کی تقدیم و تاخیر
 اور سیاق و سباق سے متعلق بھی اشارے کئے ہیں ہر آیت کی تفسیر پوری طرح سے
 کی ہے۔ بلا وجہ کی بحثیں نہیں کی ہیں بس ضروری باتوں کو بیان کر دیا ہے۔
 " واپاک نستعین " کی تفسیر میں لکھتے ہیں

لیشطا بق لسان مقالہ مع لسان حالہم وفی تقدیم لہا کی
 نمید علی لہا کی مستعین تعلیم لا دب السؤال وهو انه
 ینبغی للسائل ان يقدم العبادة علی السؤال ویحصل بها
 فی طلب الحوائج فیکون متبغلا بما مروا بتقوالہ الوسيلة
 واعلم ان الا متخانة انواع کثيرة بحسب استعداد کل فرد
 فرد وبحسب کل لطيفة لطيفة اعتبار تہذیب کل واحد واحد
 من انواع التہذیبات بجمعہا * ص ۸

غرض اس طرح سے ہر ہر آیت کی ضروری تشریح اور اس سے متعلق بحثوں
 کی تکمیل کی ہے ۔

صراط الذین اُتیت علیہم کی تفسیر ہوں بیان کی ہے ۔
 * بیاننا وایضا حالہ وتصرفنا لذاک باضافة الی ائمة
 المدنی الذین اُتیت علیہم من النبیین والصدیقین والشهداء
 والصالحین ولعل السوفی عدم تسمیہ شیئا واحدا فی اضافتہ
 الی ہولاء * الا ئمة ان افرادہم آدم مختلفہ بحسب امرجتم
 واستعداد اتم وبحسب سوغ اللطائف ونقصانہا کلا او بمضام
 فالصراط المستقیم الذی یسلكون فیہ لیسوا الی الصایة القصوی
 من الکمال علی حسب استعداد اتم فکون مختلفا لا محالة فاللہ
 سبحانه یقتضی ربوبیتہ للعالمین ما عین شیئا واحدا
 بل اخسران صراط کل واحد من ائمة تلك المقامات الاربع صراط
 مستقیم لورائہم وتماثلہم من السابقین واصحاب الہدین * ص ۹
 کتاب کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا ہے ۔

* ہذا ما اطلع علیہ الفقیر الی رحمۃ ربہ الکریم من علوم فائدة
 القرآن العظیم بغض الولی الرحیم والحمد للہ أولا وآخرا
 والصلوة والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ ظاہرا
 وباطنا ربنا لا نواخذنا ان نسینا او اخطانا آمین رب العالمین *

پنابیع الانوار فی تفسیر کلام اللہ الجبار

سید محمد تقی ولادت ۱۲۲۲ و وفات ۱۲۸۹ ھ

سید محمد تقی بن حسین بن دلداری علی حنفی شیعہ لکھنوی مذہب شیعہ کے اہم مجتہد علماء میں سے تھے۔ جمادی الاول ۱۲۲۲ ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے اپنی تعلیم کی ابتدا اور تکمیل اپنے والد سید حسین اور چچا سید محمد سے کی۔ نواب امجد علی شاہ نے ان کو ممتاز العلماء کا لقب دیا اور مدرسہ سلطانیہ کی تدوین ان کے سپرد کی۔

ان کو کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا انھوں نے اپنے اس شوق کے پیش نظر ایک بڑی عمارت تعمیر کرائی جس میں ایک مسجد اور حسینہ بھی بنوایا۔ یہ عمارت اور مسجد آج بھی موجود ہے مگر ضابطہ دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے خراب حالت میں ہے۔ ان کا ذاتی کتب خانہ بچے شمار نادری علی کتابوں سے بھرا ہوا ہے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں "نہجہ الدعوات" (ادویہ ملتورہ) "العباب" (نحو) "کتاب الارشاد" (جولوگ دعا اور اس کے اثر سے انکار کرتے ہیں ان کے رد میں) "حدیقة الواظنین" "نزهة الواظنین" "لعة الواظنین" (مواظبت میں) پنابیع الانوار (تفسیر میں) خاصی مشہور ہیں اور ان کے مذہب مرتبہ کے علاوہ طبع مرتبہ کو بھی بلند کرتے ہیں۔ ان کی وفات ۱۲۸۹ ھ میں ہوئی اسماعیل شکوہ آبادی نے "اوتاد ستون کعبہ فقہ" سے تاریخ وفات نکالی۔ (۱)

سلطان المدارس اور خود مصنف کے ذاتی کتب خانوں (لکھنؤ) میں اس کے کئی نسخے موجود ہیں اس تفسیر کے چار حصے ہیں جو شروع کے چار پاروں پر مشتمل ہیں پہلے حصہ میں سورہ "الحمد" اور پارہ "الم" کی تفسیر ہے۔ دوسرے حصہ میں بیان کی گئی ہے دوسرے حصہ میں پارہ "میلول" کی تفسیر ہے اس میں بھی طبع نقطہ نظر اور اہم باتوں کی مکمل توضیح کی ہے۔ تیسرا حصہ تک الرسل

کی تفسیر میں ہے اور چوتھا لن تھا لوا کی ۔ چاروں ہی حصے مفصل اور مدلل طور پر آیات قرآنی کی تفسیر و تشریح میں ہیں غالباً مصنف کی نیت یہ تھی کہ اس انداز پر پوری قرآن مجید کی تفسیر لکھیں گے ۔ مگر پھر مکمل نہیں کر سکے ۔ بہر حال یہ جاری جلدیں موجود ہیں ۔

اپنے انداز اور علمی مباحث کے اعتبار سے یہ ایک خاصی اہم تفسیر ہے ہر مسئلہ کی پوری توضیح و تشریح کی ہے فقہ یا تون اور لغوی یا لہجہ کی بحث کی ہے ۔ دوسروں کے اقوال اور روایات سے بھی مدد لی ہے مسائل کی بحثوں میں تفصیلات کو پوری طرح مد نظر رکھتے ہیں بڑی لمبی لمبی بحثیں کی ہیں اور اپنے علمی نقطہ نظر کو واضح طور پر ثابت کیا ہے مگر اس طرح سے نہیں کہ اہل سنت کو وہ باتیں ناگوار گذریں ۔ الزام تراشی بہتان بازی اور فضولیات سے گریز کیا ہے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ہر بڑھنے والے کو نفع پہونچے اور ہر سمجھدار ان کے علمی انداز کو سراہے ۔ اس کو پڑھکر مصنف کی اچھی ذہنیت اور اعلیٰ علمی و ادبی لیاقت کا پتہ چلتا ہے ۔ مسائل کی توضیح اس طرح سے کر دیتے ہیں کہ ہر قسم کی الجھن دور ہو جائے ۔ اسکی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے ۔

" بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا وبعثه للناس كافة هاديا ونذرا وبشيرا "

اس تفسیر کے سلسلہ میں لکھتے ہیں ۔

" يا معاشر اخواننا المومنين من شعبة آل طه ويسكن جزاكم الله جنة وحريرا وحاسبكم حسابا يسيرا لما كان القرآن المجيد والفرقان الحميد المبلغ موعظة واعتبارا وتذكيرا رايت ان املی طيكم ما يرضع به معانيه ويحبه به القيسرا وبه يفوز المرء بمعانيه فوزا كبيرا ومن يوتي الحكمة فقد اوتي خيرا كثيرا وقد وسعت مارسعته بناهيج الانوار في تفسير كلام الله الجبار لانه منه يذرعون المعلوم الدينية تفجير او هم يبصر الجاهل انشاء الله تمهيرا " (ورق ۲)

بسم الله الرحمن الرحيم کی تفسیر بہت اچھے انداز پر اور کافی تفصیل سے

کی ہے تمام کا مون کو شروع کرنے سے پہلے اس کا پڑھنا ضروری ہے اسکی ہر کثرتوں اور فضائل کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں احادیث نبوی سے حوالے دیے ہیں ۔ اسکی عظمت و اہمیت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ اسے نماز میں بھی پڑھتے ہیں ۔

بسم اللہ کی تفسیر مکمل کرنے کے بعد سورۃ الحمد کی توضیح بھی مفصل کی ہے اس کی اہمیت و فضیلت اور اس کے متعدد ناموں کا ذکر کیا ہے اما مون کے اقوال اور روایات کی یہاں بھی کثرت ہے اس سورۃ کی تفسیر بھی اچھے انداز پر کی ہے ۔ " مالک یوم الدین " کی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔

" قبل اراد بالیوم الوقت وانما خص یوم الدین بكونه مالکا لان الاملاک فی ذالک الیوم زائلة والدعای باطله والاملاک خاضعة قال الاستغرابی رحمة اللہ علیہ فی تفسیرہ آیات الاحکام فی قوله تعالی مالک یوم الدین انبات للقیمة والاعداد وقرعہ وجرہیب وعبیہ علی الانقطاع عن غیرہ الیہ تعالی مع غلبۃ الرجاء کما نبہ علیہ قبلہ علی ان المالك لا یضع مملوکہ ولا الملک رعیتہ " (ورق ۸ ب)

خود اپنی تفسیر بیان کرنے کے بعد دوسروں کے بیان کردہ مطالب بھی پیش کر دیتے ہیں " مالک یوم الدین " میں کی تفسیر میں آگے چل کر لکھتے ہیں ۔

" وفی تفسیر الامام علیہ السلام مالک یوم الدین یعنی القادر علی اقامتہ والقاصی فیہ بالحق والدین والحساب سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا احبرکم باکس الکھین والحق الحق قالوا بلی یا رسول اللہ قال اکھین الکھین من حاسب نفسه وعل لما بعد الموت والحق الحق من اتبع هواہ وتبع علی اللہ الامانی " (ورق ۸ ب)

اس تفسیر میں مصنف نے اپنے پیشتروں کی کتابوں کو سامنے رکھا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو لکھنے سے قبل انہوں نے علوم قرآنی کے ساتھ ساتھ لغت اور معانی و بیان پر بھی اچھی نگر ڈال لی تھی جس کا ثبوت ان کے یہاں بہت

من جگہوں پر ملتا ہے۔ امام رازی ابن حجر قاضی عیاض ابن جریر اور
نیشاپوری وغیرہ کے حوالے بکثرت موجود ہیں۔
اکسم کی تشریح یوں کی ہے۔

* من الصادق علیہ السلام معناه اما الله الملك وضع الاسم
هو حرف من حروف اسم الله الاظم المقطع في القرآن الذي
يولفه النبي اولا امام عليه السلام فاذا دعي به اجيب وفي المجمع
من امير المؤمنين انه قال لكل كتاب صفوة وصفوة هذا الكتاب
حروف التهجي قال في الصافي ومن الاسرار السرية في هذه
القطعات انها تسهر بعد التركيب وحذف التكررات على صراط
حق تسكه * (ورق ۱۷)

پہلی جلد کے خاتمہ کی عبارت یہ ہے۔

* تم تفسیر الجزو الاول من الکتاب المنزہ وبتعالم تم المجلد الاول
من هذا التفسير الموسوم بتابع الانوار وتتلوه المجلد الثاني في
تفسير الجزو الثاني انشاء الله تعالى *

پہلی جلد میں ۴۳۷ اوراق ہیں۔

دوسری جلد کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

* الحمد لله والسلام على عباده الذين اصطفى *

اسمیں دوسرے پارہ کی تفسیر بیان کی ہے " فاذا كروني اذ كركم واشكروا لي ولا
تكفرون " (۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

* فاذا كروني اذ كركم معناه اذ كروني بطاعتي اذ كركم برحمتي وقيل

المعنى اذ كروني علو ظهرا لا رضى اذ كركم في بطنها وقد جاء في

الدعاء اذ كروني ضد البلاء اذا نسيت الناحون من الوري وقيل اذ كروني

في النعمة والرخاء اذ كركم في الشدة والبلاء واشكروا لي ولا تكفرون

اي اشكروا لي نعمتي ولا تكفرون بالجحود بنعمتي نفى قوله اشكروا لي

محذوف لا ن حقيقة الشكر الا عتارف بالنعمة وفي قوله ولا تكفرون
ايضا لا ن الكفر هو ستر النعمة و جحد ها " - (ورق ۲۰ ب و ۲۱)
بہت تفصیل سے اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے حدیثیں اقوال اور دوسرے مفسرین
کے حوالے بھی دیئے ہیں ۔

دوسری جلد میں ۲۲۹ اوراق ہیں آخر کی عبارت یہ ہے ۔
" وقد فرغ من تالیفه و تحقیقه بمشائید اللہ سبحانہ و حسن توفیقہ
لحوج العربیہین الی رحمۃ ربہ الکریم محمد التقی ابن الحسین
بن علی صلعم اللہ من ورثۃ جنۃ النعیم یوم النشاہ اربعین
من شعبان عام اربع وثمانین بعد الف و مائتین من الهجرة
المبارکۃ و یثلوہ اثشاء اللہ الجزو الثالث من هذا التفسیر المسمى
بیمنا بیع الانوار فی تفسیر الجزو الثالث من کلام اللہ المنہز الغفار "
تیسری جلد میں ۲۲۷ اوراق ہیں تیسرے پارے کی تفسیر ہے ابتداءً اس طرح ہوتی ہے
" الحمد لله رب العالمین الرحمن الرحیم مالک يوم الدين اياك
نعبد و اياك نستعين و صلى الله على محمد خاتم النبيين و على
اوصيائه المرصيين ۔ "

" یوثی الحکمة من مشاء و من یوت الحکمة (۱) الایة کی تفسیر اس طرح کی ہے ۔
" یوثی ای اللہ سبحانہ الحکمة و هو علم یدعو الی الحسن و یزجر
عن القبح و من قبل للعلم حکمة لانه یفتح به عن القبح و هو
معنی قول ابن عبد اللہ علیہ السلام و هو القرآن و الفقه و ما روی
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ان الله اثنی القرآن و
اثانی من الحکمة مثل القرآن و قوله فقد اوتی خیرا کثیرا . . .
لنف من العلم قوله و ما یدکر ای یتعظ اولوا لباب ای الذین
یمثلون بما توحیه عقولهم من طاعة الله فی کل ما امر به و دعا الیه "
(ورق ۶۸)

اس حصہ کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے ۔

" قد فرغ مولانا الفقیر الی رحمۃ ربہ الکریم محمد التقی بن
الحسین بن ولید ارحم علی جملہم اللہ من ورثۃ جنۃ النعیم فکوة
یوم النشأۃ الرابع والعشرون من شهر الله الاصب رجب
المرجب عام الف ومائتین وثمان وثمانین من الهجرة المقدسة
حامدا لله سبحانه بصلیا عن رسوله واهل بیته "

جو مئی جلد میں ۱۶۲ اوراق میں ابتداء کے الفاظ یہ ہیں ۔

" الحمد لله استقامت نعمته ولا اله الا الله اخلاصا لوحدايته

وصلی اللہ علی محمد سید بریۃ وعلی الاصفیاء من عترته "

یہ جلد سورہ ۳۰ آل عمران پر ختم ہوتی ہے ۔ اسے ختم کرنے کے بعد مصنف نے
پانچواں حصہ یعنی سورہ ۴ نساء کی تفسیر شروع کی تھی ۔ چند آیتوں کی تفسیر
لکھی تھی کہ ان کا انتقال ۱۲۸۹ھ میں ہو گیا ۔

ان کے اپنے کتب خانہ میں اس تفسیر کے کئی نسخے ہیں ان میں سب سے عمدہ
وہ نسخہ ہے جو دودو پاروں کی تفسیر پر دو جلدوں میں ہے ۔ اس کا کاغذ اور
کتابت بہت عمدہ اور صاف ہے ۔ اسی میں وہ چند آیتیں اور ان کی تفسیر ہے
جو ان کی تفسیر کا آخری حصہ ہیں ۔ آخری آیت جسکی تفسیر اس میں ہے وہ
یہ ہے ۔

" وابتلوا الیقار حتی اذا بلغوا النکاح وکفی باللہ حسیبا (۱) "

اس آیت کی تفسیر بھی مکمل نہیں ہو سکی ہے صرف بلوغت تک کی توضیح کر کے
ہیں ۔ آخری الفاظ یہ ہیں ۔

" اذا المراد من الا مریلا بطلاۃ الی بلوغ النکاح حضور قبلہ لا

استمرارہ الیہ لان الا بطلاۃ یعنی تحقیق وتبین بہ الحال لم

پتکر "

یہ کتاب ۱۲۹۳ھ میں عند الطابع امروہہ سے شائع ہوئی را مہر کے
کتب خانہ میں موجود ہے (۱) اس میں ۱۶۹ صفحات ہیں۔ یہ قرآن مجید کے آخری
پارہ کی تفسیر ہے۔ اس کے مصنف کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد قطب الدین بن
شاہ محمد بخش بن شاہ رحمان بخش بن شاہ عبدالباری بن شیخ ظہور اللہ بن عبدالہادی
الچشتی الامروہوی۔

اس میں انھوں نے مطالب قرآن کے ساتھ ساتھ اعراب و ترکیب سے بھی بحث کی ہے۔ ان کا تفسیر بیان کرنے کا انداز بہت اچھا ہے۔ پہلے آیت لاکھ دہتے ہیں پھر اس کے الفاظ کی الگ الگ تشریح کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے مرتبط کرتے ہیں اس کے بعد آخر میں "والعنی" کہہ کر مطلب بیان کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر خامہ مفصل کی ہے۔ ہر لفظ کی الگ الگ تشریح کرتے ہیں۔

" قولوا يا ايها الناس وقت القراءة او التلاوة نقرأون بسم الله الرحمن
 الدنيا والآخرة الرحيم في الآخرة لا يغير متروكين بسم الله الرحمن
 الحقيقي البالغ في الرحمة غايتهما الرحيم في الآخرة لا يغيره او معناه
 قولوا مستمعان او تلتصق بسم الله الرحمن الرحيم قرأتى او تلاوتى لا يغيره "

" يا ايها الانسان انك كادح الى ربك كد حافلا فيه " (٢) كى تفسر اس طرح

بن -

انتم من اللات والعزى
ادعوا وقلوا حال كوننا

* یا ایہا الانسان مرسلہ فی سورۃ الانفطار انک کا دج جواب
للداء والکدح جہد النفس فی العمل والکاد فیہ بحیث یوترقہا
من کدح جلدہ اذا خدشہ الی ربک متعلق بکا دج کہ حا حصول

مطلق له والقاء للتفريع ولا فيه مضاف الى المفعول الذي هو الضمير
المائد الى الكدح خبر مبتدأ مخذوف وفاعله الضمير المستتر فيه
فائد الى الانسان والمعنى يا ايها الانسان انك جا هذا الى لقاء
ربك جهادا ثم وهو الموت فانت ملاق جهد النفس في العمل بمعنى
جزاء الكدح ان جهرا فخيروا وان شرافشرا وقيل لقاء الكدح بمعنى لقاء
كتاب فيه *

امون نے تشریح و تفسیر کے ساتھ ساتھ نفوس ہاتھوں سے بھی بحث
کی ہے عبارتوں کی ترکیب اور گرامر کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ضرورت کی جگہوں پر
احادیث نقل کی ہیں طرز بیان چونکہ سادہ ہے اس لئے مطلب آسانی سے سمجھ
میں آ جاتا ہے کسی کسی سورہ کی شان نزول بھی بیان کر دیتے ہیں اگر کسی سورہ
سے کوئی واقعہ متعلق ہے تو اس کا بھی مختصراً تذکرہ کر دیتے ہیں۔ سورہ نصر کی
تفسیر میں لفظی تشریح اور نفوسی تفسیر کے بعد اس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں۔

" والمعنى اذا جاء نصر الله لا ولهائه وفتح مكة والبصرة الناس
ايها النبي حال كونهم يدخلون في دين الاسلام جماعات كثيرة
لو علمت الناس يدخلون في دينه تعالى فسيح متلبيا بحمده وتقديسه
انه كان كثير قبول التوبة ضم رحيمهم وكان رسول الله صلعم
يكثر من قول سبحان الله وبحمده استغفر الله واغوب اليه -
وهروى ان عمر لما سجد هذه السورة بكى وقال الكمال دليل الزوال
وضه عليه السلام دعا فاطمة فقال يا بنتاه انه نعت الى نفس
فبكيت فقال لا تبكي فانك اول اهلى لحوقا بنى قال قتادة ومقاتل
هاشم النبي عليه السلام بعد نزول هذه السورة سنتين وكان فتح
مكة في رمضان سنة ثمان وتوفي صلعم في ربيع الاول سنة عشر -
اسی انداز پر آخری پارہ کی تمام صورتوں کی تفسیر کی ہے۔

* اسفل ما فلین (۱) تفسیر میں لکھتے ہیں۔

* منصوب بنزع الخافض والمراد به طبقة من طبقات النار الشديدة
التي هي اسفل من النار وجعلها بالياء والنون لتزيلها من منزلة العقلاء

او المراد به ارنزل المبرقان الساقلون هم الضمائم وبما نه
صفة لمكان محذوف هو مفعول ثان لرودنا المراد به اما طبقة
من النار او الكفار وعصاة المؤمنين او بما لدالية عن مفعول رودنا
المراد به ارنزل انصر فقط "

" الكونتر " کی شرح ہوں کی ہے ۔

" والمراد به نمرق الجنة عن النبي صلعم انه قرا ما فقال اعدون
ما الكونتر انه نمرق الجنة وعد نيه ربي فيه خير كثير وعن ابن
عباس انه نسر الكونتر بالخير الكثير فقال له سعيد بن جبير فان
ناسا يقولون هو نمرق الجنة فقال هو من الخير الكثير "

مصنف نے اس کو رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ میں لکھا تھا ۔ کتاب کے خاتمہ
پر مختلف علماء کی تقریبات بھی ہیں کچھ قطعات تاریخ بھی ہیں ۔

تفسیر سورۃ یوسف

صاحبزادہ علی صاحب خان ولادت سنہ وفات ۱۲۹۸ھ

رام پور میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے علی صاحب خان بن صاحبزادہ علی حسین خان بن عظیم اللہ خان بن مصطفیٰ خان بن صاحبزادہ الہ پار خان بن نواب سید علی محمد خان۔

انہوں نے مولوی حافظ محمد رضا خان مولوی ارشاد حسین اور مفتی سید اللہ صاحب سے کسب علم کیا علم طب میں بھی ان کو دلچسپی تھی اور یہ علم انہوں نے حکیم ابراہیم خان لکھنوی سے حاصل کیا۔ ۱۲۹۸ھ میں حج بیت اللہ کو گئے مدینہ منورہ ان کا انتقال ہو گیا اور حضرت حمزہ کے مزار کے متصل دفن ہوئے (۱) رام پور کے کتب خانہ میں یہ تفسیر موجود ہے اس میں ۹۳ صفحات ہیں۔ یہ نواب کلب علی خان کے زمانہ میں لکھی گئی تھی مقدمہ میں ان کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ ابتداً ان الفاظ سے شروع ہے۔

"الحمد لله الملك السلام الواحد له ملك السماء والسطوح مرسل

الرسل والروح خلال المعام اعدل الحكام هو الله لا اله الا

هو لا والد له ولا مولود"۔

پوری تفسیر میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں ہے اسکی جو کچھ بھی اہمیت ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اسے "بے نقط" لکھا ہے یعنی جس طرح فیض نے سواطع الالہام میں اپنی قادر البہانی کا ثبوت دیا ہے انہوں نے بھی اسی ضفت کو اپنا کر ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن میں نقطے نہیں ہوئے۔ فیض کے یہاں اس ضفت کی وجہ سے کافی اشکال ہو گیا ہے مگر ان کے یہاں ایسا نہیں ہے ان کی چار تین آسان ہیں اسکی وجہ یہ معلوم ہوئی ہے کہ انہوں نے اظنا ب کے بجائے اہجاز کو مد نظر رکھا ہے۔ بہر حال اس ضفت کے اعتبار سے اس تفسیر کو بھی اہم سمجھا جاسکتا ہے ورنہ تفسیری نقطہ نظر سے اس میں کوئی بھی بات قابل ذکر نہیں ہے پس آسان قسم کی مختصر میں تفسیر ہے۔ کسی مسئلہ پر

(۱) تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۶۱ مصنفہ حافظ احمد علی خان شوق

کوئی بھی بحث نہیں کی ہے۔ آیت کا مطلب مختصر طریقہ پر بیان کر دیتے ہیں۔
 "ورادته التي هوفى بها" (۱) کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

"(ورادته) عروس (التي هو) المملوك (في بها) دارها (عن نفسه)

للزود الرود الروم مع المكرو صار معمول المعامل الموصول لا

اسمها لا علام كمال عصبه و صلاح حاله والحاصل اراد اهل مالكة معه

الواصل مع المكر الحوال" (ص ۲۰)

اگرچہ سورہ یوسف کی تفسیر میں بڑی پیچیدگیوں ہیں اور مفسرین بعض جگہوں پر بہت الجھتے ہیں لیکن انہوں نے کسی بھی مسئلہ کو نہیں جھپٹا ہے اور صرف مختصر مطلب ہی بیان کر دیتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب قحط کے زمانہ میں مصر آئے تو حضرت یوسف انہیں پہچان لیتے ہیں لیکن ان کے بھائی ان کو نہ پہچان سکے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر "وہم له منکرون" (۲) کہا ہے اسکی تفسیر یوں بیان کی ہے۔

"لا فلا* مراحمہ وظوا امرہ سئلہم ما صار وودکم مصر کلوا

لا حصال الطعام واعاد السئوال لسلکم رھسط الا عدا وودکم

لا حساس احوال مصر صرحوا ولموا اسم والدہم و ملکهم و حال

ھلاک الولد المطروح و حال امساک الوالد لولد والدہ وامہ ودا

وولا* وراہ امر لا صدارہم واکرامہم" (ص ۵۶ ۵۷)

اس کے دو نسخے راہپور کی رضا لا شہری میں موجود ہیں ۵۵۸ اور ۵۵۹

مخطوطہ ۵۵۹ کو نواب سید حامد علی خان کے حکم سے مرزا محمد باقر کشمیری

نے ۱۹ فروری ۱۹۱۶ء میں نقل کیا تھا جیسا کہ خود کاتب نے آخر میں لکھ دیا

ہے دوسرے نسخہ کے کاتب حافظ حبیب اللہ خان ہیں دونوں میں نسخے

صاف ستھرے لکھے ہوئے ہیں اور اچھے حال میں ہیں۔

خاتمہ کی عبارت یہ ہے۔ "لله ورسله والموعود علی الدوام کمل الا مر الکلام"

تتمہ پناہ بیع الانوار

سید محمد ابراہیم بن سید تقی (۱۱۳۰ھ)

سید تقی صاحب مرحوم تفسیر پناہ بیع الانوار کے چار حصے لکھ چکے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا ان کے بعد ان کے صاحبزادے سید محمد ابراہیم نے ان کے اس طبع کارنامہ کو مکمل کرنے کا ارادہ کیا مگر ان کو بھی موقع نہ مل سکا اور چھوڑا ہی سا اضافہ کر کے یہ بھی انتقال کر گئے۔

یہ کتاب بہت ہی خراب حال میں ہے کچھ غیر مرتب سے بھی لگتی ہے جا بجا صفحات مالدے رہ گئے ہیں لگتا ہے کہ یہ خیال تھا کہ ان کو بعد میں لکھا جائیگا۔ مگر موقع نہ مل سکا یہی وجہ ہے کہ چار تہیں بھی بہت سے جگہوں پر مبہم اور بے ربط ہو گئی ہیں۔ انھوں نے بھی وہی باتیں پہلی نظر رکھی ہیں جو ان کے والد نے تفسیر لکھتے وقت اپنے سامنے رکھی تھیں اور تفسیر کا انداز بھی تقریباً ویسا ہی ہے انھوں نے اس آیت کی تفسیر سے ابتداء کی ہے۔

" للرجال نصيب مما ترك الوالدان " (۱) پہلی

یعنی جہان سے ان کے والد نے چھوڑا تھا انھوں نے اس کے بعد والی آیت سے تفسیر شروع کی ہے۔ ان کا اندازہ یہ ہے کہ پہلے پوری آیت کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد الفائدہ کے تحت اسکی مکمل تفسیر و توضیح کرتے ہیں اگر کسی آیت میں کئی باتیں قابل ذکر ہوں ہیں تو الفائدة الاول الفائدة الثانية کی ترتیب اختیار کرتے ہیں۔ جتنے بھی مطالب و نکات بیان کرنے ہوتے ہیں اس طرح کرتے چلتے جاتے ہیں۔ یہ نسخہ غالباً خود مصنف کے ہاتھ کا ہے اس میں جا بجا ترمیم و تصحیح کی ہے اور حاشیہ پر بھی بہت سے جگہوں پر نوٹس لکھے ہیں اسکی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

" الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد وآله

الطاهرین "

ورانت کی آیات کی تفسیر بہت تفصیل سے بیان کی ہے مرنے والے کے جتنے بھی وارث ہو سکتے ہیں اور جن لوگوں کو ورانت مل سکتی ہے ان سے کسی بڑی تفصیل لکھی ہے۔ یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر مختلف قسم کے بہت سے وارث موجود ہوں تو کس طرح سے تقسیم کرنا چاہئے ان کے انداز کو سمجھنے کے لئے ذیل میں ایک دو عبارتیں پیش کی جاتی ہیں۔

" لوکان الزوج مریضا حال العقد ولم یبرأ من مرضه ولم یدخل

بہا فلا ترث علی الا شہر الا ظہر بل ظاہر السرائر وصریح التذکرۃ

دہوی الا جماع علیہ " س ۲۷۹۔

اس کے بعد بہت طویل بحث ہے اس بحث میں آگے چل کر لکھتے ہیں۔

" الزوج یرث من کما تبرکہ المرأة اجماعا منقولا کان او غیرہ

کانت المرأة ذات ولدا م لا دخل بہا الزوج ام لا " س ۲۸۸

میراث کے سلسلے میں انہوں نے الگ الگ ضوان قائم کئے ہیں مثلاً " فی میراث

الاخوة ذکورا کانوا ام اثنا " " اذا انفرد الاخ " " لا یورث " " اذا انفرد

الواحد من ولدا م ذکرا کان او انثی " " فی میراث اخوة الاب " " فی میراث

الاخوال " " فی میراث الایام "۔۔۔ اسی طرح سے انہوں نے تمام لوگوں کی

ورانت اس کے حقدار اور اس سے متعلق باتوں کو بیان کیا ہے۔۔۔ یہ کتاب

مکمل نہیں ہے جیسا کہ خانہ کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے۔

" وسبب یحجب احد ہما خارج ضمما کزوج و ہواہن م وللزوجة

اخ او ولد "

اس کتاب کے دو نسخہ حید تقی صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہیں دونوں

میں اسی عبارت پر ختم ہوتے ہیں دونوں یکساں کثے پھٹے اور غیر مرتب ہیں۔

آیات للحقائق

حافظ قاپٹ اللہ انری وزیر آبادی (پنجاب)

اس میں ابتدا سے لے کر سورہ "نساء" کے خاتمہ تک آیات الہی کی تفسیر بیان کی ہے۔ یہ کتاب مطبع کرہی لاہور سے ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوئی اس میں ۲۱۶ صفحات ہیں۔ انداز بیان انتہائی سادہ ہے عام طور سے آیت کا مطلب اس معنوں کی کسی دوسری آیت سے بیان کرتے ہیں اگر ضرورت ہوتی ہے تو چند الفاظ اپنی طرف سے بھی لکھ دیتے ہیں حاشیہ پر نوٹ کافی لیے لیے لکھے ہیں اور بہت سے واقعات جن کا تعلق اس آیت یا سورہ سے ہے وہ بھی بیان کر دیتے ہیں۔ مثلاً "مدنا الصراط المستقیم" پر یہ نوٹ لکھا ہے۔

"اعظم ایھا الاخوان الصراط المستقیم هو قبول التوحید الربانی والا لہی ورد الشوک الجلی والخفی خیالاً و قولاً وفعلاً وفعل الخیرات فی الدنیا رجا" نواہی فی الآخرة و ترک الافراط والتفسیر یط والسنہات مخافة عقابھا کما یطہر من سہاق الذریمۃ وسہاقھا وقد قال اللہ تعالیٰ الم اعهد الہکم یا بنی آدم الا تعبدوا الشیطان انه لکم عدو مبین وان اعبدونی ہذہ صراط مستقیم وقال لرسولہ انک لتعدی الی صراط مستقیم صراط اللہ الذی لہ ما فی السموات وما فی الارض الا الی اللہ تعالیٰ الامور"

اسی طرح سے "ما لک یوم الدین" کی تفسیر میں لکھتے ہیں "یوم لا تملک نفس لنفس شیئاً والا مریم منذ للہ حتی یجیب احد قولہ لمن الملک الیوم فہو الذی یجیب للہ الواحد القہار الیوم تنزی کل نفس ما کسبت لا ظلم الیوم ان اللہ سریع الحساب فاعذوہ واستعنوا بہ"

عام طور سے آیتوں کے مطالب پوری طرح سے بیان کئے ہیں اور حتی الامکان مقابلہ کی آیات بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ واقعات جو قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں ان پر مفصل معلومات حاصلہ پر لکھ دی ہیں مثلاً موسیٰ کے تمام واقعات بہت تفصیلی طور پر ص ۲۵ سے ص ۴۵ تک بیان کئے ہیں۔ اگر کسی جگہ یا شخص کا نام درمیان میں آگیا ہے تو اس کے متعلق بھی لکھ دیا ہے مثلاً "الصفا والمروة" (۱) کے متعلق لکھتے ہیں۔

"ہما جبلان بحاکہ ذواتا اصنام وحناک سوق یماع فیہ ویشتری ویدور المشرکین فیہ سمیا ویلعبون ویزحمون ضد الاوثان
عبد او یلشون او ہما قلیان ابھض مثل الصفا ما مستہ نکاتہ سوداء
ولا ادركہ درن ولا غاروا الا خرا سود مرید اکا لکوز لا یمرف
مصرفا ولا ینکر منکرا الا ما اشرب من ہواء فلیستطرنفس لہما
تحتار لہما وتصفی او ہما نجدان الصفا سبیل الرعد والمروة
سبیل النعی فمن حج البیت فوا عتمر فلیطلع علی طریق الخیر
والشر سمائم لہختر لہما شام"

الصلوة الوسطی (۲) ہر کی نماز کو قرار دیتے ہیں۔

"الوسطی ہی العصر لان اللہ جعل النوم سہا تا و وقت لہا
لیلا ولا تکلف فی النوم عقلا ولا شرعا فالامر الالہی لا یتوجہ
علی الانسان الا وقت الثقیط منہ وهو النہار فالاولی من

الصلوة ہی الفجر والاخری ہی العشاء والعصر فی وسطہن"

اس کے بعد انہوں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ پانچویں نمازوں میں سے کسی کو بھی صلوۃ وسطی کہا جاسکتا ہے کیونکہ ہر نماز کسی نہ کسی حساب سے وسط میں پڑتی ہے۔

انبیاء جس ترتیب سے آئے تھے ان کا بھی ذکر اس ترتیب سے کیا ہے ان کی تعداد لکھی ہے اور ان سب کی خصوصیات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے ان نبیوں کا ذکر کن سورتوں میں ہے کم اس کو بھی بیان کر دیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ

کے جسے نام میں ان کو بھی لکھ دیا ہے اور لکھا ہے کہ جتنی بھی اچھی صفات
 ہو سکتی ہیں وہ سب اللہ کے نام میں اور صفات الہیہ پر کتنی ویں شمار ہیں ۔
 حضرت مریم کے قصہ میں " وَاٰتَيْنَاهَا خُبْرًا نَّحْمَدُهَا (۱) " کی تفسیر میں لکھتے ہیں
 " اٰتَيْنَاهَا خُبْرًا " مبارک احسن اذا بلغت اشدّها واستحقت
 للدرّس ارسلت المدرسة فاختصم اهلها والقوا اقلامهم
 اقتسرا عا اھم یكفل مریم "

اس تفسیر کے بعد حاشیہ پر ایک نوٹ لکھا ہے جس میں مدرسوں کے قیام
 اور ان میں تعلیم کے مسائل بیان کئے ہیں لکھتے ہیں ۔

" يجب علی المسلمین ان یبنوا مدرسة للنساء خالصة لتعلمن
 فھاد ینھن فیلھنہ ایاھن لانھن اصلھن لھن تعلیمات وتعلیمات
 الا تری الی محمد رسول اللہ علیہ صلوات من ربہ ورحمۃ
 قد تزوج ذوات العدد من النساء فتعلمن ھن حتی اھل الرجال
 ان یسئلوھن واذا سئلنھن مٹاعا فاسئلوھن وراء الحجاب
 فیتبخی للمسلم ان یجفی من اولادہ مرجو اھلہ الی
 المدرسة ویکفل خرجه ہونفسہ ان کان شیا وان ذوعسرة
 فاولیاءوہ اولھل المدرسة یکفلونہ "

اس طرح سے " ان اللہ لا یفران بشرک بہ (۲) کی تفسیر میں لکھتے ہیں
 " ومن بدع مع اللہ الہا آخر لا یرھان لہ بہ فانما حسابہ
 ضدربہ انہ لا یفلح الکافرون ومن یفعل ذاک یلق انا ما یضعف
 لہ العذاب یوم القیۃ ویخلد فیھا معانا الا من تاب وآمن و
 عمل عملا صالحا فاولئک یمدّل اللہ سیا تم حسنات وکان اللہ
 قھورا رحیما "

الفاظ اور نکت کی بحث کی اس میں نہیں ہے دوسری کتابوں کے حوالے
 یا دوسرے لوگوں کے اقوال بھی درج نہیں ہیں پس سید ہے دوسری کتابوں کے

سادے انداز پر مطالب کی توضیح کی گئی ہے اور ضروری جگہوں پر نوٹ لکھ کر مفہوم کو مزید واضح اور کارآمد بنا دیا ہے۔



نظام القرآن و تاول الفرقان مولانا حمید الدین فراہی

مولانا حمید الدین فراہی "نظام القرآن و تاول الفرقان" کے نام سے ایک مکمل اور جامع تفسیر لکھ رہے تھے مگر یہ قسطنطنیہ سے ان کا یہ کام مکمل نہ ہو سکا۔ ان کی تفسیر کا کچھ حصہ الگ الگ سورتوں کی شکل میں شائع ہو چکا ہے اور اس کا بڑا حصہ سرائے میر میں غیر مطبوعہ موجود ہے۔ انہوں نے اپنی اس تفسیر میں یہ بات خاص طور سے ملحوظ رکھی تھی کہ قرآن کریم بیان اور خیالات کے اعتبار سے یا ترتیب سے اس کی آیات میں ایک مخصوص نظم و ترتیب ہے اور یہ خیال کہ اس میں ربط یا ہی نہیں ہے غلط ہے۔ جن سورتوں یا آیتوں میں تقدیم و تاخیر ہوئی ہے وہ کسی حکمت بلاغت اور مقتضائے حال کے پیش نظر ہے اگر مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم بغیر کسی اصول کے کیا گیا ہوتا تو سارا نظام قرآنی درہم برہم ہو جاتا۔ انہوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید خود اپنی آیتوں کی تفسیر کرتا ہے اس لئے انہوں نے مفسرین کے بیان کئے ہوئے عجیب و غریب قصوں اور کہانیوں سے احتراز کیا ہے۔

جس سورۃ کی تفسیر بیان کرتے ہیں اس سے پہلے ان تمام مسائل کی ایک فہرست لکھتے ہیں جو اس سورۃ سے نکلتے ہیں۔ مسائل کی توجیہات شان نزول اور ربط قرآنی کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں اس وقت ان کی بیان کی ہوئی تین سورتوں سورۃ المرسلات والعصر اور الکافرون کا ذکر کروں گا۔

تفسیر سورۃ المرسلات

قرآن کریم یوں تو ایک مکمل اور مسلسل دعوت ہے لیکن آخری پارہ کی بیشتر سورتیں دعوت کی بنیادی باتیں ہیں قیامت کا ذکر اللہ تعالیٰ کا

خوف اور بندوں کے ساتھ احسان کی جتنی تعلیم ان سورتوں میں ہے کہیں اور نہیں ملتی۔ اس سے قبل کی سورۃ میں جن باتوں کا ذکر اختصار کے ساتھ ہے اس سورۃ میں وہی باتیں قدرے شرح و بسط کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔

مولانا حمید الدین صاحب نظم قرانی کے قائل اور اسکی موجودہ ترتیب سے متفق ہیں ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کی اس سے بہتر ترتیب ممکن ہی نہیں انھوں نے قرآن کریم کا گہرا مطالعہ محض اسی غرض سے کیا تھا کہ ترتیب میں ربط اور آیات میں نظم کے رشتہ کو زیادہ مستحکم کر سکیں اس سورۃ کی تفسیر انھوں نے گیارہ عنوانوں کے تحت کی ہے۔

۱۔ اس سورۃ کا تعلق ماقبل سے یہ بیان کیا ہے کہ جو کچھ "سورہ دھر" میں بیان ہو چکا ہے یہ اسی اجمال کی تفصیل ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ترغیب تفسی اور اس میں ترہیب ہے "وما ترسل المرسلین الا مبشرین منذرین"۔

۲۔ یہ سورۃ ان سورتوں میں سے ہے جن میں کسی ایک مخصوص آیت کو بار بار دہرایا گیا ہے اس میں "ویل یومئذ للعاکذین" دس بار استعمال ہوا ہے اس آیت کے بار بار دہرانے میں موقع و محل کا پورا خیال رکھا گیا ہے اور بلاغت میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں آئی ہے ماقبل سے تعلق اور مضامین بھی ہر جگہ موجود ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہوں پر "ترجیع" کا استعمال ہوا ہے اور ان تمام جگہوں پر معنی اور زوریات سب میں کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا ہے۔ بلکہ ایک خاص قسم کی خوبصورتی اور طرز ادا کا ایک نیا اور زیادہ موثر انداز پیدا ہو گیا ہے الفاظ کی تاویل بھی حسب موقع ہے اور یہی بلاغت کا اصول اور کلام مجید کی عظمت کا ثبوت ہے۔

۳۔ تیسرے عنوان کے تحت آیتوں کی تفسیر کی ہے ایک تا پندرہ آیتوں کی تفسیر اس جگہ ہوئی ہے اس موقع پر تفسیر کے ساتھ ساتھ خود قرآن مجید کی

آیتوں سے بھی معنوں کی توضیح کرتے ہیں اور ہر آیت کے لئے تقریباً اسی جہی آیت پیش کی ہے ۔ " فَاَلْمُصَلِّتُ صَفَا " کی تفسیر یوں کرتے ہیں ۔
 " اِیْ بَعْدَ الْاَرْسَالِ تَشْدُدُ وَهَذَا یُکُونُ کَثِیْرًا لِلضَّرْرِ قَالِ تَعَالٰی
 حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفَلَکِ وَجَرِیْنِ بِهِمَّ بِرِیْحٍ طَیْبَةٍ وَفَرَحَوا بِهَا
 جَا " تھا " ریح عاصف وجائهم الموج من کل مکان " اسی طرح سے " طُفِئَتْ " کی تفسیر یہ کی ہے ۔
 " طَمَسَ الشَّمْسُ مَحَا " و فطی طی آثارہ مثلاً من قبل ان
 نطمس وجوها او تروھا علی ادبارھا " ایضاً " ربنا اطمس
 علی اموالہم " ۔

" وہل یومئذ للکذبین " کی تفسیر میں سیاق و سباق کے حوالے سے مطالب کی تفسیر کرتے ہیں اور یہ دکھاتے ہیں کہ اس کا استعمال پوری سورۃ میں جتنی بار بھی ہوا ہے موقع و محل کے اعتبار سے بالکل صحیح اور مفہوم کو زیادہ واضح کرتا ہے ۔

۲۔ ہوائیں جس طرح رحمت الہی ہیں کر زرخیزی و شادابی لا سکتی ہیں اسی طرح عذاب بن کر لوگوں کو تباہ و برباد بھی کر سکتی ہیں اسکی قسم کھا کر اس دلیل کی شہادت دی گئی ہے ۔ خدا اپنے بندوں سے کس وقت بھی غافل نہیں ہوتا بلکہ اپنی رحمت کی بارش اور عذاب کے حملوں سے ان کو جزا و سزا دیتا رہتا ہے ۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئیگا جب ہمارے اعمال کی جانچ ہوگی اور فیصلہ سنایا جائیگا ۔ اس سلسلہ میں مولانا نے یہ دکھایا ہے کہ کفار " یوم الدین " کا دو

وجہوں سے انکار کرتے تھے ۔ ایک تو یہ کہ وہ ان کو عجب سالگتا تھا دوسرے اس کی ناحہر بھی ان کے لئے معہ تمی پس اللہ میاں نے ان کے پہلے شبہ کو تو ایسی مثالوں سے دور رکھا ہے جو ان کی سمجھ میں آسانی سے آجائیں اور جن کو وہ روزمرہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ہیں ۔ دوسرے شبہ کو بھی یوں مٹایا ہے کہ اللہ کا عذاب کسی پر اچانک نہیں

آتا بلکہ اس سے پہلے وہ انہیں آگاہ کرتا ہے بار بار موقع دیتا ہے کہ وہ سنبھل جائیں اور پھر آخر میں تو عذاب آتا ہی ہے۔
 ۵۔ یہاں پر پھر جملوں اور الفاظ کی تشریح کی ہے اور اسی اپنے انداز کو یعنی تفسیر قرآن یا قرآن کو ملحوظ رکھا ہے " اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ " میں لفظ مہین " کی تشریح یوں کی ہے۔

" الْمَعْنَةُ عَدَمُ الْاِقْتِنَاءِ مَهْنَتِ الْاِبْلِ خَلِيقَتُهَا مِنْ الصَّدْرُودِ الْاِبْتِذَالِ وَالتَّحْقِيرِ اِمْتَهَنَتِ الشَّيْءُ اِبْتِذَالُهُ وَالرَّجُلُ اَضْعَفُهُ وَمِنْهُ الْعَاثِرُ الْخَادِمُ وَمِنْهُ الْمَعْنَةُ الْخِدْمَةُ مَعْنَهُ خَدَّ " قَالَ تَعَالَى وَلَا تَطْعُ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ " اِیْ مِنْ هُوَ مِیْثَاقُ النَّفْسِ اِیْضًا اَخْبَارُ اَعْنِ قَوْلُ فِرْعَوْنَ حِیْنَ اسْتَخَفَّ مُوسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ " اَمْ اَتَاخِیْرُ مِنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَّهِينٌ وَلَا یُکَادُ یَمِیْنُ "۔

اس انداز میں تمام مشکل الفاظ کی پوری طرح سے وضاحت کی ہے اور مطالب کو آسان انداز میں بیان کیا ہے۔

۶۔ چھٹے عنوان کے تحت گزشتہ آیات کی جامع تفسیر کی ہے مطالب کو پوری طرح سے واضح کیا ہے اور اس کی کئی مثالیں دی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مطلق ہے مگر جبار و قہار نہیں ہے بلکہ رحیم و کریم ہے پچھلی قوموں پر عذاب ان کی نافرمانی کی وجہ سے آتا تھا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ہدایت سے لے کر آخر تک کے معاملات سے واقف ہوتا ہے اس دنیا میں جو بھی ہے اسے فنا لازم ہے اور ایک دن یہ سب چیزیں اسی کی بارگاہ میں حاضر ہوں گی۔ نہکون کو ان کے صل کا فائدہ اور ہوں کو ان کی بد اعمالیوں کی سزا دی جائے گی اور ان کے سامنے وہ حقائق روشن ہو جائیں گے جن کا وہ انکار کرتے ہیں۔

۷۔ یہاں ان آیتوں اور الفاظ کی تشریح کی ہے جن کا سمجھنا کسی وجہ سے مشکل ہے اور اس میں اسی پچھلے انداز کو برقرار رکھا ہے۔ اس سورۃ کی

تیسویں آیت " اطلبوا الى ظلّ ذی ثلث شعب " کی تشریح کرتے ہیں -
 " ای ظل من الدخان فان الدخان اذا خلا من نار عظيمة
 شد یدة اللهب انشعب کا لشعلة واسبطرکا لظلة "

اسی طرح سے " انھا ترمی بشر رکا لقصر کانت حملت صفرة " کی مکمل
 تفسیر بھی بیان کی ہے اور یہ دکھایا ہے کہ " قصر " کے معنی کیا ہیں
 کس مفہوم میں استعمال ہوا ہے اور اس سے تشبیہ کیوں دی گئی ہے -
 " القصرة " کے معنی اونٹ کی گردن کے ہونے میں بڑے درختوں کے لئے
 بھی مستعمل ہے لیکن اس جگہ پر اونچے اونچے شعلوں کو بلند وبالا عارتوں
 سے تشبیہ دی ہے محلات اونچی جگہوں پر تعمیر کئے جاتے ہیں اور چونکہ
 شعلے بھی اوپر اٹھتے ہیں اس لئے یہ تشبیہ زیادہ مناسب ہے اور یہیں
 مختلف لوگوں سے مروی بھی ہے - " حملت " کی توضیح میں لکھتے ہیں -
 " والجمالة هي جماعة ابل الذکورة وهذا التشبيه بصور
 لون الشرر وعظمه مما وانما وصف بالصفرة لكونه بری
 وراء الدخان " -

۸۔ " ذی ثلث شعب " سے یہ نکتہ بھی نکالا ہے کہ اس سے مراد لوگوں
 کی ان تین قسموں سے ہے جنہیں عذاب میں مبتلا ہونا پڑیگا ایک تو وہ لوگ
 ہیں جو اللہ اور اسکی مخلوق سے لا پرواہی کا اظہار کرتے ہیں دوسرے
 وہ جو آخرت کے منکر ہیں اور اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تیسرے وہ
 ہیں جو خدا سے غفلت برتتے ہیں اور کفر و شرک کی تارکیوں میں بھٹکتے
 رہتے ہیں اس سلسلہ میں احادیث سے بھی کام لیا ہے تاکہ ایسے لوگوں
 کو بھری طرح پہچانا جاسکے -

۹۔ اوپر جن آیتوں کی تفسیر بیان کی ہے یہاں ان پر مجموعی طور سے
 نظر ڈالی ہے اور ان کے نظم و ارتباط کو بیان کیا ہے ساتھ ہی ساتھ " وہل
 یومئذ للمکذبین " کی ترجیع کی بھی توضیح ساتھ کی آیتوں کی روشنی میں

کردی ہیں۔ یہاں تک کی چالیس آیتوں ڈرانے دھمکانے اور راء راست پر لانے کے لئے تمہیں اب خوشخبری اور بشارت کی آیات ہیں۔

۱۰۔ سورۃ پیاس آیتوں کی بھی چالیس کی تشریح اوپر ہو چکی تھی اب فقہ کی تفسیر یہاں کردی ہے۔ یہاں بھی انہوں نے اپنے مخصوص انداز کو برقرار رکھا ہے اور مشکل الفاظ کی تشریح کے ساتھ ساتھ ضروری تاویلات بھی بیان کر دی ہیں۔

۱۱۔ آخر میں آیات سابقہ کی تاویل کی ہے اور ان کا ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے اس کو بیان کیا ہے۔

تفسیر سورۃ العصر

اس سورۃ کی تفسیر سورۃ ضحانوں کے تحت کی ہے

۱۔ سورۃ کی دو تاویلیں ہیں ایک "عام" ایک "خاص" جس طرح سے عدہ اور اچھے مقررین کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے ہر خاص و عام اپنی عقل کے مطابق مفہوم سمجھ سکے۔ "معنی خاص" موقع کلام اور سیاق و سباق کے ساتھ ساتھ خاص باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور "معنی عام" اپنی جگہ پر مکمل و محکم ہوتے ہوئے ہیں کہ عام لوگ اسے سمجھ سکیں۔ سورۃ العصر اس لحاظ سے بڑی اہم ہے اسکی تاویل خاص بھی ہے اور عام بھی۔ تاویل خاص گذشتہ سورۃ سے عام تاویل کے مقابلہ میں زیادہ مربوط ہے۔

۲۔ اس سے پہلے سورۃ "نکات" ہے جس میں مال و دولت کی طلب میں انہماک اور اس کے نتائج کا ذکر ہوا ہے یہ نقصان عظیم ہے اس سورۃ میں بھی انسان کو اس کے نقصان سے آگاہ کیا گیا ہے اس ربط یا معنی کے لئے مفسرین مختلف آیتوں سے کام لیا ہے جن میں "خسران" کی اطلاع دی گئی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پوری سورۃ کا مفہوم بھی بیان کر دیا ہے اور اس میں بھی

مثالیں دوسری آیتوں سے پیش کی ہیں۔

۲۔ یہاں "عصر" کی تشریح کی ہے۔ لکھتے ہیں
 "ان كلمة العصر اسم للزمان من جهة زهايه ومروء
 كما ان الدهر اسم من حيث مجوہ ولذا لك يتصل
 العصر كثير الايام الخالية"

اپنی بات کے ثبوت میں امروء القیس (۱) عہد ابن الا برص (۲) اور قطابی (۳) وغیرہ کے اشعار پیش کئے ہیں اس کے بعد یہ بیان کیا ہے کہ "اعصار" نیز ہوا کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے "عصر" زمانہ کے معنی میں بھی اس لئے استعمال ہوتا ہے کہ وہ گردش کرتا رہتا ہے "عصر" دن کے آخری حصہ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے بعد دن چلا جاتا ہے لہذا یہ لفظ ایسا ہے جس کے استعمال سے اس قسم کی تمام باتیں ذہن میں آجائی ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے "عصر" کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ پچھلے زمانہ میں لوگوں نے اچھا یا برا جیسا بھی کام کیا اس کا بدلہ ملا زمانہ گزر جاتا ہے لیکن اعمال کی جزا و سزا ایک دن ضرور ہوتی ہے۔ انسان اجل مغنیہ سے غافل رہتا ہے حالانکہ اسے ہر وقت اس کا خیال رکھنا چاہئے یہ فہم انسانی کی خامی کا بہت بڑا خسارہ ہے۔ زمانہ کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ اس میں بڑی عسرتیں ہیں پچھلے زمانہ کی باتیں محض قصہ کہانیاں نہیں ہیں بلکہ حقائق پر مبنی ہیں۔

۵۔ انسانوں کے نقصان عظیم کے ذکر کے بعد کامیاب و کامران لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے یہ لوگ صاحب ایمان اچھے کام کرنے والے اور لوگوں کو نیک باتوں کی تلقین کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ تینوں صفیں ایسی ہیں جو کس

(۱) امرؤ القیس بن حجر بن الحارث الکندی متوفی ۲۵۲ھ الا علام ص ۳۵۱ ج ۱
 (۲) عہد بن الا برص بن عوف بن جشم الا سدی متوفی ۶۰۰ھ الا علام ص ۲۲۹ ج ۲
 (۳) صیر بن شیمس بن عمرو بن عباد من بنی جشم اللقب بالقطابی متوفی ۷۲۷ھ
 الا علام ص ۲۶۲ ج ۵

شخص کو انتہائی اعلیٰ و ارفع منازل پر پہنچا سکتی ہیں ہر جماعت کا کوئی نہ کوئی راہبر اور سردار ہوتا ہے جو اس جماعت کو ہر اثوں سے دور اور نیکیوں سے قریب ہونے کی دعوت دیتا رہتا ہے۔ قرآن مجید میں خود اس قسم کا ذکر بہت سی جگہوں پر موجود ہے اور جس کا نمونہ نبی صلعم کے بعد خلفاء کرام نے پیش کیا۔ امرونیہ کی ذہنی داری جماعت کے ایک ہی فرد کے سپرد ہو سکتی ہے ورنہ انتشار کا خطرہ رہتا ہے مسلمان جب شک حقوق و فرائض کی ادائیگی میں نہ لگیں گے انہیں کامیابی نہ ہوگی سیاست میں بھی جب شک و دو خلافت کا نظم نہ قائم کریں گے انہیں استقامت حاصل نہ ہوگی۔

۶۔ "حق" کے عربوں کے یہاں کئی معنی ہیں یہاں پہلی سورۃ کے ربط کے لئے حق کے معنی مواساة کے ہیں لبید (۱) اور ربیعہ (۲) کے اشعار سے اس کا ثبوت پیش کیا ہے۔ "تواصوا بالحق" کا مطلب "تواصوا بالمرحمة" ہے حق اور صبر میں کیا ربط ہے۔

"ثم اتبع ذالك بالتواهي للصبر فان الرحمة لا تمكن الا بان

يحتل المرء اذى الناس ويسامح بهم ويغفر لهم كما قال

نعماني "ولمن صبر وعثران ذالك من عزم الامور"

اس کے بعد لفظ "صبر" کی تشریح کی ہے۔

"واعلم ان الصبر عند العرب ليس من التذلل في شئ كما يصبر

المضطهد العاجز بل هو اهل القوة والعزم"

۷۔ ساتویں عنوان کے تحت اس کا جوامع الکلم ہونا ثابت کیا ہے۔ ۸۔ ثعوبین

جگہ پر ایمان کے معنی بیان کئے ہیں اور یہ دکھایا ہے کہ وہ گھٹکتا بڑھتا رہتا

ہے اور علم و عمل سے اس کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔ مومن اس کو کہتے ہیں۔

(۱) لبید بن ربیعہ بن مالک ابو عقیل العامری متوفی ۶۶۱ء الاعلام ص ۱۰۴ ج ۶

(۲) ربیعہ بن مقروم بن قیس الضبی متوفی ۶۳۷ء الاعلام ص ۴۲ ج ۳

”هوالمابد لله الذی حقق وجودہ بالایقان لآیاتہ و

الانسان لاحکامہ محبة ورضی“

علم وعمل سے اس کا احاطہ ہوں ہوتا ہے۔

”فکما ان الايمان للمقل هدى ونور فكذلك هو للقلب

صلاح و ظهور فيفيض على الرائي والا رادة معاً ويحيط

بالعلوم والاحوال جميعاً“

۹۔ ایمان کے معنی ایمان کے بھی ہوتے ہیں جیسے ”آمن الرسول بما انزل

الیہ یعنی ”ایقن الرسول“ لیکن یہ معنی ہر جگہ پر استعمال نہ ہوں گے

جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھ لیا ہے۔ یقین میں کہیں وبیشی نہیں ہو سکتی

اگر ہمیں کسی بات کا یقین ہے تو اس میں لچک نہیں ہوتی بلکہ پختگی ہوتی ہے۔

جن لوگوں نے ہر جگہ ایمان کو یقین سے تعبیر کیا ہے انہوں نے بہت سی

جگہوں پر آیات قرآنی کی تاویلیں کر ہیں۔ ان کے نزدیک مومن وہ ہے ”من

اقر بآیه من حزب المؤمنین وشارك المسلمين فی شمارهم“۔

۱۰۔ صل صالح سے مراد وہ نیک کام ہیں جن سے معاشرہ کی اصلاح اور صلاح

حال ہوتی ہو اس سے افراد اور جماعتوں کا مفاد وابستہ ہوتا ہے جسم عقل اور

قلب کی صالح نشوونما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو ہی مقصد

نہیں پیدا کیا ہے بلکہ دنیا اور اہل دنیا کو صل سے ہم آہنگ کرتا ہے۔ ان کے

لئے نیکی و ہدی کی راہیں ہیں جسے چاہیں اختیار کریں۔ جو لوگ حق کی

پیروی کریں گے رحمت وانصاف کے اصولوں پر عمل کریں گے ان کو وراثت عظمیٰ کا

حق ہے۔

۱۱۔ ”حق ہمارے عروج کا مقصد اور مطلوب ہے حق کے معنی دراصل موجود

کے ہیں حق کا وقوع یقینی ہوتا ہے عقل اسے تسلیم کرتی ہے اور اخلاق اسے فرائض

میں شمار کرتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ مختلف انداز سے ان تمام معنوں میں

استعمال ہوا ہے اس کے مخصوص معانی جسکی طرف اشارہ اس سے قبل بھی

ہو چکا ہے ”مواساة“ کے ہیں عربوں کے نزدیک سب سے بڑا اور اہم حق میں

سمجھا جاتا تھا ۔ اس کی ادا نیگی ہر صاحب استطاعت کے لئے ضروری ہے ۔

اگر حق کے ہمیں معنی لئے جائیں تو اس میں ان تمام باتوں کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے اور اس طرح سے حق ظلم و جور اور فساد و باطل سے الگ ہٹ کر زیادہ بہتر اور وسیع معنوں میں مستعمل ہو سکتا ہے ۔

۱۱۔ حق و صبر میں کیا نسبت ہے نجات کا دار و مدار عقل و اخلاق کی درستی پر ہوتا ہے عقل میں نرمی و سختی دونوں چیزیں موجود ہیں عقل کا کام یہ ہے کہ حق کے آگے سر تسلیم خم کر دے خدا کی ربوبیت کو تسلیم کرے مخلوق سے نرمی کا سلوک کرے اور بندگی کے احساس کو زندہ رکھے اسی طرح سے غیب کی باتوں پر ایمان لائے مصائب کے وقت صبر کرے قدرت کے بعد مصاف کر دے جس طرح سے حق کا تعلق عقل سے ہے اسی طرح حق کا تعلق صبر سے بھی ہے وہ ان دونوں سے لگا ہوا رکھتا ہے حق بھلائیوں کے دروازے کھولتا ہے صبر برائیوں سے انسانوں کو دور رکھتا ہے ۔ جتنے بھی آئے سب کو صبر کی شدید آزمائشوں سے گذرنا پڑا حق و صبر دراصل صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے دو قدم ہیں ایمان ایک تار پھڑ ہے عمل صالح اور حق و صبر اسکی شاخیں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کو بھی عمل صالح اور حق محبوب ہیں جو ان کو ہمال کر تا ہے وہ اس سے ناراض ہوتا ہے ۔ مختصر یہ کہ صبر حق کی محبت سے پیدا ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کا باہمی تعلق گہرا ہے حق چونکہ آنکھ سے اوجھل ہوتا ہے اس لئے صبر کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے ۔ "فا صبر ان وعد اللہ حق"۔

۱۲۔ عمل صالح اور تواضع میں بھی گہرا تعلق ہے "وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہل حق و صبر ہیں خود تو عمل کرتے ہی ہیں دوسروں کو بھی اسکی تاکید کرتے ہیں ۔ جو شخص حق کی پیروی کرے گا اسکی راہ میں صبر کرے گا وہ حق کو خراب و خستہ حالت میں نہیں دیکھ سکتا اس لئے اس لئے اسکی دلی تمنا اور عین خواہش یہ ہوگی کہ دوسرے لوگ بھی راہ حق کو

اختیار کریں اور صبر کی منزلوں کو پار کر کے اعلیٰ مراتب تک پہنچیں " و تعاونا علی البر والتقویٰ " ایسے ہی لوگوں سے متعلق ہے " فالبرّ هو الحق والتقویٰ ہی الصبر " ۔

۱۴۔ امت مسلمہ کے لئے ایک دوسرے کو نصیحت کرنا فرض ہے اور انہیں اپنی رائے کے اظہار کا ہر حق ہے ۔ اس سورۃ میں بھی مختصر طور پر یہاں امت اتحاد و اتفاق اور ہمیشہ کے بعض اصولوں کی طرف اشارہ ہے ۔ اس سورۃ میں تو اسی کا ذکر اس بات کا ہیں نبوت ہے کہ ہم دوسروں پر اپنے اچھے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں چونکہ اس امت کے فرائض میں اعلاء کلمۃ حق بھی داخل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں شہداء کا لقب بھی دیا ہے آزادیِ تقریر کی یہ شعارِ مثالوں اسلامی تاریخ کے اوراق میں موجود ہیں خلفاء کو برسرِ صبر شوک دیا گیا ہے ۔ البتہ اس آزادی کا غلط فائدہ اٹھانا اور فتنہ و فساد کے لئے استعمال کرنا موجب گناہ اور ناقابلِ معافی جرم ہے ۔ اس عنوان کے تحت انہیں باتوں کا ذکر ہے ۔

۱۵۔ حق و صبر کی توضیح مفصل طریقہ پر کر چکے ہیں ان دونوں کی حیثیت عظیم پہاڑوں کی سی ہے جن پر شریعت اسلامی اور نظام الہی کے ستون قائم ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا یعنی انصاف کے ساتھ اسی لئے قرآن مجید میں اس قوم کی جو اس زمین کی خلیفہ اور شریعت کی نعمت سے مالا مال ہوگی یہ صفت بیان کی ہے ۔ " یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم " ۔

اللہ تعالیٰ کسی قوم کو بھی جب اپنے کاموں کے لئے منتخب کرتا ہے تو انہیں شہداء سے آزما تا ہے اور جب وہ اس پر پورے اترتے ہیں صبر و قناعت کی مثالیں پیش کر دیتے ہیں تو پھر ان کو وہ عزت و عظمت عطا کرتا ہے جو انہیں سارے جہان سے ممتاز بناتی ہے ۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان کے دشمنوں

کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ اسکی بہت سی مثالیں موجود ہیں بنی اسرائیل کا واقعہ خود اس کا ثبوت ہے انھوں نے صبر کو اپنا کرسی عزتیں حاصل کر لیں اور پھر جب صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تو مذلول و مقہور ہو گئے۔ "وَلْيَنْصِرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصِرُهُ وَاللَّهُ بِحِبِّ الصَّابِرِينَ"۔ جن لوگوں نے صبر کیا ان کو عزت ملی اور ان کا اقتدار قائم ہوا اور جو لوگ اس سے دور رہے ان کو سوائے ذلت کے کچھ بھی نصیب نہ ہوا۔ صبر حق کی بنیاد ہے۔ اللہ مہمان کا عذاب اسی وقت آتا ہے جب بندے حق سے رو گردانی کرتے ہیں صبر اور حلم ایک ہی چیز ہے حق مظلوم ان سے مختلف ہے لیکن اس کے باوجود دونوں بالکل ساتھ ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔ حلم و صبر غفور و درگزر اور نرمی ہیں لیکن حق سخت گہری اور احتساب کا مظاہرہ ہے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان دونوں کو اختیار کرنے کا حکم ساتھ ساتھ دیا ہے اس سے ہمارے باطنی و ظاہری اخلاق کی اصلاح اور زمین کی وراثت کا حق اور جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق و عدل کو پسند کرتا ہے اور غفور و نرمی کے ساتھ اس کائنات کا نظام چلاتا ہے۔

۱۶۔ سب سے اہم چیز جس کی طرف مولانا حمید الدین صاحب نے توجہ کی ہے وہ مختلف سورتوں کا ایک دوسرے سے ربط ہے۔ وہ قرآن کو مکمل منظم اور پوری طرح سے مربوط تسلیم کرتے ہیں اسکی ترتیب میں بھی ان کا ایمان ہے انھوں نے جتنی سورتوں کی تفسیر کی ہے سب کا تعلق ایک دوسرے سے بیان کیا ہے۔ اس سورۃ میں بھی لکھتے ہیں کہ سابق سورۃ سورۃ ٹائمر میں ان لوگوں کا ذکر تھا جن کو اس دنیا کی نعمتوں نے اپنی طرف متوجہ کر لیا اور وہ اللہ سے غافل ہو گئے اور نقصان اٹھایا۔ اس کے بعد والی سورۃ سورۃ ہمز میں اس عذاب کا نقشہ ہے جس میں یہ لوگ مبتلا ہون گئے۔ سورہ * والعصر ان دونوں کے درمیان کچھ میں اس لئے رکھی گئی ہے کہ ان لوگوں کو آرزو کی تا مرادی اور کوششوں کی ہر مادی کی طرف توجہ دلائی جائے ساتھ ہی ساتھ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مومن کے لئے فلاح و کامیابی یقینی ہے اور کامیابی کے اس راستہ

کی طرف بھی رہنمائی کی ہے۔ قرآن مجید کا یہ خاص انداز ہے کہ وہ دو چیزوں کا مقابلہ کر کے عقل انسانی کو سوچنے اور فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ مثلاً اچھے لوگوں کے ساتھ ہرے کا ذکر جنت کے ساتھ دوزخ کا نہکھوں کے ساتھ بد لوگوں کا وغیرہ۔ اب یہ فیصلہ خود انسان کے ہاتھ ہے کہ وہ کس راہ کو اختیار کرے۔ بہر حال اس سورہ کی بھی مکمل توضیح و تشریح کی ہے اور جتنی باتیں بھی اس سورہ سے متعلق ہو سکتی تھیں ان سب کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔

تفسیر سورہ الکافرون

اس سورہ میں مولانا نے بارہ مختلف ضوابط کے تحت کئی اہم باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ خصوصاً اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ یہ سورہ "برأت" کی سورہ ہے۔ ۱۔ اس سے پہلے سورہ الکافر میں بشارت تھی کہ مسلمانوں کو فتح و نصرت حاصل ہوگی اور ان کا دشمن ذلیل ہوگا۔ اس سورہ میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ مسلمانوں کا فرون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ۲۔ یہ سورہ کفار سے قطع کی اور قطع تعلق کی ہے اس لئے اسے سورہ برأت کی طرح ہجرت و جنگ کی سورہ سمجھنا چاہئے۔ سورہ برأت میں اور اس میں فرق یہ ہے کہ وہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی اور یہ ہجرت سے پہلے اُمکی ابتدائی آیتیں برأت کا اعلان کرتی ہیں اور یہ پوری سورہ اعلان برأت ہے۔ علمائے سلف نے اس کے کئی نام بیان کئے ہیں متشققہ اور ضابطہ بھی لوگ اس کا نام بیان کرتے ہیں جن کا مطلب قطع تعلق اور قطع کی ہے۔ جب کفار کا بغض و عناد انبیاء سے بہت بڑھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں ہجرت، برأت اور جنگ کی اجازت دیتا ہے اور اس کے بعد غضب الہی نازل ہوتا ہے جس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ۳۔ کس قوم میں نہیں کی بعثت کی ضرورت اسی وقت ہوتی ہے جب وہ قوم انتہائی بھران میں مبتلا ہو اور پھر۔

(۱) یا تو پوری قوم بجز چند نہک لوگوں کے ہلاک کر دی جاتی ہے جیسے حضرت نوح وغیرہ کے ساتھ ہوا۔

(۲) یہ آخری منزل ہر قوم چونک جاتی ہے اور اپنی اصلاح کر لیتی ہے جیسے حضرت ابراہیم، حضرت داؤد، حضرت محمد صلعم کے ساتھ ہوا۔

(۲) یہاں پوری ایک امت تباہ کر دی جاتی ہے اور اسکی جگہ دوسری امت پیدا ہوتی ہے جیسے حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں فرعون اور اسکی قوم مٹا دی گئی ۔ اللہ کا عذاب اسی وقت آتا ہے جب حالات سدھرنہ سکتے ہوں ۔ پینمبر ہجرت کر جاتا ہے اور بقیہ قوم عذاب الہی میں گرفتار ہوتی ہے ۔ غلبہ اللہ کی جماعت کو نصیب ہوتا ہے ۔ اور ذلت کافروں کے حصہ میں آتی ہے ۔

" اِنَّا لَنَنْصِرُ رَسٰلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا فِى الْحَيٰۃِ الدُّنْيَا وَنُؤْتِیْہِمْ

ليقوم الا شعاع " -

۲۔ - جس سب سے پہلے دعوت حق پیش کرتا ہے جب ماہوس ہوتا ہے تو مہجرت اور ہجرت کی منزل آتی ہے اور آخر میں فتح و نصرت کا نعرہ ہے حق کی جہت موعی ہے اور باطل مٹ جاتا ہے۔ سورہ "مود سورہ " یوسف وغیرہ میں اسکی مثالیں موجود ہیں "حق اذ اسئس الرسل وظنوا انهم قد ہو جانم سرنا"۔ انبیا ہمیشہ توحید کی دعوت دیتے ہیں انہی بندگی کا انکار کرتے ہیں تو یہ کہ بعد ظہرت کی درخواست کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں کافرین ان کا مذاق اڑاتے ہیں ان کو تکلیفیں دیتے ہیں پریشان کرتے ہیں اور ان کو وطن سے نکالنے میں بھی انہیں باگ نہیں ہوتا۔ جب معاملات حد سے گذر جاتے ہیں تو مجبور ہو کر پیغمبر خدا سے فریاد کرتا ہے اور پھر ان لوگوں کو سزا ملتی ہے اور اچھے لوگ زمین کے وارث ہوتے ہیں۔

۵۔ جس وقت تک نبی قوم میں موجود ہوتا ہے عذاب کا دروازہ بند اور توبہ و مغفرت کا دروازہ کھلا رہتا ہے لیکن جب وہ مایوس ہو جاتا ہے اور اللہ کے حکم سے ہجرت کر جاتا ہے تو پھر عذاب الہی کے آنے میں دیر نہیں لگتی ۔

”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ بِعَذِّبِهِمْ

وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَقْعُدُونَ مِنْ

المسجد الحرام وما كانوا اولياءه ان اولياءه الا المتقون "۔

جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار قریش کے درمیان موجود رہے عذاب الہی نہ آیا اگرچہ وہ اس کے مستحق ہو گئے تھے کہ ان سے کعبہ کی تولیت سلب کر لی جائے اور ٹھہرنازل ہو لیکن اللہ تعالیٰ رحم الراحمین ہے آخر تک تو یہ کی مہلت دیتا ہے اور مغفرت کا دروازہ کھلا رکھتا ہے۔

۶۔ اس سورۃ کی آیات پر اگر غور کیا جائے تو یہ چلتا ہے کہ یہ برات و ہجرت کی سورۃ ہے قرآن مجید میں اور بھی کئی جگہوں پر ایسی آیات ہیں جن سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم نے اپنی قوم سے الگ ہوئے وقت اعلان کیا تھا "انا براہمکم وما تعبدون من دون اللہ ^{کذابا} وابدأ بیننا و بینکم العداۃ والبغضاء ابدأ حتی تؤمنوا باللہ وحدہ" اس طرح انہی والد اور قوم سے اس طرح اظہار برات کیا ہے "رائی براہ ما تعبدون الا الذی فطرنی فانه سجدین" مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم مسلسل اپنی قوم کو مختلف انداز سے ہر موقع پر حق کی دعوت دیتے رہے بتوں کی ہوسش سے روکے اور سمجھاتے کہ یہ پتھر نفع و نقصان نہیں پہونچا سکتے یہ لوگ ان سے خفا ہو گئے اور جس وقت انہوں نے بتوں کو توڑ کر پھینک دیا تو ہارہ اور بھی چڑھا اور ان کو جلا دینے کی تہویز پیش ہوئی اب ہر طرف سے نا اہدی ہو گئی اور یہ بات طے ہو گئی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لا سکتے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے اس سورۃ کے شکرین قریش کو "کافرون" کہہ کر مخاطب نہیں کیا ہے اور یہ اس وقت استعمال کیا ہے جب ان کی طرف سے مسلسل انکار نے مایوس کر دیا۔ کفار کہا کرتے تھے "نحن اکثر اموالاً واولاداً و ما نحن بمعذبین"۔ "انا بما أرسلتم بہ کفرون" غرض جب کفر و استبداد بڑھ جاتا ہے تو عذاب لازمی ہوتا ہے۔ یہی وقت ہے جب نبی اپنی برات کا اعلان کر کے ہجرت کرتا ہے اور پھر عذاب آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے "فاعرض عن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوة الدنیا ولک ملئم من العلم"۔

۸۔ ہر اس قوموں میں جو چیز رشتہ اور تعلق پیدا کرتی تھی وہ ان کے ہتھیار تھے مختلف قومیں مختلف باتوں کی پرستش کرتی تھیں اس لئے جب یہ کہا گیا کہ "لا اعدا ما تعبدون ولا ائتم ما يدون ما اعد" تو اس کا مطلب واضح طور پر یہ ہوا کہ "اے ہری شکم وائتم براہ من"

۹۔ قرآن مجید کی بلاغت مسلم ہے براءت کا اعلان واضح انداز میں ہے لفظ "ما يدون" مستقبل کی امیدوں کو حتم کرتا ہے اور "عد تم" ان کفار کے قدمیں دین سے ہزاری کا اعلان کرتا ہے۔

۱۰۔ "لکم دینکم ولی دین" کلام کا خاتمہ ہے جس میں ان کی تمام باتیں آگئی ہیں۔ کفار کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے تھے یہی صلعم نے آخری کوشش کی اور اپنی براءت کا اعلان کر کے ہجرت کر گئے کہ اب شاید ان کی آنکھیں کھلیں اور حوش آجائے۔ اس کے بعد کچھ لوگ ایمان لائے اور جن کے لئے عذاب مقرر ہو چکا تھا وہ اس حال میں رہے۔ اسی طرح سے فتح مکہ کے وقت بھی آپ نے آخری تبلیغ فرمائی اور توبہ کے دروازہ کھلے ہوئے کا اعلان اللہ کی طرف سے کیا۔ بہت سے لوگوں کو عقل آئی اور ایمان لے آئے اس لئے سورہ "براءت" کو سورہ توبہ بھی کہتے ہیں۔ سورہ کافرون کو ایسی سورہ کے ساتھ رکھا گیا ہے جس میں عام توبہ اور لوگوں کے دین الہی میں بکثرت داخل ہونے کی اطلاع ہے۔

۱۱۔ ہجرت جنگ اور براءت کا اعلان ہے یہی وجہ ہے کہ یہی صلعم کی ہجرت کے بعد کفار جنگ کی تیاریوں میں مصروف رہنے لگے تھے اس سلسلہ میں ابن جہر طبری نے تاریخی روایتوں سے اس کو ثابت کیا ہے۔ کعب بن مالک اور ہراہ بن مسرور کی روایتوں سے اس کا ثبوت مل جاتا ہے۔ ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ہجرت نہ صرف قریش بلکہ تمام کفار سے جنگ کا پیش خیمہ تھی۔ یہی صلعم اس وقت تک مکہ میں مقیم رہے جب تک کہ ذرا بھی آس باقی تھی کہ شاید لوگ راہ حق پر آجائیں۔ لیکن جب آپ کے قتل کا منصوبہ بن گیا تو ہجرت کا حکم آیا اور آپ ان مشکلات اور مصائب سے نجات پا گئے جن کو اب تک جھیل رہے تھے۔

لیکن اس کی شکل فرار کی نہیں بلکہ ہر اہل بیت کی ہے جو دوسرے انبیاء کی بھی سنت و چکی ہے۔

۱۲۔ یہ سورۃ جنگ کی ہے جنگ کے بعد فتح و نصرت کا وعدہ ہوتا ہے اس لیے اس کے ساتھ ہی "سورۃ النصر" کو رکھا ہے۔ قرآن مجید میں ان دونوں کے باہم ارتباط کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں اور اس فتح کا اصل مقصد یہ تھا کہ اولاد ابراہیم پرانہوں کی آلودگیوں سے پاک ہو کر ایک خدائے لا شریک لہ کی پرستش میں لگ جائے۔

اسی انداز پر انہوں نے تفسیر لکھی ہے۔ ما قبل اور ما بعد سے تعلق بیان کیا ہے الفاظ کی تشریح اور واقعات کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ آیتوں کا مطلب آیتوں سے بھی بہت سی جگہوں پر بیان کیا ہے۔ یہ تفسیر ان کو علماء کی صف میں ممتاز کرتی ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ انہیں روایتی علماء کی طرح سے رسمی مفہوم اور محضوں پر قیادت نہ تھی بلکہ یہ خود اپنے دماغ اور عقل کے بحر وسعہ پر آیات الہی پر غور کرتے اور زیادہ بہتر مفہوم نکالتے تاکہ لوگ قرآن کی عظمت کو اور اس کے ہمیشہ بہا طالب کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

تفسیر غرائب القرآن

کتابت حافظ فتح محمد بن حافظ محمد شریف بن الہ بخشی

یہ ساری قرآن کریم کی مکمل تفسیر نہیں ہے بلکہ مشکل آیتوں اور ضروری باتوں کی توضیح و تشریح کی ہے۔ کتاب کی ابتدا ان الفاظ سے ہوئی ہے۔
 " الحمد لله على كل حال والصلوة على رسوله بالقدور والاصال
 اما بعد فهذا كتاب ذكر فيه تفسير غرائب القرآن ومشكلاته وبيان
 شأنه ونزول آياته ومصاديق بعض لفاته وشرح مبهمات "
 آصفیہ لا ٹھہری حیدر آباد میں اس کا نسخہ موجود ہے (۱) اس میں ۲۸۴ صفحات ہیں۔ اس میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں ہے سید ہے سارے انداز میں مشکل مقامات اور الفاظ کی تشریح کر دی ہے۔

" سورة الحمد میں " يوم الدين " کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
 " وهو يوم يدان الناس فيه بأعمالهم وخس ذاك اليوم لان
 يومئذ لا قاضي غيره والدين على وجوه منها ما يتدين به
 الرجل من اسلام او غيره والطاعة والمباراة والجزاء و
 الحساب والسلطان والقهر والحب كقوله تعالى ولا تأخذكم
 بهما رأفة في دين الله ان في حده "
 بعض جگہوں پر آیت کی تفسیر کے ساتھ ساتھ حدیث کا حوالہ بھی

دیتے ہیں " كلوا من طيبات ما رزقكم (۲) " کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں۔
 " ان الله امر المؤمنين ما امر به المرسلين قال يا ايها الرجل
 كلوا من الطيبات والطيبات الحلال وما اكتسب بكدا ليعين وفي الحديث
 ان داود كان يخرج من بيته متكررا فيسأل الناس عن سيرته
 فتعرض له ملك في سورة الانسان فقال له داود يا فتاه ما
 تقول في داود قال نعم العبد هو غير انه يا كل من بيت المال

(۱) نمبر ۱۶۴
 (۲) سورة بقرہ آیت ۱۷۲

فما رداورد با کیا فہقول یا رب طمعی صنعة یمدی تمنہنی
 بہا عن بہت مال المسلم فعلہ اللہ تعالیٰ ضمة الد روع
 والان لہ الحدید حتی صار فی یدہ کا لصحین "

" والراسخون فی العلم (۱) " کی تفسیر اس طرح کی ہے ۔

" ہم الذین رسخ طمعم وایمانہم ونہت کما یرسخ التخل فی
 منابہ وقیل المذکرون یا لعلم وفی الحدیث لہ سئل
 من الراسخ فی العلم قال من یرمیہ وصدق لسانہ و
 استقام قلبہ وعف فرجہ وطمعہ "

" الصحف الاولی " (۲) کی شرح یہ ہے ۔

" ای الکتاب الا ولی وفی الحدیث لہ سئل کم انزل اللہ من
 کتاب قال مائۃ واربع کتب ضما علی آدم عشر صحف وعلی
 شہد خمس صحیفۃ وعلی ادریس ثلاثین وعلی ابراہیم عشا
 فی ثلاث لیلال مضین من رمضان والثورۃ علی موسی فی ست
 لیلال مضین من شہر رمضان والانجیل علی عیسی ثلاث عشرة
 لیلۃ مضت من شہر رمضان والزبور علی داود علیہ السلام
 فی ثمانی من رمضان والفرقان علی
 محمد علیہ یقین من رمضان

سورة الکافرون کی شان نزول لکھتے ہیں

" نزلت فی الحارث بن قیس والعامر بن وائل والولید بن
 الحضیرۃ وغیرہم حین قالوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم
 لما تبع دیننا تتبع دینک وعبدا لعمائدکم سئنا قال
 یمالہ اللہ ان اشرك بہ وغیرہ نزلت "

خاتمہ اس عبارت پر ہوتا ہے ۔

" فرغ من کتابہ صدۃ التفسیر تیسیر المسیر وتوفیق الموفق
 اضعف ^{عنا حالہ} ~~عنا حالہ~~ الجمیل حافظ فتح محمد بن حافظ
 محمد شریف بن الہ بخشی والحمد للہ علی ما اعم واولی

وله الشكر في الآخرة والاولى والصلوة والسلام على محمد

وآله اجمعين "

خاتمہ کی اس عبارت سے ہمہ چلتا ہے کہ اس کتاب کا نام " تفسیر غرائب القرآن " نہیں بلکہ عدۃ التفسیر ہے لیکن لا ٹھہری کی فہرست میں پہلا نام ہی لکھا ہے من تحریر کا یہ نہیں چلتا پہلے صفحہ پر " عرض دیدہ بتاریخ شانزدہم جمادی الاول ۱۱۶۲ھ لکھا ہوا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ کتاب اسی دور کے قریب کی ہے ۔

خلاصہ التفاسیر

محمد حسین بن محمد باقر الشہید

کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ میں اس کا دوسرا حصہ موجود ہے (۱) اس میں ۲۸۲ صفحات ہیں اور ۱۲۵۹ ہجری کتابت ہے۔ پہلے صفحہ پر سید محمد قلی خان کی مہر ہے اور ایک مختصر سی عبارت فارسی میں لکھی ہے جو ٹھیک سے پڑھی نہ جاسکی اس کے پہلے حصے کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ اس کی ابتدا "ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

" بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نقی الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا الایمانیا والمرسلین محمد وآلہ الطہیین الطاہرین المعصومین "

یہ نسخہ سورہ مریم سے شروع ہو کر سورہ "حم السجدہ" کی اس آیت پر ختم ہوتا ہے

" فلنذیقن الذین کفروا عذابا شديدا ولنجزینهم اسواء الذین کانوا یعملون (۲)

کسی سورہ کی تفسیر بیان کرنے سے پہلے اس سورہ کے متعلق تفصیل بیان کر دیتے ہیں یعنی پہلے سورہ کا نام پھر آیت کی تعداد پھر مکی یا مدنی کی تفریق کلمات کی تعداد حروف کی تعداد اور سورہ کی فضیلت

سورہ "مریم" کی تفسیر کی ابتدا "اس طرح کرتے ہیں

" سورہ "مریم علیہا السلام ثمان وثمانون آية کلیة بالاجماع عدد کلماتها تسعمائة واثنان وستون کلمة حروفها ثلثة آلاف وثمانمائة وحرفان فضلهما فی حدیث البی ومن قراها اعطی من الاجر مئید من صدق زکریا ویحیی ومریم وعیسی وموسی وهرون وابراہیم واسحق و یعقوب و اسماعیل عشر حسنة الخیریتما ومن الصادق علیہ السلام من ادا م قراة سورة مریم لم یمت فی الدنیا حتی یمشیہا ما یمشیہ فی نفسه وماله و ولده واعطی فی الآخرة ملک سلیمان بن داود "

اسی طرح سے انھوں نے ہر سورۃ کے شروع میں اسکی فضیلت بیان کی ہے ۔
سورہ * انبیاء * کے شروع میں لکھتے ہیں ۔

* من قرأ سورة الانبياء حاسبه الله حساباً يسيراً وصافحه
وسلم عليه كل نبی ذکر اسمہ فی القرآن ومن الصادق علیہ السلام
من قرأ سورة الانبياء کان بمن رافق النبیین فی جنات النعیم و
کان فی اعین الناس فی الدنیا * (ورق ۲۳ ب)

اس تفسیر میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں ہے بس سیدھے سادے انداز
میں مشکل بات کی تشریح و توضیح کر دی ہے عبارت آرائی یا فنی اور لغوی معنوں
سے اجتناب کیا ہے ۔ البتہ اگر کوئی ضروری بات کسی آیت یا سورۃ سے متعلق ہے تو
اس کو حاشیہ پر بیان کر دیا ہے ۔

* وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی (۱) * تشریح یوں کی ہے ۔
* الرسول من بعثه الله بشریة جديدة هو الناس اليها والنبی
بعثه ومن بعثه لتقریر شرح سابقہ کا نبیاء * بنی اسرائیل الذین كانوا
بین موسى وهیسی ولذا لک شبه النبی صلعم علما * امہ بهم والنبی ام
من الرسول ویدل علیہ انه صلی الله علیہ وسلم وآلہ سئل عن
الانبياء فقال مائة الف واربعه وعشرون الفا قبل فلم الرسل ضم قال
ثلثمائة وثلاثة مئرتما ظہرا وقيل الرسول من جمع الى الصخرة كئلبا
منزلا علیہ والنبی غیر الرسول من لا کتاب لہ وقيل الرسول من ما تمہ
الملک یا لوحی والنبی یقال لہ ولعن یوحى الیہ فی المنام *
کہیں کہیں پر شان نزول بھی بیان کرتے ہیں ۔

* ومن يطع الله ورسوله ويخش الله ويتقه فاولئك هم
الفائزون * (۲) کی شان نزول یہ ہے ۔

* قال عززت هذه الآيات فی امیر المؤمنین علیہ السلام وعثمان
وذلك انه کان بینهما منازعة فی حدیقة فقال امیر المؤمنین نرضی
برسول الله صلعم فقال عبد الرحمن بن عوف لعثمان لا تحاکم

الى رسول الله فانه يحكم له عليك ولكن حاكمه الى ابن شبة
اليهودي فقال ابن شبة لعثمان تاضون رسول الله على
روح السما* وتسمونه في الحكم فانزل الله على رسوله واذا
دعوا الى الله ورسوله الايات*

کتاب کا جو حصہ مل سکا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ متفقہ تمام
ایسی باتوں سے گریز کیا ہے جن سے طویل بحثوں کا خطرہ ہے ویسے اندازہ یہ
ہے کہ اس کتاب کے کم از کم تین حصے ہون گئے کتاب کی تصنیف کا مقصد صرف یہ
معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جو مشکل مقامات یا الفاظ آگئے ہیں ان کی ضروری
تشیخ کر دی جائے۔ بہت ہی کم جگہوں پر دوسری تفسیروں یا اور قس کی کتابوں کی
جارتیں نقل کی ہیں ۔

تفسیر احسن القصص

مولانا سید علی محمد صاحب

یہ سورہ "یوسف" کی بہت ہی مفصل تفسیر ہے جسے شہسوی نقطہ نظر سے لکھا گیا ہے۔ پہلے ہمارے آٹھ سو بارہ مشہور صفحات پر مشتمل یہ تفسیر تفصیلی باتوں اور واقعات کے بیان کے لحاظ سے کافی مواد اپنے اندر رکھتی ہے۔ بیشتر جگہوں پر اسراٹیلی روایات بھی نقل کی ہیں یہ اصل عبرانی زبان میں ہی ہیں اور ان کا عربی ترجمہ دیا ہے۔ تفسیر کے پہلے ہی صفحہ پر یہ لکھا ہے کہ یہ کتاب "خاص اہل مذہب شیعہ کے لئے اچھی ہے" اسی پر اس ہوتا تو کوئی بات نہ تھی حد یہ ہے کہ اس کے بعد دوسری سطر میں لکھا ہوا ہے کہ "اہل سنت و جماعت نہ اس کو دیکھیں اور نہ اس کو دیکھیں اور نہ خریدیں"۔

پوری کتاب میں گھما پھرا کر حضرت علی حضرت حسن حضرت حسین کے تذکرے ہیں اس کے علاوہ وہ بہت سی جگہوں پر مختلف اما موں اور ان کے کارناموں کا ذکر ہے اپنے فرقہ کی عظمت کا احساس ہر جگہ نظر آتا ہے بہت سی جگہوں پر تو یہی بات مسجد میں نہیں آتی کہ جو واقعہ بیان کر رہے ہیں اس کا مقصد کیا ہے اور اس کا تفسیر سے کیا تعلق ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات یہ ہیں کہ آخر تک انتہائی مفصل طریقہ پر اس میں درج ہیں خصوصاً بھائیوں کا ان کو تفریح کے لئے جاننا اور جس وقت یہ لوگ والد سے اجازت طلب کرنے گئے ہیں تو ان کے اضطراب کا تذکرہ۔ حضرت یعقوب کا بڑی مشکوک سے اجازت دینا اور رخصت کے وقت تھوڑے دور ساتھ آنا اور طرح طرح سے لڑکوں سے لڑائی کی استدعا کرنا کہ حضرت یوسف کا پوری طرح خیال رکھیں۔ یہ تمام اضطرابی کیفیت بہت ہی تفصیل سے بیان کی ہے۔ اور جب بھائیوں نے حضرت یوسف کو اندھے کوہ میں ڈال دیا اور خون میں رنگی ہوئی قمیض لے کر حضرت یعقوب کے پاس آئے اور پھوٹے

کی داستان تصنیف کی تو حضرت یعقوب کا کریمہ و بکا بہت بڑھ گیا لیکن وہ پیغمبر
تھے ان کو اپنے لڑکوں کی چال کا پورا علم ہو گیا۔ یہ تمام باتیں مفصل لکھی ہیں۔
اس سلسلہ میں کچھ اور واقعات بھی بیان کئے ہیں مثلاً حضرت یوسف کے
مصر پہنچنے سے قبل نادیدنی یہ اعلان کیا کہ مصر میں ایک ایسا لڑکا داخل ہونے
والا ہے جو حسن و جمال میں حور و ظلمان سے اور زہد و تقویٰ میں فرشتوں سے بڑھ کر
ہے جو بھی اس کی طرف دیکھ لے گا نجات پا جائیگا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ
تمام لوگ شہر سے نکال کر ان کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ اس میں یہ بھی بیان
کیا ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف کو سات سال کی عمر میں خواب میں دیکھا تھا
اور اس وقت سے آپ اس کے ذہن پر چھاٹے ہوئے تھے اور بعد کے تمام واقعات
اسی کا نتیجہ تھے۔

اس طرح سے جیل کے واقعات۔ وہاں لوگوں کے ساتھ حسن سلوک
اخلاص کی تسلیم خواہوں کی تعبیر بیان کرنا۔ لوگوں کا متاثر ہونا۔ فرض
ہریات کا ایک ایک جزو پوری طرح بیان کیا ہے۔ جیل سے رہائی کے وقت اپنی
برائت کا اقرار کر لینا وغیرہ کو اسرائیلی روایات کی روشنی میں مفصل بیان کیا ہے۔
ان سب باتوں کے بیچ بیچ میں جہاں حوالے ہیں وہاں عبرانی زبان
کی لمبی لمبی عبارتیں نقل کی ہیں اور ان کا عربی ترجمہ لکھا ہے اس کے ساتھ
ساتھ دوسرے واقعات بھی نقل کر لئے گئے ہیں۔ اگر کوئی خواب دیکھا ہے یا
کسی بزرگ کا واقعہ اس سے ملتا جلتا ہوا نظر آیا ہے تو اس کو بھی بیان کر دیا ہے
مگر ان سب باتوں میں شہسی نقطہ نظر کو ملحوظ رکھا ہے اور اپنے مذہب کی
باتیں واضح طور پر پیش کی ہیں۔

حضرت علیؓ حضرت حسنؓ و حسینؓ امام صادقؓ امام سجادؓ اور دوسرے
اماموں کی عظمت کا اظہار ان کے واقعات، خیالات اور روایات کو بھی پیش
کیا ہے۔ اکثر جگہوں پر ان کی فضیلت کا بھی ذکر کیا ہے۔ اپنے بالکل نئے طرز
و انداز کی وجہ سے یہ قفسہ کم رو کشتی ہے اور ایک تاریخی کتاب زیادہ بن گئی ہے۔

اور تاریخ بھی وہ جس کا تعلق دور قدیم سے ہے اور جس کے حالات ہمیں
متفرق جگہوں پر ملتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف کا بھی خیال
یہی تھا کہ اس تفسیر میں تمام وہ واقعات جمع کر دیئے جائیں جن کا تعلق
کسی بھی طرح حضرت یوسف کے واقعات سے ہو اتنے پر شمار اور طرح طرح
کے واقعات اس کتاب میں ملتے ہیں کہ اکثر اوقات ان میں اشتباہ ہونے لگتا ہے۔

الرسالہ فی التفسیر
محمد الکریم

چھوٹے سا آٹھ صفحوں کا رسالہ ہے (۱) خدا بخشن لا ٹھہری پٹھہ میں موجود ہے۔ اس رسالہ میں "ان اللہ یا مبرک ان تذا بحوالہ بقرة (۲)" کی تفسیر کی ہے اس میں لکھون نے پہلے تو یہ دکھا دیا ہے کہ عام طور سے لوگوں نے اس کی تفسیر غلط کی ہے۔ سب لوگ "ان تذا بحوالہ بقرة" میں الجھ گئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ کوئی قید نہیں ہے جس طرح کی گائے جا ہونہیج کرو اور بعض کے نزدیک قید ہے۔ اس سلسلہ میں لکھون نے امام رازی وغیرہ کی طویل بحثوں کے حوالے دیے ہیں۔ ان کے نزدیک کوئی متعین گائے نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ گائے نہیج کرو اس کے ذریعہ سے قاتل کا پتہ چل جائے گا۔

بہر حال اچھی خاصی بحث کی ہے کتاب کی ابتدا یہ ہے۔

"الحمد لله الذي شرف الانسان على كل حيوان بشرف العقل ومن طي من شاء من عبادہ بمعرفة العقل والنقل وفادرت بينهم علما وجهلا ووفق بعضهم لتحصيل الفضائل كراماته وفضلا والصلوة والسلام على سيدنا محمد وآله والا صحاب"

خاتمہ پر یہ اشعار ہیں

فالمرء مفتون بتأليفه • ونفسه في مدحه غاربه
والفضل من ناظره أن يرى • ما قد حوى بالمقلة الرايه
وان يجد عيبا يكن ساثرا • عواره بالغة الوا فيه
والحمد لله وحده وصلى الله على من لا نبي بعده *

نقد الدور

مطہرحسن جے ہدی

یہ تیرہ صفحات کا چھوٹا سا مطبوعہ رسالہ ہے جس میں "انا عرضا
الامانة على السموات والارض والحيال فابين ان يحملنها واشفقن عليها وحملها
الانسان لانه كان ظلوما جهولا (۱) کی تشریح و تفسیر کی گئی ہے۔ ابتداً یوں
ہوتی ہے۔

"اعلم ان الضمير في كلمة ^{نہا} اما يرجع الى الامانة فيقدر المضاف
ويكون تقدير الكلام "

"امانت" کہا بھی جس کو ایمان ہے جسے انسان کے علاوہ ہر ایک نے انکار
کر دیا اس کے متعلق لکھتے ہیں

"فذهب عن رتبة قليلة من اهل التماسير الى المراد من الامانة
المعروضة على السموات والارض هو معرفة جناب المقدس
الالهى وعرفان الخلاق المتعالي الربوبى فان كنه ذات
الحق وصفات القہوم المطلق محال ان يرسم ويبتذل في مدارك
من مدارك المادية والمافلة وان يتطبع ويتحصل في عقل من
العقول العلوية والسفلية واما الفرق بين العالم والجاهل
فانه لا يعلم "

اس کے علاوہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ

"ان المراد من الامانة هو الحكم التكللى الشرى واما الثبوتية
والمقوبة نهى مرتبة على طاعة المطيع وعصيان الماصى في
نشأة الحيوة وقا بليتها مخصوصة بحقيقة الانسانى "

اہل تحقیق کا خیال ہے کہ —

" وذهب فرقة شريفة من شعب أهل التحقيق الى ان
 الامانة مقام الحمد وسعادة ارتفاع هذا المقام او لا
 هو مرتبة كمال جامعية العقل المستفاد لنفس المقدسة
 المجردة ودرجة خاتمة السفارة والرسالة وذات لا
 "قدس الاحمدى صلى الله عليه وآله وسلم وثانيها هو
 مرتبة الولاية ودرجة الخلافة لنفس المطهر الاولوى و
 ذات المكرم العلوى صلوة الله وتسليماته عليه "

اس رساله كاخاتمه ان الفاظ بهر هوتا هے -

" وقد فرغ من تصويد هذه السطور الفسر التي هي مترجمة بنقد
 الدرر العبد الضعيف الملبل والضعيف الذليل الراجي الى ربه
 القوي الخادى مظهر الحسن الموسوى الجيفورى الفيروز آبادى
 هامله الله بفضله الهادى فى الصواب والعبادى ابن خلاصة
 السلة المصطفوية وطراز العصا بة العلوية وقطب دارة الا فلاكى
 الحسينية وخلاصة السلسلة العا طمية امهل الجهد بن نجيب
 الطرفين السيد سجاد حسين الكاظمى طاب ثراه وجعل الجنة
 متواءم في شهر ربيع الثانى العام سنة ١٢١٢ من الهجرة
 المقدسة المباركة حامدا ومصليا "

تیسرا باب

تفسیر و ن کی تفسیر حین اور حوا شہسی

مجموعی تعداد ۱۶ صفحہ ۲۰۲ تا صفحہ ۲۵۱

حاشیہ علی مدارک التنزیل

مولانا الہ داد جونپوری متوفی ۹۲۲ھ

جونپور کے اہم اور مشہور علماء میں سے تھے شیخ عبد اللہ تلبنی (۱) کے شاگرد تھے۔ سید حامد شاہ (۲) مانکپوری سے بیعت تھے۔ اس بیعت کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے ایک ساتھی حامد شاہ کے مرید تھے مولانا الہ داد نے کہا کہ تم نے بیعت کر کے طالب علموں کی عزت برباد کر دی ہے۔ اس ساتھی نے ان کو حامد شاہ کی مجلس میں آنے کی دعوت دی اور خود امتحان لینے کے لئے کہا مولانا بعض مشکل مسائل کو تیار کر کے حامد شاہ کے یہاں پہونچے اور ان سے سوالات کئے۔ حامد شاہ نے ان کو پوری طرح سے مطمئن کر دیا تو یہ خود بھی ان کے مرید ہو گئے۔

درس و تدريس ان کا شغل تھا نحو فقہ اور اصول فقہ میں اپنے دور میں ممتاز تھے۔ مدارک التنزیل کا یہ ہدایہ وغیرہ کی شرحیں لکھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تصانیف کے مالک تھے۔ (۳)

اس کتاب کا قلمی نسخہ علی گڑھ میں مولانا عبد الحئی فرنکی محل کے ذخیرہ میں موجود ہے (۴) اس میں ۲۹۲ اوراق ہیں یہ شیخ ابوالبرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی (۵) کی مشہور مصروف تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل کا حاشیہ ہے۔ پہلے صفحہ پر کئی مہرین ہیں جو صاف پڑھی نہ جاسکتی ہیں اس کے علاوہ مختلف تحریریں ہیں ایک مہر کے نیچے "عروض دیدہ" اور ۱۰۷۹ھ بھی لکھا ہے مختلف تاریخیں اور بھی لکھی ہیں ایک مہر کے نیچے ۱۱۸۴ھ بھی لکھا ہے ایک ہلکی سی مہر ۱۰۷۵ھ کی بھی پڑھی جاتی ہے۔ یہ حاشیہ شروع قرآن کریم سے سورہ مریم تک ہے شروع اور آخر میں ایک ہی شخص کی تحریر معلوم ہوئی ہے لیکن نصف آخر میں بیچ کے کچھ

(۱) متوفی ۹۲۲ھ (نزهة ۲/۲۰۴) (۲) متوفی ۹۰۱ھ (نزهة ۲/۸۴)

(۳) نزهة ۲/۴۱ اخبار الاخیار ص ۱۹۱ (۴) مخطوطہ نمبر ۱۰۷۹ (۵) الاہلام ۲/۱۹۷

صفحات کسی دوسرے شخص کے لکھے ہوئے ہیں کیونکہ انداز تحریر بدلا
ہوا ہے۔ اس حاشیہ کو لکھنے کی وجہ یہیں معلوم ہوئی ہے کہ مشکلات
کو آسان اور عام فہم کیا جاسکے۔ بیضاوی کی طرح سے یہ بھی چونکہ
داخل نصاب رہی ہے اس لئے اسکی ضرورت بھی تھی کہ مشکل مقامات پر
مزید بحثیں کر کے اہم نکتوں کی تشریح کی جائے۔

مصنف نے اس میں پوری کوشش کی ہے کہ الجہی ہوئی بحثوں اور مبہم
باتوں کی پوری توضیح کریں تفسیر کے علاوہ گرامر لغت اور روایہ کے سلسلوں
پر بھی نظر رکھی ہے۔ بہت سی ایسی احادیث بھی نقل کی ہیں جن کا اصل
تفسیر میں محض حوالہ ہے شان نزول اور واقعات کا ذکر بھی کیا ہے۔
اس کتاب کی ابتدا "ہون ہوئی ہے۔

" بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوة
على رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین رضی اللہ عنہم۔ سورۃ
فاتحۃ الكتاب مکہ وھو قول ابن عباس وقیل مدینۃ وھو قول مجاہد
رضی اللہ عنہ والاصح انھا مکہ ومدینۃ نزلت بحکۃ حین فرضت
الصلوۃ ثم نزلت بمدینۃ حین حوّلت القلبۃ الی الکعبۃ "
ان کا طرز بیان سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل عبارت کافی ہے جس میں
انھوں نے " کذب " اور " فساد " کی تشریح کی ہے۔

" والكذب الاخبار عن الشیخ علی خلاف ما ہو بہ ای الاعلام
بالنسبۃ علی خلاف الوہب الذی يستحق بہ " یعنی ان کل
تبہن بینھما نسبۃ بنوئہ او سلبیۃ فالاعلام بالنسبۃ النبوتۃ
علی طریق الانبات وبالسلبیۃ علی طریق السلب صدق وعلی
خلاف ذالک کذب..... والفساد خروج الشی عن حال
استقامتہ وکونہ منتفعا بہ وهذا یخالف ما ذکر الاصولیون
فی الفرق بین الفاسد والباطل ان الفاسد ما بقی اصلہ وذهب
وصفہ و الباطل ما فاقط الاصل والوصف یقال لولو فاسد

اذا بقی اصلہ و ذہب لسانہ و براقہ و یقال لحم فاسد
 اذا بقی اصلہ و لا کل لاصح نوع فقیرہ حصل فیہ " ص ۳۳
 آیات متشابہات میں لفظ متشابہہ کی یہ تشریح بیان کی ہے۔
 "والمتشابہ بما استأثر اللہ تعالیٰ بعلمہ فان قلت ما استأثر اللہ
 تعالیٰ بعلمہ فلا سبیل لنا الی معرفتہ فما معنی قول من جوز
 تاویلہ و کیف یصور الخلاف فیہ قلت هذا تصرف بالاثروالحکم
 فان التشابہہ لعالم یکن فیہ حظ للراعی فی العلم ضد الجمهور
 معروفہ بحملہ علی ما یؤد مذہبہم و معروفہ بتصرف رسی لا حقیقی"
 ص ۱۲۶

اس طرح سے انہوں نے بہت سی باتوں کی ظرف اشارے کئے ہیں اور
 لغوی بحثیں کر کے مفہوم کی توضیح کی ہے احادیث و اقوال کے ساتھ ساتھ
 دوسری تفسیروں مثلاً تفسیر کبیر تفسیر زاہدی اور تفسیر کشاف کا ذکر بھی کرتے
 ہیں بالخصوص کشاف کے بہت حوالے دیتے ہیں۔ امام شافعی کی بہت سی
 تاویلات بیان کی ہیں اور جہاں ان کو غلط سمجھتے ہیں ان کی باتوں کی تردید
 دلائل سے کرتے ہیں۔ بہت سی جگہوں پر یہ بھی کیا ہے کہ جس مسئلہ کو
 بیان کر رہے ہیں اسکی ذیلی سرخیان حاشیہ پر لکھ دیتے ہیں کہ یہ حصہ
 اس مسئلہ کے بیان میں ہے۔

تفسیر مدارک بذات خود کافی آسان اور سلیجھی ہوتی ہے یہ حاشیہ
 اگرچہ اسکی مزید توضیح میں ہے لیکن فی ہر یکوں اور علی بحثوں کی وجہ سے
 خاصاً مشکل ہو گیا ہے۔
 اس کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے۔

"فیل فمذا انما لم یفسد اذا قالت هذا القول فی اول النہار
 اما اذا قالت فی آخرہ فلا یدل علی وجوب الصوم المستلزم
 لوجوب السکوت قلت جازان یکون صوم النفل فی ..."

اس کے آگے صفحہ فائز ہے اتنی ہی عبارت تک کتاب موجود ہے۔

حاشیہ تفسیر بیضاوی

مولانا وجیہ الدین علوی گجراتی ولادت ۹۱۱ھ وفات ۹۹۸ھ

علامہ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عباد الدین علوی گجراتی اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کے معاصرین میں کوئی بھی تصنیف و تالیف اور درس و تدوین میں ان کے ہم پل نہ تھا۔ جانتا ہر گجرات میں ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ٹھوڑی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علامہ عباد الدین محمد بن محمود طارمی (۱) کی شاگردی اختیار کی منطق حکمت کلام وغیرہ کی تعلیم ان سے حاصل کی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مختلف علوم میں ماہر ہو گئے بیس سال کی عمر میں فتویٰ دینے لگے اور درس و تدوین کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ شیخ کی زندگی میں ان کا شمار اٹا ہر علماء میں ہوتا تھا۔ جتنی طریقہ کی تعلیم قاضی خان جتنی (۲) سے اور شطاری طریقہ کی تعلیم شیخ محمد فوت گوالہاری (۳) سے حاصل کی۔ انتہائی شریف النفس تھے طبیعت میں قناعت تھی سچے اور مخلص تھے لباس میں کسی سے ممتاز نہ ہوتے تھے۔ جو کچھ بھی ان کے پاس ہوتا طلباء پر خرچ کر دیتے تھے۔ دنیاوی مایاں سے پرہیز کرتے تھے اور اس کے حصول کے لئے ذرا بھی کوشش نہ کرتے تھے دن رات عبادت و ریاضت اور تعلیم دین میں مشغول رہتے تھے۔ ان کو تصنیف و تالیف اور اچھی عبارت لکھنے کا ملکہ تھا۔ ان کی مفید تصانیف میں حاشیہ علی تفسیر بیضاوی حاشیہ علی اصول ہزدوی حاشیہ علی المطول والمختصر حاشیہ شرح وقایہ حاشیہ علی الشرح الشمسیہ للرازی وغیرہ مشہور ہیں۔ ۹۹۸ھ میں ان کا انتقال ہوا ان کی قبر احمد آباد میں ہے (۴)۔

(۱) متوفی ۹۴۱ھ (نزهة ۳/۲۱۵) (۲) متوفی ۹۴۰ھ (نزهة ۲/۲۶۵)

(۳) متوفی ۹۷۰ھ (نزهة ۲/۲۹۳) (۴) نزهة ۲/۳۸۵

باد شاہ وقت (۱) ان کی بڑی قدرو عزت کرتا تھا اور ان کے علم سے بہت متاثر تھے۔ سید محمد غوث گوالہاری شہر شاہ سے ڈر کر احمد آباد آگئے تھے یہاں ان کے بہت سے مخالف ہو گئے تھے انھوں نے ایک رسالہ موج نامہ لکھا اس پر علماء نے اعتراضات کئے اور ان کے خلاف ایک ایگر محسور نامہ تیار کیا جس کی رو سے ان کو قابض قتل ٹھہرایا گیا اس پر تمام علماء نے مہرین نیت کر دیں یہاں تک کہ شیخ علی متقی (۲) نے بھی جو اس دور کے انتہائی عظیم بزرگ تھے۔ یہ محسور نامہ باد شاہ کو بھیج دیا گیا باد شاہ نے اسے دیکھ کر کہا کہ جب تک اس پر شیخ وجیہ الدین کی مہر نہ ہوگی قتل کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ یہ کاغذ شیخ صاحب کے پاس آیا انھوں نے سید صاحب سے ملاقات کی اور پہلی ہی ملاقات میں ان کی علمی فضیلت کے قائل ہو گئے اور اس کاغذ کو پھاڑ کر پھینک دیا (۳)۔

اس حاشیہ کے تین نسخے نظر سے گزرے ہیں ایک علی گڑھ میں حبیب گنج کلکشن میں (اراق ۱۸۷) دوسرا حیدر آباد میں آ صفیہ لا ٹھہری میں (صفحات ۵۸۱) تیسرا حیدر آباد میں سالار جنگ لا ٹھہری میں (صفحات ۴۶۸)۔ تینوں نسخے مکمل ہیں۔ تینوں نسخوں کے کاتب مختلف ہیں اور مختلف سنوں میں نقل ہوئے ہیں سالار جنگ کا نسخہ ۱۰۴۸ھ کا ہے۔ آ صفیہ والے نسخہ پر سن تحریر موجود نہیں ہے۔ علی گڑھ کا نسخہ ۱۰۷۸ھ کا ہے۔ علی گڑھ کے نسخہ کی ابتداء اس طرح سے ہوئی ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت

والیہ انیب الحمد للہ رب العالمین والصلوة علی سید العالمین

محمد وآلہ واصحابہ اجمعین"

حیدر آباد والے نسخوں میں ایک آدھ لفظ بد لا ہوا ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم وما توفیقی الا باللہ الحمد للہ

رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ الکریم محمد

وآلہ وصحبہ اجمعین"

(۱) اکبر (انھوں نے باہر ہمایون اور شہر شاہ وغیرہ کا دور بھی دیکھا تھا)

(۲) تذکرہ ص ۳۴۸ مآثر الکرام دفتر اول ص ۱۹۲

(۳) حقائق الحنفیہ ص ۳۸۸

تینوں نسخے ابتدا* سے لیکر سورہ* حجر تک ہیں۔ مالا رجسٹ کیے
نسخہ میں کاتب نے آخر میں یہ عبارت لکھی ہے جس سے کاتب کا نام اور
سنہ تحریر کا پتہ چلتا ہے۔

تمت تمام شد کاتب حروف عبد الرحمن بن میان صدیق
شهر ذی القعد تاریخ ثمانیة وعشرون سنة ثمانیة واربعمین والفس
آصفیہ کے نسخہ میں کاتب نے خاتمہ پر یہ عبارت لکھی ہے۔
* هذه الحاشية المباركة لسيد العلماء والفلا* و افضل
الشرفا والفقها المستقيم على الصراط النجوى الشيخ وجه الدين
المعروف بالعلوي اسكنه الله تعالى* الجنان ولا
افاض الله عليه شايب الفقران على التفسير البيضاوي وقت
الضحوة من الاثنين السلوك في الشهر الشوال المظوم*
على كثره کے نسخہ میں اختتام کے الفاظ کاتب نے یوں لکھے ہیں۔
* تمام شد حاشیہ میان شیخ وجه الدین برتفسیر بیضاوی
بتا تاریخ ۲۲ شهر ذی الحجة روز دوشنبه ۱۰۷۸ هجرى در
احمد آباد گجرات*

اس حاشیہ کا مقصد بھی وہی ہے جو اوپر لوگوں کے پیش نظر رہا ہے
یعنی بیضاوی کی مشکلات کو حل کرنا اور مسائل کو نہادہ آسان انداز میں
ذہن نشین کرانا اس سلسلہ میں انہوں نے خاصی کوشش کی ہے الفاظ کی
تشیخ اچھی طرح سے کی ہے۔ * ارم * (۱) کی تشیخ میں لکھتے ہیں۔
* قوله ارم اسم اعجمی کاذر وشالچ قال صاحب الکشاف
واشتقاقہم ارم من الارمة او من ارم الارض نحو اشتقاقہم
بعقوب من العقب وادريس من الدريس وابلہس من الابلہس»
ورق ۴۱۔

بیضاوی کی عبارت کو قولہ کے بعد لکھتے ہیں اس کے بعد اسکی تشبیح کرتے ہیں بعض بعض جگہوں پر بیضاوی اور ان کی عبارتوں میں تطبیق کرنا مشکل ہو گیا ہے اس لئے کہ کوئی ایسی علامت نہیں ہے جس سے دونوں کو الگ الگ کیا جاسکے۔

سورہ "یوسف" کذا لک کرنا یوسف (۱) کی تفسیر میں بیضاوی لکھتے ہیں "ہاں غلطاً لیاہ واوحیابہ الہ"۔ علامہ وجیہ الدین اسکی تشبیح یوں کرتے ہیں۔

"الکبد العکرو الخدیعة وهو ان توهم فہرک بخلاف ما تخفیہ وهو فی حق اللہ محمول علی التخیل فکان صنع اللہ تعالیٰ فی تعلیم یوسف ان لا یحکم علی اخوتہ حکم الملک ہاں یفرم السارق مثل ما اخذ بل یجری علیہم الحکم علی سنن مذہبہم ہاں لیستمدوا السارق شہدہ من یدہم الفیر خلاف ما یخفیہ لان المقصد ابراہ اخیه الہ وکان لا یتیم الا بھذہ الحیلۃ" ورق ۱۷۵۔

انہوں نے اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ عبارت کہیں بھی الجھنے نہ پائے جتنی بھی عبارتیں ہیں سب صاف اور سیدھی ہیں۔ جہاں پر ضرورت ہے گرامر سے بھی بحث کی ہے زمخشری (۲) علامہ تقی زانی (۳) اور بچوہری (۴) کے حوالہ موجود ہیں اس دور کی دوسری شرحوں کے مقابلہ میں ان کی شرح زیادہ بہتر ہے اور اس سے مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ انہوں نے اس میں بلاوجہ کی بحثیں نہیں کی ہیں اس کی کوشش کی ہے کہ لوگ ان کی کتاب سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

(۱) سورہ "یوسف" آیت ۷۶۔ (۲) کرم خدرہ

(۳) محمود بن عمر بن محمد بن احمد الخوارزمی الزمخشری جابر اللہ ابو القاسم متوفی ۵۳۸ھ الا علام ۵۵/۸۔

(۴) مسعود بن عمر بن عبد اللہ التقی زانی متوفی ۷۹۷ھ الا علام ۱۱۳/۸۔

(۵) اسماعیل بن حماد الجوزی متوفی ۳۹۳ھ الا علام ۳۰۰/۱۔

الرسالة العلوية

شیخ وجیه الدین علوی

یہ رسالہ چار صفحات پر مشتمل ہے اس میں کشاف کی " فمن نقلت موازینہ (۱) " کی تفسیر کی توضیح ہے یہ راہپور کے کتب خانہ میں موجود ہے (۲) ابتدا میں ایک نوٹ ہے جس میں لکھا ہے -

" هذه الرسالة في حل قول صاحب الكشاف في قوله تعالى
فمن نقلت موازینہ و دفع اعتراض السيد المصنعي عنه من
تأليفات الحضرة الشيخ وجیه الدین علوی "

اس رسالہ کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے -

" بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين الحمد لله على
احسانه والصلوة على محمد افضل خلقه "

اس رسالہ کے کاتب ملک احمد ہیں جیسا کہ خاتمہ کی عبارت سے پتہ

چلتا ہے -

۲۱

" تمت الرسالة العلوية ضحوة يوم الاحد الا محرم الحرام

۱۰۷۳ طی بد الفقیر ملک احمد منقولة بخط المؤلف قدس سرہ "

آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں ان کا انداز ملاحظہ ہو -

" ذهب كثير من المؤلفين الى انه ميزان له كفتان ولسان

وشاهين صلا بالحقيقة لا مكانها وقد ورد في الحديث

تفسيره بذلك وانكره بعض المعترلة ذهابا الى انها

اعراض لا يمكن وزنها فكيف اذا زالت وتلاشت بل المراد

العدل الثابت في كل شئ ولذا ذكر بلفظ الجمع والا

فالميزان ان المشهور واحد "

(۱) سورة القارة آیت ۶

(۲) مخطوطہ ۳۲۸

صاحب کشف کی تفسیر اور صاحب تفسیر معنی کیے اعتراض اور جواب

یہ ہیں —

” قال صاحب الکشاف فمن نقلت موازينه جمع میزان
او موزون ای فمن رجحت اعماله الموزونة التي لها
وزن وقدر وهي الحسنات او ما يوزن به حسناته و
اعتراض عليه صاحب التفسير المعنى في تفسيره المختصر
بان من حصده في مقابلة تخصصها بالسئات
وهو انتهى لعل وجهه ان الحسنات اذا نقلت
فلا جرم ان يكون السئات خفت لان مذهبه مبنى على
انه الاعمال توزن وتكمل الحسنات في كفة والسئات
في كفة فاذا اريد بالموازين الحسنات في جانب النقل فلا
بدان يراد بها في جانب الخفة السئات لتحقيق رجحانها
على السئات “ ۔

دکٹر صاحب

یہ

حاشیہ علی انوار التذریل
سید صبغة اللہ وفات ۱۰۱۵ھ

سید صبغة اللہ کے آباد واجداد اصفہان سے ہجرت کرکے
ہندوستان آئے تھے۔ ان کی پیدائش کجرات میں ہوئی۔ علاوہ وجہہ الدین
(۱) کی شاگردی اختیار کی بہت جلد علم و ہنر میں پختہ ہو گئے۔ ان کی شہرت
دور دور تک پھیل گئی۔ شیخ وجہہ الدین کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ
ہوئے۔ بہت سے لوگ ان کے مرید اور شاگرد ہوئے۔ ۹۹۹ھ میں حج و
زہارت سے فیارغ ہو کر اپنے وطن واپس آئے تھوئے۔ اس عرصہ بعد پھر
حج کے لئے گئے اور مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی وہیں ان کا انتقال
۱۰۱۵ھ میں ہوا۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی رسالہ ارادة الدقائق فی
مراجہ الحقائق کتاب التوحید وغیرہ ان کی مشہور تصانیف میں (۲)
ان کا حاشیہ بیضاوی ایشیا ٹک سوسائٹی کلکتہ میں ایک مجموعہ
میں بیضاوی کے دو اور حاشیوں کے ساتھ ہے (۳)۔ پہلا حاشیہ ان کا ہے
دوسرا ناقص ہے تیسرا محمد بن شیخ علی الدین (۴) کا ہے۔ مولانا صبغة
اللہ کا حاشیہ صرف سورة الحمد تک کا ہے انہوں نے اسے مدینہ میں لکھا
تھا ان کا ارادہ تھا کہ آئندہ اسے مکمل کریں گے مگر فایا مکمل نہیں کر سکے۔
اس کو شیخ بن البانی نے مرتب کیا تھا۔ اور ۱۰۳۱ھ میں عبد الباق بن
ملاحزہ نے نقل کیا۔ اس کی ابتدا "ان الفاظ سے ہوئی ہے۔
" الحمد لله الذي نزل الفرقان على عبدہ ليكون نذیرا
قال سيدنا ومولانا العارف بالله بل الفواس فی بحار
معرفة الله وحید صرہ و فرید دھرہ مولانا و مقتدانا

(۱) تذکرہ ص (۲) حدائق ص ۱۴۵ نزہۃ ص ۱۴۵ ج ۵

(۳) مخطوطہ نمبر یاد ایام ص ۶۴ تذکرہ ص

(۴) یہ نہیں جلتا کہ یہ کہاں کے تھے۔

السيد صيغة الله طاب ثراه "۔

اپنے مقدمہ میں علم تفسیر کے سلسلہ میں لکھتے ہیں ۔
 " وقر فواعلم التفسیر بانہ علم بصرف بہ معانی کلام

اللہ تعالیٰ بقدر الطاعة البشرية رواية اودرابة

فہشتم التفسیر والتاویل وان قر قواہن التفسیر و

التاویل باصطلاح آخر و قالوا التفسیر ما یتعلق

بالرواية والتاویل ما یتعلق بالدراية "۔

تفسیر کی تفسیر بیان کرنے کی وجہ سے حاشیہ خاصا طویل ہو گیا

ہے ۔ ۶۵ اوراق میں بعض مقدمہ اور الحمد کی تفسیر ہو سکی ہے ۔

حاشیہ تفسیر بیضاوی

مولانا عبد السلام لاہوری متوفی ۱۰۳۷ھ

مولانا عبد السلام کو علم و فن سے بہت لگاؤ تھا حتیٰ کہ اتنا زیادہ پڑھے والا کوئی اور اس دور میں مشکل سے رہا ہوگا۔ کتب درسی شیخ استحاق (۱) سے پڑھیں شیخ سعد اللہ (۲) اور قاضی صدر الدین (۳) سے بھی کسب فی کیا۔ حکمت فتح اللہ شیرازی (۴) سے سیکھی۔ لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ہجرت سال تک اسے جاری رکھا۔ شیخ محب اللہ الہ آبادی (۵) مفتی عبد السلام دیوبند (۶) محمد مہرین قاسمی ساہیوالہ وغیرہ ان کے مشہور شاگرد ہوئے ہیں۔

مآثر الکرام میں غلام علی حسینی بلگرامی لکھتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں جب علم کے کسی بھی دروازہ میں قدم رکھتا ہوں تو اس دروازہ سے اور بھی بہت سے دروازے کھل جاتے ہیں اور میں اس علم سے دوسرے بہت سے علوم تک پہنچ جاتا ہوں۔ اگر میں چاہوں تو ان کو لکھ کر ایک مستقل جز بنا سکتا ہوں لیکن مجھے پڑھانے سے اسی فرصت ہی نہیں ملتی کہ یہ کام بھی انجام دے سکوں۔ جب میں بڑھا ہوا چاروں گا اور میرے اعضاء شل ہو جائیں گے تو مجھے اس کا افسوس ہوگا۔ اور ہوا بھی ایسا ہی۔ آخر عمر میں ان کو اپنی اس کوتاہی پر بہت افسوس تھا (۷)۔

ایک مدت تک مفتی کے عہدے پر بھی فائز رہے اور تمام فرائض پوری دیاستداری سے ادا کرتے رہے۔ انہوں نے بیضاوی کی شرح لکھی جو بہت مشہور ہوئی۔ ۱۰۳۷ھ میں انتقال ہوا۔ (۸)

-
- (۱) نزہۃ ص ۷۰ ج ۵ (۲) نزہۃ ص ۱۵۶ ج ۵ (۳) ایضاً ص ۱۷۷ ج ۵
 (۴) ایضاً ص ۲۰۳ ج ۵ (۵) ایضاً ص ۲۴۲ ج ۵ (۶) ایضاً ص ۲۲۲ ج ۵
 (۷) مآثر الکرام ۲۳۶ (۸) نزہۃ ۵/۲۲۲

اس حاشیہ کا اصل نام " تفسیر زہراؤں " ہے جیسا کہ کتاب کے خانہ پر لکھا ہے۔

" تم تفسیر الزہراؤین بتوفیق اللہ تعالیٰ والحمد للہ علی ذالک "

یہ حاشیہ ۲۷۲ اوران پر مشتمل ہے اس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس حاشیہ میں شروع کلام پاک سے سورۃ آل عمران تک کی شرح ہے۔ اس کی ابتدا " ان الفاظ سے شروع ہے۔

" بسم اللہ الرحمن الرحیم قوله الحمد للہ الذی نزل الفرقان
 علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا تفسیر میں قوله تعالیٰ تبارک
 الذی نزل الفرقان علی عبدہ الآیہ "

قاضی بیضاوی کی انوار التزیل و اسرار الثاویل ہندوستان میں بیشتر جگہوں پر نسخہ میں داخل رہی ہے اس لئے بہت سے علماء نے اس کو زیادہ آسان اور عام فہم بنانے کے لئے اس کی شرحیں لکھیں انہی شرحوں میں سے ایک ملا عبد السلام لاہوری کی یہ کتاب بھی ہے۔ کس بھی شرح کی جب مزید تشریح کی جاتی ہے تو جہان بین اور مسائل کی تحقیق و تدقیق میں بات سلجھنے کے بجائے اور الجھ میں جاتی ہے ایسا ہی کچھ اس حاشیہ میں بھی ہے۔ بہت سی جگہوں پر یہاں تک لے لی ہو گئی ہیں۔ اور یہ ہتہ نہیں چلتا کہ مطلب کیا ہے۔ قولہ کہہ کر تو کرتے ہیں مگر متن و حاشیہ اس طرح ملا دیتے ہیں کہ دونوں کو الگ کرنا بہت مشکل کیا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔

" ان الصفات المعروۃ من شیعۃ ثر اللہ (۱) " کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
 " فقوله من شیعۃ ثر اللہ مقتضی ان ہکوں علماء من اعلام الدین
 و دامالفرصۃ او الوجوب ولا جناح ہنہا لانہ ہستعمل فی
 جناح ترکہ و ترکنا ظاہرہ فی الاہجاب اجما عاً فہنقی ما وراہ

ما علی ظاہرہ و ذکر الامام الرازی فی وجوہا
 احدها الحدیث والثانی ما ثبت ہذا علیہ السلام سنی
 فوجب السعی طلبنا للقرآن والخیر اما القرآن فنقولہ فاجمعوہ
 وقولہ ان کتم تحبون اللہ فاجمعونی وقولہ ولقد کان
 لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة لئن کان یرجو اللہ والیوم
 الآخر واما الحدیث فنقولہ علیہ الصلوۃ والسلام حدواہی
 مناسککم والا مر للوجوب اقول والکل ضعیف اما الاول فلما
 مرو اما الثانی فانه یدل علی وجوب الاتباع بفصلہ علی
 الوجوب وان کان مندوبا فعلی التذہب والا یلزم ان یکون
 کل ما فصلہ واجبا وزال الہطلان ولو سلم فلا یفید
 وهو العدی وظنی انه مغلطة " ص ۱۳۵

" ذوی القربى والیتامى " (۱) کی تفسیر میں کرتے ہیں ۔

" وقولہ قدم ذوی القربى قال الامام الرازی قدم الاولی
 فالاولی لان الفقر اذا کان قریبا فهو اولی من غیرہ من حیث
 انه بین الصلة والصرقۃ ولان القرابة من اوکذا الوجوه فی
 صرف المال الیہ ولذا یمسحق الارث ویحجرهن المال بسببہ
 فی الوصیۃ حتی لا یمکن الا فی الثلث ثم اتبعہ بالیتامى لان
 الیتیم یقطع الجملة لانه عاجز لا والد له ولا کاسب ثم ذکر
 المساکین لان الحاجة یشتد بهم ثم ابن السبیل اذ قد
 یشتد عند اشتداد رغبتہ الی اہلہ ثم ذکر السائلین وفی
 الرقاب لان حاجتهما دون حاجة من تقدم "

عبارتوں کی توضیح اور مفہوم کو زیادہ سلیس کرنے کے بعد نفوی اور

نفی بحثیں بھی کافی کرتے ہیں لکھتے ہیں ۔

" والربانی منسوب الی الرب هذا قول سہویہ و قال
 المبرد هو قملان للعبالفة من التریبہ وهو الذی یرب
 العلم ویرب الناس وقیل الربانیون منم الولایة و
 الحکام ولذا من قولہ تعالیٰ لولا ینعم الربانیون والاحبار
 اخیار بالولایة والعلماء وہم الفریقان اللذان یطاعان
 وقال ابو حنیفہ احسب ان هذه اللغظة لہست عربیة اما
 من عبرانیة او سریانیة وعلیٰ التقدر یرین یدل علی
 الانسان العالم العالم المشتغل بتعلم طریق النہر"
 اسی طرح سے اور بھی بہت سی جگہوں پر بحثیں کی ہیں۔ احادیث
 بھی نقل کی ہیں۔ اختلاف فی مسائل میں انہ کی رائیں لکھی ہیں اور ان کے
 اختلافات کو بیان کیا ہے۔ مختلف مسائل میں علماء کا مذہب کہا رہا ہے یہ
 بھی بیان کیا ہے۔ مثلاً وراثت کی آیتوں میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے
 بعض لوگ ان میں سے کچھ آیتوں کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور کچھ نہیں۔
 اعتکاف کن مسجدوں میں ہو سکتا ہے اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔
 " قوله ولا یختص بمسجد قال الامام اختلفوا فیہ فینقل
 عن علی علیہ السلام انه لا یجوز الا فی المسجد الجامع
 وقال مطا" یجوز فیہ وفی مسجد المدینة وقال بعضہم
 یجوز فیہا وفی البیت المقدس وقال الازہری لا یجوز
 الا فی المسجد الجامع وقال ابو حنیفہ لا یجوز الا فی مسجد
 لہ امام راتب ومولن راتب وقال الشافعی یجوز فی
 جمیع المساجد الا ان فی الجامع لا یحتاج الی الخروج
 اسلا واحتج الشافعی بہذہ الآیة اذا المساجد عام
 بقول العبد الضعیف فما قال الفاضل المحشی من ان مسجد

غیر الجماعۃ لا مدخل فی اطلاق المسجد لا یم
 مذہب النعم بل یم مذہب الخلفیۃ "
 کتاب کا خاتمہ اس عبارت پر ہوتا ہے ۔
 " قولہ اذا لجہارای الملک المسلمتہما لجیش ...
 کمد ل صیام رمضان ہوہما الفتح العسل
 من غیر الجیش وہما لکسر من الجیش "

حاشیہ بیضاوی

شیخ عبد الحکم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ

شیخ عبد الحکم سیالکوٹی میں پیدا ہوئے شیخ کمال الدین کشمیری (۱) سے کسب علم کیا مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کی نشی راہوں کو بروئے کار لائے۔ شاہجہان ان کا بہت معترف تھا۔ دوہار ان کو چاندی سے تولا اور سب کی سب ان کو بخش دی۔ ان کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا تاکہ وہ پہلے نیاز ہو کر اپنی علمی و ادبی مصروفیات جاری رکھ سکیں۔

شیخ فضل اللہ محبی "خلاصۃ الانر" میں لکھتے ہیں کہ وہ بہترین اور بڑے علماء میں سے تھے۔ عقیدہ کے پختہ اور سید ہی راہ ہر چلنے والے تھے حق کے دشمن تھے اور امراء و اعیان سلطنت سے مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتے تھے۔ شاہجہان نے ان کو رئیس العلماء کا خطاب دے رکھا تھا وہ کوئی اہم کام انسان کی مرضی کے نہیں کرتا تھا۔ ان کو جوشان اور عظمت نصیب ہوئی اس دور میں کسی اور کو نہیں ملی۔ تمام قسم کے علم و فضل ان میں جمع تھے اور وہ اپنے دور کے یکتا تھے۔ انھوں نے اپنی جوانی اور بڑھاپا اہم مسائل کے فقہ اور ان کے حل کرنے میں لگا دیا۔ (۲)

محمد صالح "العمل الصالح" میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے اساتذہ میں سے تھے وہ علم کی انتہائی بلند یوں تک پہنچ گئے تھے ان کے دور میں کوئی بھی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ ساٹھ سال تک درس و تدریس میں لگے رہے ان کی تصانیف میں حاشیہ بیضاوی حاشیہ علی مطلق حاشیہ شرح المطالعہ حاشیہ للخیالی حاشیہ شرح الصقائد وغیرہ ہیں اس کے علاوہ اور بھی کچھ کتابوں کی شرحیں لکھیں رسائل کا بھی مجموعہ ہے۔ سیالکوٹی ہی میں ۱۰۶۷ھ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے (۳)

(۱) نزہۃ ۳۱۶/۵ (۲) خلاصۃ الانر ۳۱۸/۲ (۳) بحوالہ نزہۃ ۲۱۰/۵

عبد اللہ بن عمر البیضاوی کی "انوار التزیل واسرار التاویل" قرآن کریم کی تفسیروں میں ایک خاص مرتبہ رکھتی ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر میں جسے موضوعات سے بحث کی جا سکتی ہے وہ سب بڑی خوبی کے ساتھ اس میں جمع کر دیے گئے ہیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود بہت سے لوگ اسے مکمل یا جامع تفسیر تسلیم نہیں کرتے اس میں بہت سے مسائل ایسے ہیں جن پر پوری تفصیل سے بحث نہیں کی جا سکی ہے۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ عرصہ بہت سے جگہوں کے نصاب درس میں بھی داخل رہی ہے۔ بیضاوی جلالین اور کشاف یہ تینوں کتابیں ایسی ہیں جنہیں بے انتہا شہرت نصیب ہوئی اور جن کا عام طور سے مذہبی حلقوں میں رواج ہوا۔ یہ کتابیں چونکہ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھی گئی تھیں اس لئے مدت دراز تک مدارس کے نصاب میں داخل رہیں۔ ہندوستان کے علماء نے ان تینوں پر حواشی لکھے بیضاوی کی بہت سے لوگوں نے مختلف انداز میں تشویح کی ہے مگر ان سب میں ملا عبدالحکیم کا حاشیہ بہت اچھا اور اہم سمجھا جاتا ہے اس کے بہت سے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں اور یہ کتاب شائع بھی ہو چکی ہے۔

ملا صاحب کی یہ تصنیف بیضاوی کے پہلے دو ہاروں کی تشویح میں ہے چونکہ یہیں حصہ اہم مسائل سے متعلق ہے اس لئے ملا صاحب نے اس حصہ کی تشویح کو زیادہ ضروری سمجھا اگرچہ انہوں نے اس کا اظہار کیا ہے کہ بعد میں وہ اپنا کام مکمل کریں گے لیکن پھر اس حصہ کے آگے غالباً وہ آگاہ نہ لکھ سکے۔ ان کی یہ شرح دوسرے بارہ کے ثالث تک ہے۔

مصنف کا مقصد بیضاوی کی مشکلات کو حل کرنا ہے یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ دوسروں کو اس سے بات کے سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بیضاوی کے چھوٹے جملوں اور کہیں کہیں پر مبہم تفسیر کی تشویح و توضیح پوری تفصیل سے کی ہے۔ مصنف نے اس بات کی کوشش بھی کی ہے کہ مشکل مقامات کو بھی حل کر دیں تاکہ پڑھنے والے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

زبان و بیان اور لغت کی بارہکوں کا ذکر کیا ہے۔ مشکل الفاظ اور
مخصوص طرز ادا کی تشریح کی ہے اس میں وہ دوسرے شارحین سے بازی لے گئے
ہیں ان کی تشریحیں عبارتیں زیادہ آسان ہیں جن سے پڑھنے والے کو ہنر
کسی الجھن کے بغیر سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ "وما یضل به الا الفسقین (۱)
کہ ہیں "الفسقین" کی تشریح میں قاضی صاحب نے لکھا ہے "ای الخارجین
من حد الایمان" ملا صاحب مفہوم کی مزید توضیح اور فنی اعتبار سے اس کی شرح
یوں کرتے ہیں۔

"تزیل او اعتراض فی آخر الکلام لیبان حال اهل الملا ل و ذمهم
ولیس بمطاف علی ما قبلہ لانہ لا یصح کونه جوابا وبیاناً" س ۲۷۱
بہذا ویضی "اولئک هم الخاسرون (۲)" کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے
"الذین خسروا بما همال العقل عن النظر واقتصاص ما یفیدهم
الحیوة الابدية واستبدال الا نذار والطمین فی الآیات بالایمان
بھا والاقتباس من انوارھا واشتراء النقص بالوفاء والفساد بالصلاح
والمقاب بالتواپ"

صاحب حاشیہ نے اس کو یوں بیان کیا ہے۔

"بشیر الی ان حصر الخاسرین علیہم باعتبار کمالہم فی الفحوان
حیث اضافوا الظلمتین راس المال الذی هو النظر الصحیح بما ھما
العقل ھو والریح الذی هو اقتصاص الحرفة الخیلة للھیوة
الابدية والی ان الخسران لکونه من لوازم التجارة ترشیح
لاستعارة المقدرة التي یتضمنھا الآیات السابقة وھو استبدال
الامور المذكورة المستعار لھ البیع والشراء" س ۲۷۵

قرآن مجید کی سب سے صحیح واضح اور اچھی تفسیر خود نہیں صلح نے
اپنی زبان مبارک سے کی تھی ان کے صحابہ نے ان اقوال کو حفظ کر لیا تھا اور

اور موقع پر انہیں کی روشنی میں عمل کرتے تھے قرآن کریم میں بہت سے ضروری مسائل کی طرف محض اشارے ہیں ان اشاروں کے سمجھنے کے لئے ہمیں احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے کیونکہ یہ نبی صلعم کے اقوال یا افعال ہیں جن سے آیات کی شرح ہوتی ہے۔ تمام مفسرین کی طرح قاضی صاحب بھی اپنی تفسیر میں اقوال محدی نقل کرتے ہیں اور اس سے آیاتوں کی تفسیر زیادہ آسان ہو جاتی ہے۔ صاحب حاشیہ نے ان احادیث کے علاوہ بھی کہیں کہیں اور حدیثیں بھی لکھ دی ہیں۔ بیضاوی نے بعض جگہوں پر حدیث تو نقل کی ہے مگر سند نہیں بیان کی ہے اور نہ ہی راوی کا نام لیا ہے مثلاً صاحب نے اس کی کوہرا کیا ہے اور راوی کا نام لکھ دیا ہے۔ جن روایتوں کی صحت میں شبہ ہے ان پر بھی بحث کی ہے۔

بیضاوی نے "وَأَمَّا بِنَا أُنْزِلَتْ صَدَقًا لِمَا يَسْلُكُ" کی تفسیر میں آگے چل کر نبی صلعم سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام ہوتے تو وہ بھی میرے دین کی اتباع کرتے اس حدیث کا کوئی حوالہ نقل نہیں کیا گیا ہے۔ صاحب حاشیہ نے پورا واقعہ نقل کیا ہے اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ "وَالَّذِي نَفْسِي مَحْدُودٌ لَوْ بَدَأْتُ الْكُفْرَ فَاتَّبَعْتُهُ وَتَرَكْتُ الْبِرَّ لَفُتُّمُ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ حَيَاؤُكُمْ نَبِيًّا لَا تَجْعَلُونِي" مشکوٰۃ اور دارمی کا حوالہ بھی دیا ہے۔

(ص ۲۲۲)۔ اسی طرح سے اور بہت سی جگہوں پر بھی کہا ہے۔ قاضی صاحب بعض جگہوں کی تفسیر کرنا چھوڑ گئے ہیں مثلاً صاحب "وَأَعْلَمُ أَنَّ الْمَصْنَفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى لَمْ يَفْسَرْ" لکھ کر خود اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ مثلاً قاضی صاحب "مُسْتَبِقُونَ نَسَائِكُمْ" (۲) کی تفسیر کرنا بھول گئے ہیں انہوں نے اس کی تشریح یوں کی ہے۔

"فَقِيلَ مَتَاءُ مُسْتَبِقُونَ بِنَائِكُمْ وَتَرَكُونَهُمْ حَيَاةً وَقِيلَ لَا تَسْتَحْيَا"

الاسترقاق" ص ۲۲۳

یہ حاشیہ ان کی علمی قابلیت کے ساتھ ساتھ مذہبی معلومات پر عبور اور فہم قرآنی کی دلیل ہے۔ اس حاشیہ کی وجہ سے ان کی بڑی شہرت ہوئی۔ خلاصۃ الانر میں لکھا ہے کہ علمائے ہند میں جو مرتبہ ان کا شمار کسی دوسرے رنصیب نہ ہوا اسی کتاب میں ان کے حاشیہ کے متعلق لکھا ہے۔

* والف مولفات عدیدة منها حاشیة علی تفسیر البیضاوی
علی بعض سورة البقرة راہت و طالعت منها ابحاثا دقیقة*
(۱)

حاشیہ بیضاوی

سید جلال اللہ آلہ آبادی متوفی ۱۱۱۰ ھ

اس کا قلمی نسخہ طبع گڑھ میں فرنگی محل کے ذ خیرہ کتب میں موجود ہے
(۱)۔ اس کے تین حصے ہیں پہلے حصہ میں ۱۷۹ ورق ہیں دوسرے میں ۱۲۹ اور
تیسرے میں ۱۲۰ تینوں ایک ہی جلد میں ہیں۔ اس میں تمام سورتوں کی تفسیر و
تشیخ آگئی ہے اختتام پر ایک آدھ صفحہ غائب ہے۔ پوری طرح سے لکھا
اس کا اندازہ تو نہیں ہو سکا کہ یہ کس سنہ کی تصنیف ہے۔ دوسرے حصہ کے
خاتمہ پر کاتب نے تاریخ کتابت ۱۶ شہر صفر ختم بالخیر والظفر ۱۱۲۲ ھ
لکھا ہے۔

اس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوئی ہے۔

” الحمد لله الذي الكتاب على عبد لم يخالط الكتاب ولم يفرغ

سمع الخطاب فافهم ببلاغة نظم ... ”

اس کے بعد اپنا نام اور تفسیر کی اہمیت یوں لکھی ہے۔

” وبعد فيقول العبد الضعيف المتوصل الى الله بالنعيم الهادي السيد

جلال الله الاله آبادي لصلح الله بوجه لقدم قبل ان يخرج

الا من يد. ان علم التفسير هو اعظم الامور شأننا وارفعها برهاننا واحسنها

بها نا واوضحها تبها نا لا يلقى لا يلقى للتكلم فيه الا من احاط بجوانب العلوم الا

الاصلية والفرعية كلها ... ”

اس کے بعد قاض بیضاوی کی تصنیف کی ہے اور ان کی تصنیف کی اہمیت بیان

کی ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔

” نلم ازل اکرر مطالعتہ ومباحثہ وادام مطارحتہ ومذاکرہ

حتی استولیت علی حل مضائقہ وکشف مکنوناتہ وایضاح مضمراتہ

وتفصيل مجلاته من غير معين بعينه من شخص او كتاب الا
 كتاب الالمى الصلابة الزمخشري شكر الله سبحانه في بطل
 المجهود في تحقيق هذا الفن المحمود فرقت عليه في انشاء
 المطالعة ايجانا كثيرة منها يتصلق بحل الكتاب ومنها ما يرتبط
 بالتمييز بين الخطا والصواب فخالج قلبي ان اكتبها وارتيها حتى
 لا يضيع واضيف اليها من الكلمات ما استطعت فكانت عوادي
 الزمان يبسطني عما اردت وجعلت طوارق الحد ثمان يفضي
 بما قصدت حتى لم يبق لي من مكائده حيلة الا ستخلاص
 فتجبرت وقلت لا ت حين خاص فصرت يحال لم ارفى التحيال
 الا حوادث الايام ولم اشاهد في الضام الا طوارق الاوهام "

بسم الله الرحمن الرحيم کو کسی سورۃ کا جزو مانا جائے یا نہیں اس پر بڑی
 اچھی بحث کی ہے اور بہت سے حدیثوں وغیرہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ بسم اللہ
 کسی بھی سورۃ کا جزو نہیں ہے۔ مثلاً سب سے پہلے سورۃ "اقراء" نازل ہوئی
 اس میں بسم اللہ کا ذکر نہیں ہے "یا ایہا المدثر" میں بھی اس کا تذکرہ
 نہیں ملتا۔ دوسرے اثبہ نے اس سلسلہ میں جو بحثیں کی ہیں ان کا بھی ذکر
 کیا ہے اور حوالہ دیا ہے۔ انہوں نے اس میں اور دوسرے مسائل پر بھی بحث
 کی ہے۔ بالخصوص گرامر اور لغت پر کافی توجہ کی ہے۔

"آلم" سے کیا مراد ہے اس سلسلہ میں بھی اپنی نیز مفسرین کی رائیں
 نقل کی ہیں۔ استنباط مسائل اور بحث کا انداز بالکل فلسفیانہ ہے ان کی
 عبارت بھی اس وجہ سے کافی مشکل ہو گئی ہے۔ قاصی صاحب نے مسائل کی
 طرف توجہ نہیں دی تھی یا جن کو سرسری طور پر حل کر کے چھوڑ دیا تھا
 انہوں نے ان سب کو پیش کیا ہے اور مفصل بحث کی ہے

بعض جگہوں پر بہت آسان اور سیدھے انداز پر آیتوں کی تفسیر کرتے
 ہیں "لن تفسی ضم اموالہم (۱)" کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

" ای من رحمته و طاعته علی معنی البذلۃ یعنی لن تقنی
 عنهم من رحمۃ اللہ اور من طاعة اللہ شہتا ای بدل رحمۃ اللہ
 و طاعته ومنہ لا ینفع ذالجد منک الجداۃ لا یتقصہ جدہ و حفظہ
 من الدنیا بدلک ای بدل طاعتک و عبادتک و علیہ حمل قولہ
 تعالیٰ ان الظن لا یغنی عن الحق شہتا " ص ۳ ج ۲
 بیضاوی کی بعض باتیں جس سے احتمال پیدا ہوتا ہے ان پر اس کی نظر
 ضرور پڑی ہے " انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم (۱) " جو تشریح
 بیضاوی نے کی ہے یہ اس سے پوری طرح متفق نہیں ہیں۔ لفظی باریکہوں سے
 بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" اعلم ان مہنا اربع احتمالات یحتملھا عبارت المصنف الاول
 ان یكون المراد بقوله ما تعبدون الا وثان ولا تجوز فی کلمۃ
 ما لانما الختم لغير ذوی المقول ولا فی المعبود ولا یرد النقص
 بالملائکۃ والا بنیاء علیہم السلام۔ والثانی ان یكون المراد به
 ابليس واهوانه و یحتاج الی کلمۃ التجوز فی کلمۃ ما بان یحمل
 علی من وفی المعبود ولا یرد النقص علی هذا التوجیه ایضا۔
 والثالث ان یكون المراد به الا وثان و ابليس واهوانه و یحتاج
 الی التجوز بان یحمل کلمۃ ما علی ما یعم ذوی المقول و غیرہم
 وفی المعبود بان یراد ما یطلق علیہ اسم المعبود حقیقۃ او مجازا
 یشتمل ابليس واهوانه ولا یرد النقص علی هذا التوجیه ایضا
 والرابع ان یكون المراد به الا وثان و ابليس واهوانه وکل من
 عہد من دون اللہ و حیثیث یحتاج الی التجوز کما فی الوجه
 الثالث و یرد النقص علی هذا التوجیه بالا بنیاء والملائکۃ و
 المعبودین و یكون قوله تعالیٰ ان الذین ضلوا الحسنی الآیۃ
 مخصصا تاخر عن الخطاب و ذالک القول علی الاحتمال الثانی
 والثالث بیان للتجوز فی المعبود ولا یحقی علی من له درجۃ بالمالیہ

الکلام ان عبارة المصنف يحتمل الاحتمالات الاربع ولهذه
الدقيقة لم يقل مكان يحتمل ارید وقوله على هذه المراد منه
على تقدیر ان يكون المراد البلیس واهوانه یعم الخطاب ولا
یخص لعایدی الا وثان لان کل من ضوی عبد الشیطان وعلى
احتمال ان يكون المراد به الا وثان الخطاب مخصوص بعیدتهم *
س ۸ ج ۳ -

اسی انداز پر اور بھی بہت سی جگہوں کی تفسیر اپنی طرف سے بیان کی ہے
اور اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ کوئی پابندی الجھن یا غیر تفسیر شدہ نہ رہے
ہائے ۔ اس سلسلے میں انہوں نے دوسری تفسیروں مثلاً رازی کشاف وغیرہ
کے حوالے بھی دیے ہیں ۔ بعض آیتوں سے استنباط مسائل بھی کرتے ہیں اور
فقہاء کی روایت نقل کرتے ہیں مثلاً "واذا قرأ علیہم القرآن لا یسجدون (۱)"
کی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔

"قیل قرأ رسول الله صلعم ذات يوم واحسجد واقرب فسجد
هو ومن معه من المؤمنین وقرین تصفق فوق رؤوسهم وتسنفر
نزلت به احتجاج ابو حنیفة علی وجوب السجدة عن ابن عباس
لہن فی الفصل سجدة ومن ابی ہریرة انه سجد فیہا وقال واللہ
ما سجدت فیہا الا بعد ان رایت رسول اللہ علی اللہ علیہ وسلم
یسجد فیہا ومن انس صلیت خلف ابی بکر و عمر و عثمان فسجدوا و
عن الحسن ہی غبر واجبة " س ۱۱۰ ج ۳

سورۃ کوثر کی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔

"الخير الكثير من العلم والعمل في التفسير البكر الكوثر اولاً و
فان هذه السورة انزلت رداً علی من ما به بعدم الاول و
فالعنى لنا اعطيناك نسلاً یعقون علی مر الزمان فانظر كم
استشهد من اهل هذا البيت ثم العالم مثلی منهم ولم یعق من
بنی امیة فی الدنيا احد یعبا به ثم انظر كم كان فی هذا البيت

من الاكابر كالباقر والصادق والكاظم والرضا والنفس
الزكية واسماهم "

اسی طرح جسے سورہ فلق کی تفسیر میں لکھتے ہیں
" خص عالم الخلق بالا ستمائة منه الى آخره و شره وما
يفعله المكلفون من الحيوان من المعاصي والاثم ومضارة
بعضهم بعضا من ظلم وبغى وقتل و ضرب و شتم وغير ذلك
وما يفعله غير المكلفين منه من الاكل واللدغ والعصا كالسباع
والحشرات وما وضعه الله في السموات من انواع الصرر كالاحراق
في النار والقتل في السم "

چونکہ ان کے پیش نظر دیگر مفسرین کی تفاسیر میں اس لئے انہوں نے
مفہوم کی توضیح اور مطالب کی تشریح زیادہ بہتر طریقہ پر کی ہے۔ جا بجا
قد ماہ کے حوالے بھی موجود ہیں اور مطالب میں ان کے اختلافات کا ذکر بھی
کر دیا ہے۔

اس نسخہ کا احتتام ان الفاظ پر ہوتا ہے۔

" واعظم ان الاحاديث المروية من العلامة عتق في فضائل السور
كلها موضوعات الاماروى الصلواتان في فضيلة سورة الاخلاص
فانه مروي عن البخاري ومسلم "

کتاب ^{پیش} پر حتم ہو جاتی ہے۔ سورۃ الناس کی شرح اس سے پہلے ہے۔

حاشیہ علی انوار التنزیل

محمد بن عبد الرحیم جونپوری متوفی ۱۱۷۲ ھ

یہ پوری تفسیر بیضاوی کا حاشیہ نہیں ہے بلکہ صرف سورۃ الفاتحہ کا ہے اس کا قلمی نسخہ پشمنسلی لا ٹیری کلکتہ کے "بہار کلشن" میں موجود ہے۔ اس میں ۳۰ ورق ہیں۔ اس کی ابتدا "ہون موتی ہے۔"

"الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتد لولا ان هدانا الله والصلوة على رسوله محمد الذي نرجو شفاعته في يوم لا تنفع لنا فيه سواء وعلى آله واصحابه الذين كانوا هاديين بهداه"۔

اس کے بعد اپنی تصنیف کی وجہ بیان کی ہے کہ تفسیر کا درس دینے وقت انہیں اندازہ ہوا کہ امام الائمہ اور قرة العلماء قاضی بیضاوی کی تفسیر کے حواشی لکھتے وقت بعض لوگوں نے بعض جگہوں پر پوری طرح سے غور و خوض کرتے بغیر تشریح کر دی ہے لہٰذا ^{بہت} سے لوگوں نے قاضی بیضاوی پر اعتراضات کی ہو چھار کر دی ہے اور بعض نے ان کی مدافعت کی ہے بہر حال غیر ضروری باتوں میں الجھ گئے ہیں مطالب کے پوری طرح نہ سمجھنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ قاضی صاحب کی صارتیں مبہم اور پیچیدہ ہیں بلکہ اس کی وجہ ان کی بلند خالی اور اونچے مطالب پیش کرنے کی کوشش ہے۔ ان کے ان خیالوں تک عام ذہنوں کا پہنچنا اور ان کی تفسیر کو سمجھنا اور مطالب کا حل کرنا آسان نہیں ہے۔ اس تک صرف وہی ذہن پہنچ سکتے ہیں جو بہت رسا اور طبع سليم کے حامل ہوں۔

اس کے بعد انہوں نے سورۃ الحمد کی تشریح شروع کی ہے الفاتحہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

" الفاتحة مصدر ابعث الفتح کا لکاز بے معنی الکذب و
وجه الضامۃ لہما محل فتح القرآن کتابۃ لانہما اول سورة
کتبت فی اللوح المحفوظ کما قال البعض او نزولا اذ ہی
اول سورة نزلت کما ذهب الیہ اکثر المفسرین فصارت متعینۃ
بہذا الاسم لوجود ملائقۃ الحالۃ والمحالۃ "

آگے چل کر یہ بیان کیا ہے کہ اس سورۃ میں کئی آیات ہیں آیتوں کی
تعداد ٹھوڑے سے اختلاف کے ساتھ سات ہے۔ اپنی اس کتاب میں انہوں نے
دوسرے مفسرین اور ہندوؤں کے اقوال سے بھی مدد لی ہے۔ لغوی بحثیں بھی
اس سلسلہ میں کی ہیں۔

" مالک يوم الدين " کی تفسیر میں یہاں وی نے لکھا ہے کہ " يوم لا
یملک نفس لنفس شیئاً "

اس کی شرح انہوں نے اس طرح سے کی ہے۔

" ان مفہوم اول الآیۃ نفی مالکیۃ نفس لنفس شیئاً من
الاشیاء فالضام ان یحمل قوله الا مر یومئذ لله علی
اثبات الملک لہ تعالیٰ علی سبیل المعلوم کما فی النفی بان
یراد من الا مر الواحد الا مور وارید بہ الملک دون واحد
الا و امر لئلا تم الکلام السابق الا حق ینکون فی الآیۃ اعتصام
القراءۃ مالک کما لا یخفی "

اس کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے۔

" والکتاب کا لزمان کا تب وقد یطلق علی المکتب وهو المراد
هنا اما حقیقۃہا لا شراک او مجازاً لکونه محل الکتابۃ تم "

حواشی ترجمہ قرآن

شاہ ولی اللہ دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء

اس کا قلمی نسخہ اعظم گڑھ میں دارالاصناف کے کتب خانہ میں موجود ہے (۱) شاہ صاحب نے فارس میں "فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن" (۲) کے نام سے قرآن کریم کا جامع اور بہت ہی مختصر ترجمہ کیا تھا اس ترجمہ کے حاشیہ پر آپ نے جو نوٹ لکھے ہیں یہ کتاب انہیں کی طبعہ شکل میں اس کے متعلق ابتدا میں لکھا ہے ۔

"باید دانست کہ در ہا مثنوی نسخہ مسودہ این ترجمہ حواشی چند نوشته شدہ بود بعض میں توجہیں کہ ترجمہ نہیں برآنست و بعض شاہد وجہی از وجوہ تفسیر کہ ترجمہ اختیار کردہ شد و بعض تبیین بر تفردات و ترجیحات فقیر و بحسب اتفاق بعضے آن بزبان عربی بود و بعض بزبان فارسی چون این ترجمہ بعضے گشت بخاطر مستحسن نمود کہ آن حواشی را در ذیل این نسخہ بہمان عبارت کہ داشت نوشته شود تا ناظر در ترجمہ آن فوائد را نیز در بہاد ۔"

اس کے بعد انہوں نے سورتوں کے ضوانوں سے بعض اہم الفاظ و آیات کی تفسیر کی ہے ۔ عام طور سے اختصار کو ملحوظ رکھا ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ ہنرمند کسی بحث اور الجھاؤ کے آسانی سے اپنی بات سمجھا دیں ۔

"مسئلونک عن الالهة (۲) کے متعلق لکھتے ہیں ۔

"معناہ خدی مسئلونک عن ہذہ الا شہر والمراد الشہر الحج واطلق الہلال لانہ اولہ وآخرہ مثل اطلاق الحریف علی السنۃ

راہ اس پر اس دور میں ہندوستان میں کس سے تو حاکمین اور یہ دیکھنے کے لئے اس کے لئے نقل کرنا ۔ ۵ - ۱۸۹

(۱) حالات کلمتے حیات ولی از مولانا رحیم بخش خزینۃ الا صعبا ۳۰/۳۷۳ حدائق

الحنفیہ ص ۲۷۴ نزہۃ ۶/۲۹۸ قاموس المشاہیر ۲/۲۷۹

(۲) یہ ترجمہ متعدد بار شائع ہو چکا ہے اور اب تک بہت ہی اچھا سمجھا جاتا ہے

حیات ولی از مولانا محمد رحیم بخش ۵۴۵ (۲) سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۹

والجمعة على الا مبرع فحينئذ ينطبق الجواب على السؤال
بغير كلفة "

سورة نسا* میں " واذا ضربتم فى الارض (۱) " کی تشریح اس طرح کی ہے۔
" الوجه الصحيح الذى يوافقنا انراين عرسها فى الآيات ان المراد
صلوة الخوف والمراد من القصر اداء الركوع والسجود
وقيد السفر اتفاقى لان قوله تعالى واذا كنت فيهم لا يصح حمله الا
على صلوة الخوف ولا ذكر للخوف ههنا فعلم ان الخوف المذكور فى
الآية السابقة قيد احترازى ما خوذ ههنا ايضاً "

سورة * مائدہ میں " ثالث ثلاثة (۲) " کی تفسیر میں لکھا ہے ۔
" مذہب النصارى انہا ت الالب والابن وروح القدس ثم اختلفوا
فى تفسير ذلك وبلغنى ان المعتمد ضد هم ان الالب هو مبداء الوجود
والابن هو الصادر الاول منه وروح القدس سرائى المقول المجردة
واقوم الابن نزل فى عيسى وندرج بصورته فهو اله
وهو بشر هكذا رايت فى رسالة النصارى ففسرت ثالثاً ثلاثة على
هذا والله اعلم "

" ومن ضدہ علم الكتاب (۳) " کی یہ تشریح کی ہے ۔
" قلت الآيات النازلة قبل الهجرة تدل على ايمان اهل الكتاب
وتصد بيقم النبي صلى الله عليه وسلم والآيات انا زلة بعد
الهجرة تدل على كفرهم وانكارهم وتحقيق ذلك على ما ذكر ابن
اسحاق ان اليهود قبل الهجرة سلموا امر النبي صلى الله عليه
وسلم فلما دخل المدينة ودعاهم الى الاسلام وترك اليهودية
لنكروا وجحدوا "

اسی انداز پر انھوں نے بہت سی آیات کی تشریح کر دی ہے بعض بعض جگہوں پر

(۱) سورہ * نسا آیت ۱۰۱ (۲) سورہ * مائدہ آیت ۷۳

(۳) سورہ * رعد آیت ۲۳

مدارک جلالین بیضاوی وغیرہ کے حوالے بھی دئے ہیں۔ آخری آیت
 جس کی تشریح پر اس نسخہ کا اختتام ہوتا ہے وہ سورہ "کافرون کی
 آیت " وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا اَعْبُدُ " (۱) ہے اس کی شرح یہ بیان کی ہے۔
 " وقع مرتین فی الاول بمعنی الحال وفي الاخری
 بمعنی الاستقبال قالہ المحلی "

برہان التاویل فی شرح الا کلہل
سراج احمد بن محمد مرشد مثنوی ۱۲۳۰ ھ

سراج احمد بن مرشد بن ارشد ۱۱۷۶ ھ میں سرہند میں پیدا ہوئے ان کا
سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے۔ ان کے والد ان کے چچن ہی میں
اپنے خاندان کو لیے کر راجپور آ گئے تھے۔ سراج احمد نے اپنے والد سے کسب علم کیا جو
خود بہت بڑے عالم اور بزرگ تھے خاص طور سے علم حدیث سے بہت اچھی واقفیت
رکھتے تھے۔ مولانا سراج احمد شیخ عبدالعزیز اور شیخ سلام اللہ کے ہمصر تھے۔
ان کا انتقال ۱۲۳۰ ھ میں لکھنؤ میں ہوا۔ ان کی لاش راجپور لائی گئی اور ان کے والد
کے قریب دفن کیا گیا۔ (۱)

علا ھ جلال الدین صوطی نے قرآن مجید سے متعلق بہت سے کام کئے ہیں
تفسیر جلالین کا علا ھ اتفاقاً فی علوم القرآن الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور
لہا ب النقول فی اسباب النزول مقدمات الا قرآن فی مہمات القرآن طبقات
المفسرین وغیرہ بڑی اہم کتابیں ان کی تصنیف ہیں۔ انھوں نے "الا کلہل فی
استنباط التزیل" بھی لکھی ہے جس میں ان آیتوں کی تاویل و توجیہ و تفسیر ہے
جن سے کوئی مسئلہ یا کوئی اصول مستنبط ہوتا ہے۔ مولانا سراج احمد نے ضروری
سمجھا کہ الا کلہل کی شرح لکھ کر اس کو نیا دہ طبع بنا دیا جائے۔ اسی خیال کے
پیش نظر انھوں نے اس کام کو بڑی محنت اور توجہ سے کیا اور پوری تفصیل کے ساتھ
اسکی شرح لکھ ڈالی اور اس کا نام برہان التاویل رکھا۔ اس کتاب کا قلعی نسخہ
علی گڑھ یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے (۲)۔ اس میں ۴۸۲ اوراق ہیں یہ
کتاب ۱۲۲۴ ھ کی تصنیف ہے۔ اس کی ابتدا ۱۰۱ الفاظ سے ہوئی ہے۔
"الحمد للہ الذی انزل علی ہدہ آیات تنبیہات ضحا

محکمات و آخر متشابہات و اودع فیہا لطائف اسرار و
آیات و اضحات و التلی علی قلوب المومنین اجتماع و
اوتاقولات

ایہا سلسلہ نسب ہون لکھتے ہیں -

" سراج احمد بن محمد مرشد بن محمد ارشد بن
محمد سعید بن مجدد الف ثانی الشیخ احمد السمرہندی مولداً
و الفاروقی نسباً و الحنفی مذہباً -

خود اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں -

لما کان کتاب الاکلیل فی استنباط التزہیل للشیخ الامام حاتم
الحفاظ جلال الدین سیوطی انار اللہ مرقدہ کاغیا و وافیاً
فی استنباط احکام الشرائع مع اختصارہ و ایجازہ اردت ان
الفصل وادلتها مستنبطاً من کتب الفقہاء و الاحادیث
خصوصاً تفسیر الکبیر و اردت و حررت بمبارکۃ
بسمتہ فی اکثر المقامات متبرکاً و شفیفاً بالبرکات و زادت فیہا
من بعض الآیات التی لم یتمرن فیہا شیخ الانس و الجنیات
کما زہب الیہا فی کتاب من الاشارات و سمیتہ ببرہان
التاویل فی شرح الاکلیل -"

شیخ سراج احمد نے اکلیل کی شرح پوری توجہ اور محنت سے کی ہے اور ان
آیتوں کی مزید تفسیر بھی کر دی ہے جن کو کسی وجہ سے علامہ سیوطی چھوڑ گئے تھے
" الحمد للہ رب العالمین " کی تفسیر شیخ سراج ہون کرتے ہیں -

" اعظم ان المدح اہم من الحمد لان المدح قد یحصل للحمی
ولفہر الحق وان المدح قد یکون قبل الاحسان وقد یکون بعدہ
واما الحمد فلا یکون الا بعد الاحسان والمدح قد یکون

ضہیاً کما فی الحدیث احتوا الخراب فی المداحین
 واما الحمد فانه امور بہ مطلقاً کما فی حدیث اخروہ
 الترمذی من لم یحمد الناس لم یحمد اللہ والفرق الآخر ان
 المدح عبارة عن القول الدال علی کونه مختصاً بنوع من انواع
 والحمد فهو القول الدال علی کونه مختصاً
 بفضيلة منیة وهو فضيلة الانعام والاحسان الخ " ص ۲

اسی طرح سے اس آیت پر پوری بحث کی ہے حمد اور مدح کی تشریح کرتے کر
 بعد شکر اور حمد کا فرق بیان کیا ہے اس کے بعد رب اور مالکین کی وضاحت
 کرتے ہیں اور ہر بات کے ثبوت میں عقلی دلائل اور حدیثوں کے حوالے پیش
 کرتے ہیں۔

" الرحمن الرحیم " سے یہ ثابت کیا ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کا جزو نہیں
 ہے رحمن اور رحیم کی بھی تشریح کی ہے۔ سورہ الحمد کی آیات کی تفسیر کی
 ہے جن سے کسی بات کا جواز یا کسی مسئلہ کا استنباط ہوتا ہے۔ اسی طرح سے
 تمام سورہوں کی آیات احکام کی تشریح و تفسیر کی ہے۔
 " یا بنی اسرائیل اذ کروا نعمتی الی انعمت علیکم (۱) " کے متعلق
 لکھتے ہیں۔

" قال ابن المنیر فیہ دلیل علی ان اللہ تعالیٰ انعم علی الکفار
 نعمة خلافاً لمن قال لا نعمة اللہ علیہم وان النعمة للمؤمنین
 قال ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من نعمة
 تعالیٰ علی بنی اسرائیل ان نجاهم من آل فرعون وظل علیہم
 النعام فی القہد وانزل علیہم العن والسلوی والحجر الذی
 یستقیم ما شاءوا واطعامہم موداً من النوراضات نعم باللیل

فكان يومئذ لا تشمت و ثيابهم لا تبلى " ص ۱۱

اہم آیات مسائل میں مثلاً روزہ حج زکوٰۃ نکاح و طلاق وغیرہ میں انہوں نے پوری توجہ سے بحث کی ہے۔ اللہ و بزرگان دین اور صحابہ کرام کی روایات و اقوال اور ان کے نظریات کو بیان کیا ہے۔ تمام باتوں کے ساتھ ساتھ دلائل و براہین بھی پیش کئے ہیں اور جس مسئلہ کو بھی شروع کیا ہے اس کو اچھی طرح اختتام تک پہنچایا ہے۔

اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسکی زبان شیعہ و سنیوں کے مسائل کی مکمل توضیح اور احکام الہیہ کی پوری پوری ترجمانی اس میں موجود ہے۔ بہت سے ان باتوں کا ذکر بھی موجود ہے جو اکیلل میں رہ گئی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ اکیلل بہت مختصر ہے۔ اکیلل میں خاتمہ پر اللہ تعالیٰ کے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور اسم اعظم سے متعلق باتیں شیخ سراج احمد نے ان کو بھی نقل کر دیا ہے۔

کتاب کا انداز محض احکام کا ذکر کرنا ہی نہیں ہے بلکہ مفسرانہ رنگ ہے جس سے مفسر کی علمی قابلیت و ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً "من الجنة والناس" کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

" فقولہ من الجنة والناس بیان للوسواس فالوسوسة فعل

من الجنة والناس جميعا قال الله تعالى وكذا لك جعلنا

لكل نبي هدوا شياطين الانس والجن الا به امر الله تعالى

نبيه صلى الله عليه وسلم ان يستعذ من شر الجن والانس

جميعاً فان قلنا قيل الناس لا يوسوسون في صدور الناس

انما هي جعل الجن قلنا الناس ايضاً يوسوسون بعضي لبعض

بهم يقولون اقوالاً برعكز في صدور الناس منها الوسوسة " ص ۲۸۱

اس کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے۔

" قد تم الكتاب المد هو برهان التأويل في شرح
 الأكليل يوم الثلاثاء * لخمس يمين من جمادى
 الآخرة سنة الف وما تثنان وثلاث عشرون من الهجرة
 النبوية على صاحبها أفضل الصلوات وأكمل
 التحيات والبركات التامات "

هلا لين شرح هلا لين

مولانا نواب علی لکھنوی ولادت ۱۲۱۳ھ وفات ۱۲۸۱ھ

ابو البرکات کہیت اور رکن الدین لقب تھا۔ علم و فن میں کامل دستگاہ حاصل تھی بڑی بڑی اہم چیزوں کو آسانی سے سمجھ اور پرکھ سکتے تھے۔ آباء و اجداد اجداد دہلی اور ابروہہ کے رہنے والے تھے بعد میں لکھنؤ آئے اور یہیں رہے۔ والد کا نام شجاعت علی اور داد کا لقبہ الدین (۱) تھا۔ سلسلہ نسب مصعب بن زبیر تک پہنچتا ہے۔ ان کے خاندان میں کافی لوگ پڑھے لکھے ہوئے ہیں اور عزت و شہرت حاصل کی ہے۔ مولانا مخدوم حسین لکھنوی سے انھوں نے عربی کی تعلیم حاصل کی منطق کلام اور ادب کی چند کتابیں شیخ مظہر علی (۲) سے پڑھیں کتب درسی مفتی اسماعیل بن وجیہ (۳) مراد آبادی اور مفتی ظہور اللہ انصاری (۴) لکھنوی سے پڑھیں۔ اس کے بعد شوق کی تکمیل کے لئے حرمین کا رخ کیا مکہ میں مفتی عبد اللہ سراج مکی سے حدیث کا درس لیا پھر وطن واپس آئے اور زندگی پھر درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ ان کے شاگردوں میں شیخ حسین الدین کروں قاسم انوار علی مراد آبادی سید غنی نقی زہد پوری (۵) وغیرہ کافی اہم ہیں۔ ان کی تصانیف میں "التعلیق المرص علی شرح القاضی" "شرح الشرح علی القاضی" "شرح السلم" "شرح ہدایۃ الحکمة" "شمس الضعی لا زالة الدجی" "المطول" اور "ہلالین" (۶) بہت مشہور ہیں۔ ۱۲۸۱ھ میں ان کا انتقال ہوا اور محمد آباد میں دفن ہوئے (۷)۔

مولانا تیراب طے سے اور شارحین کے راستہ سے ذرا ہٹ کر اپنے الگ انداز

میں نے جلا لیا کی شرح لکھی ہے۔ دوسرے لوگ تفصیروں کی شرح لکھتے ہیں وقت عام طور سے قرآن کریم کی آیات کا حوالہ نہیں دیتے ہیں بس جس جملہ یا عبارت کا حوالہ دیتا ہے اسکی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ انہوں نے آیت بھی

(١) متوفى ١١٩٥ هـ نزّهة ص ٢٢٦ ج ٦ (٢) متوفى ١٢٣٤ هـ نزّهة ص ٢٨٢ ج ٤

(۲) نزہۃ ص ۶۱ ج ۴ (۱) مغربی ۱۲۵۶ھ نزہۃ ص ۲۲۴ ج ۴

(٥) متوفى ١٢٥٤ هـ خزائن ص ٣٦٥ ج ٤

(۶) تفسیر فقاری کے نام سے بھی مشہور ہے جیسا کہ پہلے صفحہ پر لکھا ہوا ہے۔

(۷) ۱۔ حدائق الحنفیہ میں سہ وفات ۱۲۸۰ھ میں لکھی، ص ۸۸۔ ۲۔ نذرہ ص ۱۰۶، ج ۷، ص ۳۔ تذکرہ ص

لکھی ہے جلا لیں کی عبارت بھی اور پھر اسکی شرح کی ہے اس طرح سے پڑھنے والے کے سامنے تمام باتیں آ جاتی ہیں اور وہ خود اپنی رائے بھی قائم کر سکتا ہے۔ شرح کرتے وقت انہوں نے تفسیر کبیر کشاف اور بخاری وغیرہ کے حوالے بھی دیئے ہیں بعض جگہوں پر مزید توضیح کے لئے حدیثوں سے بھی کام لیا ہے۔ کہیں کہیں ہر نفوس بخین بھی کی ہیں۔ اور قواعد کے اعتبار سے کن الفاظ کے معنی مختلف جگہوں پر کیا ہو گئے ہیں اس کو بھی بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کے پڑھنے میں بعض جگہوں پر جو اختلافات ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے آخری پارہ کی شرح سے ابتداء کی ہے اسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ آخری پارہ میں چھوٹی چھوٹی سورتیں بڑے وسیع معنوں کی حامل ہیں۔ کتاب کی ابتداء مولانا جمیل احمد اور مولانا محمد اعظم کی تفریظوں سے ہوئی ہے۔

مختلف سورتوں کی تفسیر مختلف انداز سے کی ہے اور ہر ایک میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ اپنی بات کو دوسروں کے سامنے پوری طرح ثابت کر سکیں۔ مثلاً "سورة العصر" میں "العصر" کی تفسیر جلا لیں میں ہون ہے۔

"الدھرا وما بعد الزوال الی المغرب او صلوۃ العصر" (۱۵۱)

لیکن صاحب جلا لیں اسکی رجوحات بھی بیان کرتے ہیں کہ "عصر" کی قسم کہوں کھاتی ہے۔

"وانما اقسم به لان فيه حجة للنظرين لا شمالة على الا ما جيب

الدالة على كمال قدرته وحكمته تعالى" (۱۵۱)

عصر کے معنی شام تصور کر کے ہوں تفسیر کرتے ہیں۔

"فا قسم بالعمى كما اقسم بالضحى لان فيها دلائل القدرة

ما لا يخفى" (۱۵۱)

عصر یعنی نماز کوہوں بیان کیا ہے۔

"لفضلها على سائر الصلوة بدليل قوله تعالى والصلوة

الوسطى صلوة العصر من فاتته صلوة العصر نكاحا ونز

اہلہ و مالہ " (۱۵۱)

اور صر کے یہ معنی بھی نکل سکتے ہیں ۔

" اوآخر ساعة من ساعات النهار لانه خلق فيه اصل

البشر آدم عليه السلام او عصره صلى الله عليه وسلم "

(ورق ۱۵۱)

اگر کسی سورۃ سے کوئی اہم واقعہ متعلق ہے یا کسی آیت میں کسی خاص بات

کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ تو اس واقعہ کو بھی بیان کر دیا ہے تاکہ بات

صاف ہو جائے اور سمجھنے میں آسانی ہو ۔

یہ کتاب ۱۲۷۸ھ میں مکمل ہوئی اور ۱۲۸۰ھ میں مطبع نظامی کراچی سے

شائع ہوئی ہے ۔ اس کے اختتام پر طابع کی طرف سے لکھا ہے کہ اسی

سہج پر دوسرے ہارون کی تفسیر بھی شائع ہوگی مگر ظاہر نہیں شائع ہوئی

کیونکہ کہیں بھی نہیں ملتی ہے ۔

تعلیقات الجلاہین

مولانا فیض الحسن سہارنپوری متوفی ۱۲۰۴ ھ مطابق ۱۸۸۷ء

مولانا فیض الحسن مولانا فضل حق خیر آبادی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ہندوستان کے عربی ادب میں انقلاب پیدا کیا۔ طلباء کو قدیم شعرائے عرب کی طرف متوجہ کیا۔ حماسہ کا درس انہوں نے ہی رائج کیا اور اسکی شرح ۱۲۹۴ ھ / ۱۸۴۷ء میں لکھی ان کے عربی دیوان کو ان کے شاگرد مولانا حمید الدین صاحب نے ۱۲۳۳ ھ میں حیدرآباد سے شائع کرایا۔ مولانا فیض الحسن اور پٹنل کالج لاہور میں پروفیسر بھی رہے۔

مولانا فیض الحسن کا بڑا کارنامہ قرآن مجید کی مصجزانہ فصاحت و بلاغت کی نکتہ شناسی تھی۔ مولانا فارسی اصول سے قرآن مجید کا بابہ محاورہ اردو ترجمہ اپنے خاص طالب علموں کو پڑھاتے تھے۔ انہوں نے عربی میں تفسیر جلاہین کی شرح "تعلیقات الجلاہین" بھی لکھی ان کی یہ تصنیف انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ سے ۱۲۸۷ ھ میں شائع ہوئی۔ یہ تعلیقات کا پہلا حصہ ہے جس میں سورہ "بنی اسرائیل" تک کی تشریح آگئی ہے دوسرا حصہ غالباً شائع نہیں ہوا اور نہ ہی اس کے مسودہ کا پتہ چلتا ہے۔ خود اپنی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں۔

"و بعد فیقول الفہم السمیع انظری انہ لما کان التفسیر المسعی بالجلالین احضر التفاضیر لفظا وایسطھا معنی واکثرھا تداولا و اعھا تداولا وقد تعلق بہ بعض الاعلام بکلمہ و بعضہم بہمنہ وقد یقہت ضوامہ علی حالہا کان لم یظنروا فی اشکالہا فاردت ان الکتاب علیہ ما یلتحق بہ فی ظنی وما یصح بہ ذہنی علی قلة البضاۃ و ترارۃ الاستطاعۃ لشرعت فیہ متوکلا رہی و هو حسبی فی کل ہم و کرب حتی فرغت منه فی مدۃ شہور

علی مہجوم من دارہ و شرور و سمیہ بتعلیقات الجلا لہن *
 مولانا فیض الحسن صاحب نے اپنی کتاب میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ
 جلا لہن میں جو باتیں پوری توضیح کے ساتھ بیان نہیں کی جا سکی ہیں ان کی
 تشریح کر دی ہیں۔ جلا لہن کے متعلق کہا جا تا ہے کہ کم سے کم الفاظ میں بحثوں میں
 الجھے پھر ایک طرح کا عربی ترجمہ ہے۔ انہوں نے بھی اس انداز کو اپنایا
 ہے۔ یعنی یہ بھی جلا لہن کے اسرار و خواہش کی توضیح۔ طولانی انداز میں نہیں
 کرتے۔ پس اپنی رائے اور انداز کے مطابق ان جملوں کو جن میں ابہام کا شبہ تھا
 کچھ شرح و بسط کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ بعض جگہوں پر جلا لہن کی باتوں
 کی شرح میں احادیث و اقوال سے بھی کام لیا ہے۔ مسائل کی آیتوں کے بیان میں
 ائمہ کے اسناد لائے اور رائے کا ذکر بھی کر دیتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ دوسری
 قدیم تفسیروں کا حوالہ بھی کہیں کہیں لگا دیتے ہیں۔

شواہد التفسیر
فیض الحسن سہارنپوری

اس میں مصنف نے ان اشعار کی تشریح کی ہے جن کو بیضاوی نے اپنی تفسیر میں استعمال کیا ہے ۔ لکھتے ہیں ۔

" لے لے کانت الایات القی اور دھا البیضاوی فی تفسیرہ ہو یضہ
وکانت نفوس الطالبین علی ایضا حما حریصة وقد ضل فیہا اکثر
الناس واخلوا کثیرا الحسبان فم ذالک امر اہمنا وشہنا یسیرا
اردت ان اشرحہا شرحا وافیا واكشفہا کشفاکافیا فشرعت
عن شاقی المشعر والقیح نواب القصر مستعینا باللہ ہو رقی
ومثوکلا علیہ وهو حسبی " ۔

مقدمہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب مکمل کر کے مولانا فضل حق جہر آبادی کی خدمت میں پیش کی تھی انہوں نے اسے بہت پسند کیا ۔
اس میں انہوں نے ہر سورۃ میں استعمال کئے گئے اشعار کی الگ الگ اسی
سورۃ کے تحت تشریح کی ہے ۔ یہ کتاب مطبع فخر المطابع دہلی سے ۱۲۷۱ھ
میں شائع ہوئی ۔

القول العظيم في حل كلام البهائى في تفسير قوله تعالى آلم
ابو انطيماء محمد بن الواحد بن شمس محمد بن محمد بن الدين التولي فا زهرى

یہ چوبیس صفحات کا رسالہ ہے جس میں مصنف نے آکم کی تشریح
کرنے کی کوشش کی ہے = خود لکھے ہیں =

" سألت بعض المتقيد بن مني حين كان يقرأ على تفسير البهائى
وغيره من الكتب ان احرز رسالة اشرح فيها العلاقات التي
مرست له في الكلام القاضى بهائى في تفسير قوله تعالى
آلم واحسن الظن به ولم يلاحظ حاله فالتفت بتوفيق الله
تعالى هذه الرسالة للمقصود المذكور " =

اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے آکم کے سلسلہ میں (یعنی سورۃ بقرہ کے شروع
میں) بہائوی کی جو عبارتیں ہیں ان کی تشریح کر دی ہے = اس سلسلہ میں
انہوں نے بیچ بیچ میں " الجدول " کے تحت نقشے بھی بنائے ہیں جن سے
مختلف سورتوں میں ان حروف مقطعات کے استعمال ہونے کا پتہ چلتا ہے =
لیکن یہ سب کرنے کی وجہ سے کتاب کی افادیت محض ان لوگوں کے لئے باقی
رہ گئی ہے جو استخراج کے فن سے اور اس قسم کی جداول سے بیرون طبع
واقف ہوں = جہاں کہ بہائوی کی عبارتوں کی توضیح کا سوال ہے اسکی بھی
چندان ضرورت نہ تھی بلا وجہ مختصر باتوں کو طولانی بنا دیا ہے = مثلاً
بہائوی کی عبارت " ولعلم ارادوا انها اسرار بين الله تعالى ورسوله
صلعم ورموز لم يقصد بها افهام غيره اذ يعمد الخطاب بها لا يفهم " =
کی تشریح تقریباً ڈیڑھ صفحوں میں کی ہے اور اس میں مختلف لوگوں کے
اقوال وغیرہ نقل کئے ہیں =

۱۲۰۸ھ میں اسکی تصنیف ہوئی اور ۱۲۰۹ھ میں مطبع اسلام آباد لکھنؤ

سے طبع ہوئی =

الا کلہل علی مدارک التزیل

حافظ شیخ محمد عبد الحق بن شیخ شاہ محمد بن یار محمد الہ آبادی

شیخ عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی نے بھی مدارک التزیل وحقائق التزیل کی شرح لکھی ہے اور اس کا نام الا کلہل علی مدارک التزیل رکھا ہے۔ الا کلہل سات ضخیم جلدوں میں بڑے سائز پر ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوئی ہے (۱) مجموعی طور پر اس میں تقریباً ڈھائی ہزار صفحات ہیں مدارک کی عبارت حاشیہ پر ہے۔

۱۔ پہلی جلد سورۃ الحمد سے تلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (سورۃ بقرہ آیت ۲۸) تک ہے۔

۲۔ دوسری جلد سورۃ بقرہ کی انتالیسویں آیت والذین کفروا وکذبوا پآیا تا اولئک اصحاب النار سے شروع ہوئی ہے اور اس سورۃ کے اختتام تک ہے۔

۳۔ تیسری جلد سورۃ آل عمران سے سورۃ مائدہ تک ہے۔

۴۔ چوتھی جلد سورۃ انعام سے سورۃ توبہ تک ہے۔

۵۔ پانچویں جلد سورۃ یونس سے سورۃ روم تک

۶۔ چھٹی جلد سورۃ لقمان سے سورۃ الحجرات تک

۷۔ ساتویں جلد سورۃ ق سے ختم قرآن تک

علامہ عبد الحق نے اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ ان کی یہ شرح بہت ہی آسان ہو تاکہ کسی پڑھنے والے کو دقت کا سامانہ کرنا پڑے۔ مشکل الفاظ کی تشریح بہت اچھے انداز سے کی ہے جہاں جہاں ضرورت تھی لغت کی بحثیں بھی کی ہیں کسی لفظ کی تشریح کے وقت اسکی جہاں میں بھی کرتے ہیں۔ قدما کی کتابوں سے حوالے دیے ہیں گرامر کے اصولوں کو بھی پیش نظر رکھا ہے مثلاً صاحب مدارک نے عبد اللہ بن عباس کی حدیث نقل کی ہے۔

" من ابن عباس رضی اللہ عنہما کان ذاک انحنا ولم

یکن خرورا علی الذقن "۔

اس حدیث میں لفظ " انحنا " اور خرورا " کی تشریح یوں کرتے ہیں ۔

" فی لسان العرب حتی الشقی حنواً وحنياً وحناء عطفه و

الانحناء القفل اللازم وكذلك الثحنی وانحنى الشقی انعطف

وانحنى الصود وثحنى انعطف وفى محیط المحيط انحنى الشقی

انحناء انعطف "۔ " خروراً " فی لسان العرب خرلته ما جداً

بخر خروراً ای سقط وفى محیط المحيط خر الرجل بخر وبخر

ايضا خرأ وخروراً سقط اومس طوا الى اسفل ومنه فی سورة النحل

فخر عليهم السقف من فوقهم وخرلته ما جداً انكب علی الارض

وخرت بوجهه وقع ومنه فی سورة نبی اسرائیل یخرون للاذقان

سجدا ای یستطون علی وجوههم تعظیماً لا مراللة "۔

اس طرح سے جتنے بھی اہم اور مشکل الفاظ آئے ہیں سب کی تشریح کی

ہے ۔ بعض جگہوں پر نام آجائے ہیں ان کی بھی جانچ کر کے ہیں اور ان کا

ذکر کرتے ہیں مثلاً "سلمان فارسی علی بن ابی طالب ابن مسعود قتادہ جاحظ

ابن ہشام یہ اور اس قسم کے جو نام بھی آجائے ہیں ان لوگوں کے حالات خاندان

اور اہمیت و اہمیت کا ذکر کرتے ہیں ۔ مثلاً حضرت علی کی کہا اہمیت ہے ۔

آنحضرت سے ان کا کتنا تعلق تھا ہجرت کے وقت آنحضرت نے اپنے بھائی سے ان

کو ملکہ میں چھوڑا تھا ان کے متعلق " علی بن ابی طالب " کہا اکثر حضرت علی

کی عظمت اور اہمیت کا اظہار کیا انا مدینہ العلم وعلی ما بہا "۔ غرض اس

طرح سے ہر ایک متعلق پوری تفصیل سے بیان کیا ہے ۔

ابن ہشام کی تشریح بھی کی ہے ۔

" قال الجوهری وغیرہ کہتہ ابو جریہ واختلف العلماء فی

انہ من الملائكة من طائفة يقال لهم الجن لم یس من الملائكة

ولی انہ اسم عربی ام صحیح والصحیح انہ من الملائكة وانہ عربی "۔

اس کے بعد لفظ اہلس کی پوری تفسیح کی ہے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ نام کیوں پڑا۔ اس طرح سے جہاں کسی جماعت کا ذکر آگیا ہے اس پر بھی مفصل نوٹ لکھ دیا ہے مثلاً خوارج، معتزلہ وغیرہ۔

قصص قرآنی کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور تمام واقعات شروع سے لے کر آخر تک بیان کئے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کے سامنے تمام باتیں ٹھیک طور سے آجائیں مثلاً گائے ذبح کرنے والا واقعہ پوری تفصیل سے بیان کیا ہے لوگوں سے اس کو ذبح کرنے میں کتنی تساہلی کی کس کس طرح شرطیں لگائیں اور آخر میں بڑی مشکلوں سے اسے ذبح کیا اور پھر ذبح ہونے کے بعد کس وجہ سے انداز سے اس گائے سے پورا واقعہ بیان کیا۔

قرآن مجید اور احادیث نبوی میں بہت سے فرشتوں کا ذکر بھی آتا ہے۔ عبد الحق صاحب نے ان کے متعلق بھی جنسی معلومات ملکر تمہیں فراہم کیں حضرت جبریل حضرت میکائیل وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے کاموں کو بھی بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر حضرت جبریل کی عظمت و اہمیت کا ذکر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے خاص فرشتہ اور پناہ دہندہ ہیں وحی لا نا انہیں کا کام تھا۔ نبی صلعم کے پاس یہ مختلف شکلوں میں آتا کرتے تھے ان سب کا پورا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت اور نجات کے لئے بہت سے نبی دیا

میں بھیجے تھے۔ ان میں سے بہتوں کے نام بھی نہیں ملتے۔ کچھ کا ذکر ہمیں قدیم مذہب میں کتابوں میں ملتا ہے اور کچھ قرآن مجید میں۔ دوران تفسیر میں جن نبیوں کا ذکر آگیا ہے ان کے ناموں اور حالات کو بیان کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام حالات سچے پروردگار اور نبوت وغیرہ کا مفصل حال لکھا ہے۔ انہیں کے ذکر میں حضرت حزقیل اور حضرت جبریل کا ذکر بھی آگیا ہے۔ حافظ نسفی تو مختصراً حوالہ دے کر آگے بڑھ گئے ہیں مگر علامہ عبد الحق نے دوسروں کا بہت تفصیلی ذکر کیا ہے۔ حزقیل وہ تھے جنہوں نے اللہ کے حکم سے پوری مردہ قوم کو زندہ کر دیا تھا ان کے حالات اور تمام واقعات مفصل لکھے ہیں۔ اس طرح

ہر جہس کے متعلق لکھا ہے کہ وہ فلسطین کے بہت ہی نیک اور ہارسا انسان تھے اور انہیں کی وجہ سے ان کی بستی جو کتا ہون کی کثرت کی وجہ سے تباہ ہونے والی تھی بچ گئی ۔ ان کے بہت سے واقعات اور کرامتوں کا ذکر بھی کیا ہے ۔ آخر میں جب لوگوں کی سرکشی بہت بڑھی تو پھر عذاب الہی آ ہی گیا اور زمین کو الٹ دیا گیا ۔

" فحطعنا اللہ من وجہ الارض وجعل مالہا سافلما "

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل حالات لکھے ہیں ان کا بچہ ان کے فضائل ان کی نیکیاں ان کی اعلیٰ صفات اولاد ازواج وغیرہ کا ذکر کیا ہے ۔ آپ کے غلام کتنے تھے اور ان کے ساتھ کسا سلوک کیسا تھا ۔ کتا پ کون کون تھے ۔ آپ نے مختلف جگہوں پر جس لوگوں کو سفیر بنا کر بھیجا ان کے نام اور حالات بھی لکھ دیے ہیں ۔ اس کے بعد اخلاقی وعادات اور معجزات کا تفصیلی تذکرہ ہے ۔ مسائل کے استنباط میں خاص توجہ کی ہے امام شافعی امام ابوحنبلہ امام ابو یوسف وغیرہ کے فقہی استدلال اپنی باتوں کے ثبوت میں پیش کئے ہیں " فانہما تولوا فتم وجہ اللہ " (۱) کی مکمل اور جامع تفسیر کی ہے اس پر پوری بحث کی ہے اور کہہ و حرم کی اہمیت کا ذکر کیا ہے ۔ آیات احکام میں ملاحظہ کی تفسیرات احمدیہ کا حوالہ کسی جگہوں پر ملتا ہے ہذا یہ اور دوسری فقہی کتابوں کو بھی پیش نظر رکھا ہے رازی زاہدی وغیرہ کی تفسیروں کو بھی زیر بحث لائے ہیں ۔ جہت قبلہ کے مسئلہ پر اچھی بحث کی ہے اور بہت سی دلیلوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں " شطر المسجد الحرام " (۲) سے مراد حرم کعبہ ہے ۔

" اتوا الحج والعمرة " (۳) کے تحت حج سے متعلق مباحث کی توضیح کی ہے اور اس سلسلہ میں بھی اپنی بات کا ثبوت ائمہ اور قدماہ کی اہم کتابوں سے پیش کرتے ہیں ۔ طلاق کے مسائل پر بھی مواصل بحث کی ہے طلاق رجعی خلع

(۱) سورة البقرة آیت ۱۱۵ (۲) سورة البقرة آیت ۱۴۴

(۳) سورة البقرة آیت ۱۹۶

وغیرہ کیا ہیں سب بیان کیا ہے اور ائمہ کی راہنیں اس سلسلہ میں نقل کی ہیں ۔

" حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی (۱) میں " صلوۃ وسطی "

سے کہا مراد ہے اس میں بہت سے لوگوں کو اختلاف ہے حضرت انس اور عاصم زہن جیل کی روایت کے اعتبار سے وہ فجر کی نماز ہے ابن عمر اور زید بن اسامہ اسے ظہر

قرار دیتے ہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ مغرب کی نماز ہے اور بعض لوگ اسے

عشاء کی نماز کہتے ہیں ۔ لیکن حضرت عائشہ حضرت ام سلمہ حضرت عمر

اور حضرت علی سے صریح طور پر مروی ہے کہ " صلوۃ وسطی " " صلوۃ عصر "

ہے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہون ثابت کرتے ہیں کہ احزاب کے

عصر کے میں عصر کی نماز تھا ہوگئی تھی تو نبی صلعم نے فرمایا ۔

" یصلون من الصلوۃ الوسطی صلاۃ المصراً اللہ بیوتہم ناراً " ۔

اس کے بعد اس کی فصیلت اور اہمیت کا ذکر ہے کہ کہوں مخصوص طریقہ ہر

اس کی حفاظت کا ذکر کیا ہے ۔

" وفعلھا لما فی وقتھا من اشتغال الناس بشجارا ثم وما یשמ "

حضرت ابوحنیفہ اور جعفر بن محمد بھی صلوۃ وسطی کو عصر ہی تسلیم کرتے

ہیں کیونکہ یہ دن اور رات کی نمازوں کے بیچ میں ہے ۔

تفسیر کے درمیان جن لوگوں کا ذکر آگیا ہے ان کے حالات بھی مختصراً

بیان کر دیئے ہیں اس سلسلہ میں اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ کے حوالے

دیئے ہیں ۔ لسان العرب مصباح وغیرہ سے الفاظ و لغت کے مباحث پیش

کئے ہیں ۔ تفسیر جلالین تفسیر نیشاپوری تفسیر بیضاوی تفسیرات احمد یہ

رازی وغیرہ کے حوالے بھی جا چکا نقل کئے ہیں ۔

ہدایۃ المسالک فی حل تفسیر مدارک مولانا عبد العادی بھوپالی

مدارک التمزیل وحقائق الثاویل کے بہت سے حاشیے لکھے گئے ہیں۔
نہر نظر کتاب " ہدایۃ المسالک " بھی ان میں سے ایک ہے۔ اس کے مصنف مولوی
عبد العادی صاحب چودھویں صدی کے اوائل میں پیدا ہوئے انھوں نے چودہ
سال کی عمر میں کلام اللہ حفظ کیا اس کے بعد علوم و فنون نقلیہ کی طرف توجہ
کی ۱۲۲۹ھ میں سند حاصل کی ان کے والد مولانا عبد الاحد بھی بڑے صاحب کمال
تھے ان کے اساتذہ میں حافظ عبد العزیز صاحب اور عبد الرب صاحب مشہور لوگوں
میں سے تھے۔ انھوں نے اس کی تصنیف کی ضرورت سمجھی لکھے ہیں۔
" فرغت لہ بضیق ضہ صدور الظلہا الحال قہن والفضلا
المدرسین فکشف من ساقی الجد محل بمآقہ مضلا
وفسخ ابواب مقلقاتہ وابرز ما فیہ من الدر الکونان
والغراثر المسورات "

اس کتاب میں مصنف نے بہت سی اہم باتوں کی تفصیل بیان کی ہے جن کا
اصل تفسیر میں صرف حوالہ موجود ہے یا جہاں پر علامہ نسفی نے اختصار
کو ملحوظ رکھا ہے اس وقت جو کتاب ہے، نظر ہے اس میں پارہ ۱ مقول سے لے کر
پارہ ۱۰ بحسب اللہ ۵ کی تفسیر شامل ہے اس کا ہدف نہ چل سکا کہ اور حصے بھی
شائع ہوئے ہائیں۔

" وما جعلنا القبلۃ الذی کنت علیہا (۱) الحج کی جو بحث ہے اس میں
صاحب مدارک نے ایک روایت نقل کی ہے۔
" ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسلی بکافۃ الی الکعبۃ

ثم امر بالصلوة الى صخرة بيت المقدس بعد الحجرة ثانيا
للنبي " -

بعد العادي صاحب نے حاشیہ پر اسکی تشریح یوں کی ہے -
" من صخرة في بيت المقدس منها تصعد الملائكة الى السماء
ويصعد النبي عليه السلام الى السماء ليلة العراج " ص ۴
اسی طرح ہے " كالذي ينطق ماله رياء " الناس النسخ (۱) کی تشریح
میں علامہ نے لکھتے ہیں -

" لا تطلوا ثواب صدقائكم بالعين والاذن كابطال الضائق
الذي ينطق ماله رياء " الناس ولا يبريد باللسان رضا الله
ولا ثواب الآخرة "

اس عبارت کی تشریح مولانا عبد العادی صاحب نے یہ کی ہے -
" لا تطلوا ثواب صدقائكم إشارة الى تقدير المضاف و
هو الثواب لا العمل لا يبطل بنفسه بعد تحقيقه بل
الباطل نوابه فالكلام محمول على المجاز في الحذف
ولعل معنى الابطال هنا بالعين والاذن نقصان لا
الاطلاق بالكلية لقيام الدلائل على ان العمل الصالح لا
يحيط بالمعاصي سري الكفر في قوله تعالى لا تطلوا
تفليظ وتهديد وباللسان في الزجر " - ص ۱۲
اسی انداز پر انھوں نے جھٹے پارہ ٹک کی تشریح کی ہے -

چونکہ با ب

مملکت تفسیر آن

مجموعی تعداد ۲۲ تا ۲۵۳ تا ۳۲۶

دستور المفسرین

مولانا عبد النبی اکبر آبادی ولادت سنہ وفات غالباً ۱۰۲۱ھ

ان کا پورا نام عباد الدین محمد عارف اور عرف عبد النبی ضامنی شطاری سند بلوچ نام اکبر آبادی ہے۔ ان کے والد شیخ عبد اللہ بھی بڑے پایہ کے عالم اور صوفی بزرگی تھے۔ یہ دونوں چیزیں شیخ عبد النبی کو اپنے والد سے ورثہ میں ملی تھیں انیسویں صدی کے ان کے فصل اور ولادت وفات کی تاریخوں کا ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں چلتا ہے البتہ یہ بات یقینی ہے کہ ان کا زمانہ دسویں صدی کے آخر اور گیارہویں صدی ہجری کے شروع کا ہے۔ ان کی بعض کتابوں سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے۔ طرب الا مائل بمتراجم الا فاضل کے حوالہ سے رحمان علی صاحب (۱) اور مولانا عبد الحئی صاحب نے ان کا زمانہ ۱۰۲۰ھ متعین کیا ہے۔ لیکن خود ان کی تصنیف دستور المفسرین " ۱۰۲۱ھ کی تصنیف ہے اس کا مطلب ہے کہ اس وقت تک تو موجود تھے ہی۔

ان کی بہت سی تصانیف میں جن کا ذکر طرب الا مائل ص ۲۲۷ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۳۵ اور نزہۃ الخواطر ۲۶۱/۵ میں ملتا ہے۔ فوائج الانوار شرح لوائح الاسرار ذریعۃ النجاة شرح مشکوٰۃ شیخ الفصوص الفوائج دستور السعادة لوائح الانوار فی ضائق السادات مقامات الصارفین حدائق الانشاء کشف الانوار اور دستور المفسرین وغیرہ۔ ان میں سے اکثر کا پتہ نہیں چلتا غالباً ضامی ہو گئیں۔ دستور المفسرین غالباً ان کی آخری تصنیف ہے اس لئے کہ انھوں نے اس کے آخر میں لکھا ہے کہ اگر اجل میری مہلت دی تو ایک رسالہ آہات متشابہات کی تالیف میں لکھیں گے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی آرزو پوری نہ ہو سکی کہونکہ اس قسم کے کس رسالہ کا ان کی تصانیف میں نام نہیں ملتا ہے۔

دستور المفسرین ۷۳ اوراق کا رسالہ ہے جو ناسخ و نسخ سے متعلق

ہے اس کا نقلی نسخہ علی گڑھ میں مولانا عبد الحئی صاحب کے ذخیرہ کتب میں

موجود ہے (۲) نسخہ اچھے حال اور صاف خط میں ہے (۳) اسکی ابتدا ان الفاظ سے ہوئی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم وارجو انک الافاضۃ لکرم المریدۃ الہی نسخ سنہ الفلانیۃ والہوی

(۱) تذکرہ علمائے ہند (فارسی اصل) ص ۱۳۵ نزہۃ الخواطر ۲۶۱/۵

(۲) زہد احمد صاحب نے اسے لا پتہ قرار دیا ہے۔ (۳) مخطوطہ ۴۱/۱۸

اس کے بعد انھوں نے عام طور پر مذکور کیا ہے، جس میں پیریش کی ہے کہ آیات کیوں اور کس طرح سے منسوخ ہوئیں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحب کرامت کی تشریفات و توصیف کی ہے۔ لکھتے ہیں :

فما فی الباب من ائین الجود والوجد وسامع اسرار الحضور والشهود

صاحب الخلق العظیم والخلق الوجیب والوجہ الکریم شرف منزه عن
شریک فی محاسنہ فجوہ الرحمن فیہ غیر منقسم الموبد بالروح الامین
ذی قوۃ ضد ذی العرش مکیں المنصور بالآیات النبویات والحجج البامرات
وبالقصوس القا طمعات والمصجزات الزاہرات الذی عن الحلال والحرام
وبین الحد ود والاحکام ونشر الناصح والفسوخ المجلد والمفصل
والخاص والعام ومیز المطلق عن المعد والمول عن المبین والمقدم
من المومنین وسائر الاقسام وحد الا وامر والنواہی وعدا المعاصی و
الضاہی خاتم الانبیاء والمرسلین سید الاولیاء المصطفی بالمحبۃ
والولایۃ التامة المجتبی بالنبوة الشاملة والرسالة العامة ابو القاسم
حبیب اللہ محمد رسول وعلی آلہ الا طہار و صحابة الا خیار الذین ہم
بذلوا فایۃ جہد ہم فی اعلاء کلمۃ الحق والدين ونعاۃ وسمم فی
رواج الشرع المبین حتی فازوا بيمين الا قتداء الی اقصی المطالب
ونالوا بحسن الاقتفاء الی اعلی العار بوظفروا بنور الصحبة و
المتابعة علی کتب وقائق الکتاب وصاروا هذا طہین با فضل الشرائع
وفصل الخطاب وبشرهم ربهم برحمة منه جنات لهم فیہا نعیم جسم
ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اولئک لهم
جنات عدن تجری من تحتہا الانهار خالدین فیہا ابدًا طولی لهم
و حسن ما پ * (ورق ۲)

اس کے بعد اپنے نام اور علم تفصیر کے متعلق لکھتے ہیں :-

" وبعد فبقول العبد المفتقر الی العنايات القوی عبد التین بن
بن سراج الدین شیخ عبد اللہ الصوفی العنمانی نسبة والشطاری
خرقة والحنفی مذهبها وملة الا جروی موطنا واقامة ان علم التفسیر
من بین العلوم علم ارفعها قدرا ومنالا واعظمها نفعا واعتبارا
اذا هو مفخر العلوم ومنبعها وکنز الشرائع و مصدرها اودع اللہ
مباحثہ فیہ اللطائف والفرائد وکل ما کان ویکون من المعجائب
ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین " (ورق ۲ ب)

اس کے بعد لکھتے ہیں :-

" ولما كان هذا العلم من حيث انه اساس للاصول الدينية ومقاس
للفروع المستنبطة من الحجج اليقينية موقوفا على التايخ والمقدم
والمؤخر مما التايخ والنسوخ فان له مدخلا تاما في يوضح (۱)
المعاني ومن لم يعلم ذلك فلا يحل الاقدام في ميدان تلويح المعاني
ولا يجوز له التفسير والبيان وذكر ترجمة القرآن والا سئل لا
الآيات في المسائل والمعاملات والا احتجاج والبرهان في
المقاصد والمدعيات لانه يفضي الى تحريم الحلال وتحليل الحرام و
إباحة المخطور وخطر الباح لا نام كما روى عن اسد الله الطالب
ها دي كل سالك وطالب وهي النبي واخوه علي ابن ابي طالب رضي
الله عنه دخل في مسجد الكوفة فرأى رجلا قد اجتمع عليه الناس
ويستظنونهم عن تفسير القرآن وهو يفسر لهم وكان اسم الرجل عبد الرحمن
وهو من تلامذة ابو موسى الا شمرى فقال له اتصرف التايخ و
والنسخ من القرآن قال لا قال من انت قال ابو يحيى فاخذ اذنيه
وقتلعهما قتلا شديدا وقال لا تقص في مسجدنا هذا بعد " (ورق ۳)
اس کے بعد حدیث بن ہمان کی روایت نقل کی ہے کہ —

" لا يحل لاحد ان يحفظ ويفسر القرآن الا ان يكون عالما بالتايخ
والنسخ ليعلم هذا لك الحلال من الحرام والواجب من العابر " (ورق ۴)

اس طرح سے اور بھی بہت ایسی احادیث و اقوال نقل کئے ہیں جن میں اس بات کی
تاکید ہے کہ تاسخ و نسخ کا ظم ہونا ایک مفسر کے لئے بہت ضروری ہے ۔ اس کے بعد
انہوں نے اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت بیان کی اور بتایا ہے کہ ان کے پیش نظر کیا ہے
" فرمت ان اجمع رسالة كافلة في هذا الباب شاملة لجميع الفصول
والابواب محتوية لجميع ما يهم ويقصد في هذه المقصد الا على
جامعة لكل ما يجب ان يعلم ويطلب في هذه المطلب الاسنى

(۱) اس طرح سے لکھا ہے غالباً یہاں توضیح ہونا چاہئے ۔

من كون السور مكية او مدنية مع ما فيها من الاختلافات والمتشبهات
وتعداد الآيات وعدد الحروف والكلمات وتثبت رسائل متعددة
وتحصى صحايف مشوهة وامعتات انظروا جللت الفكر واستخرجت
منها الدر الثمين وميزت انقشور من اللب والفتى عن السمين فجمعت
اوراقا عديدة في هذا الشأن منطوية على ما لا يدسه في الايضاح
والبيان مستنبطة عن مصنفات القدماء المحققين ومستخرجة عن مولانا
الفضلاء المتأخرين وسميته دستور المفسرين ليكون دستورا للذاكرين
وعروة اللواطين (ورق ۳ ب)

مصنف نے اپنی اس تصنیف کو خانخانان کے نام معنون کیا ہے خانخانان کی
بہت تعریف کی ہے لکھتے ہیں ۔

" وجعلته تحفة لخدمة صاحب المولى الاعظم والى اقاليم الفضل
والاكم مالك ديوان المالك شرقا وغربا صاحب رقاب الخلائق بعد اوتربا
مميز العلماء والفضلاء بالتوجهات الكاملة والعنايات الحافلة و
مستشهم عن الضروريات بالعصيات الحافلة والنجات شمس الضحى
بدر الدجى علم العدى بحر الندى ۔ وهو الامير الكامل المكمل الباسل
الفاضل الفضل عضو الدولة القاهرة ركن السلطنة الباهرة الذى
جمع الى سياسة الدنيا سياسة المقيمين وحمد المصير
فرهد الزمان صاحب الميعة والقلم مدد الجود ومنيع الكرم جامع
العلم والعرفان مبین الاسلام والايمان ابو الفتح والظفر
خانخانان رفع الله اعلام الشريعة الفراء بها من (ورق ۴ ب)

آگے چل کر انھوں نے لفظ نسخ کی لغوی تشریح کی ہے نسخ کے معنی ازالہ کے
ہونے ہیں نقل کرنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے لہٰذا جگہ سے دوسری جگہ منتقل
کرنے کو بھی کہتے ہیں اس سلسلہ میں مختلف علما کے اقوال بھی نقل کئے ہیں ۔
" اعلم ان النسخ في اللغة ازالة يقال نسخت الظل اي ازالته الظل
والنقل ايضا يقال نسخت الكتاب اي نقلته ونسخت النخل اي نقلته من
موضع الى آخره النساخات لا تنقله من وارث الى آخر

والتجديل ومنه قوله تعالى واذا بد لنا له آية مكان آية وقال
مسكين لا يصلح ان يكون في (۱) بمعنى النقل والكرطي
النحاس اجازة ذلك صحيحا بان النسخ لا يأتي بلفظ النسخ
ولنه انما يأتي بلفظ آخر وقال المصنف يشهد لما قاله النحاس*

(ورق ۵)

یہ بحث بہت لمبی کی ہے اور اس میں انہوں نے مختلف ضالین پیش کی ہیں علماء کی اقوال
بھی نقل کئے ہیں اور فی و لغوی باتوں کی طرف اشارے اور حوالے دئے ہیں ابن حاجب
مسجدی نحاس مسکین ابو مسلم اصفہانی وغیرہ کی روایتیں بھی لکھی ہیں۔ لغوی
بحث کے بعد یہ بحث شروع کرتے ہیں کہ نسخ کس قسم کی باتوں میں واقع ہوا ہے اس
میں بھی قدماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک مختصر امر نہیں والی
باتوں میں اس کا وقوع ہوا ہے بعض کے نزدیک امر نہیں وعدہ وعدہ اور ایسی خبروں
پر بھی واقع ہوا ہے جن کا تعلق امر نہیں ہے لکھتے ہیں۔

* اعلم انه اختلف العلماء فيما يقع عليه النسخ فقال مجاهد بن جبر
مسجد بن جبر وعكرمة بن حيان ان النسخ لا يقع الا على الا مروى والنهي
فقط وقال قد يقع النسخ على الا مروى والنهي وعلى الاخبار التي
يكون بمعنى الا مروى والنهي واما الخبر الذي ليس بمعنى الطلب فلا بد حله
النسخ والوعد والوعيد وقال عبد الرحمن بن زيد قدم النسخ على الا مروى
النهي والاخبار ولم يفصل وقال جماعة يقع النسخ على الا مروى والنهي وعلى
ما قيل لا مقتضا وقال بعض الشافعية من شراح الضعاج انه لا خلاف
في ان التكليف بالاخبار يثبت من عقلي او مادي او شرعي كوجود الباري
واحراق النار وایمان زید ثم نسخہ بعد ذالک جازوا الخلاف فی نسخہ
بنقضہ بان تکلف الاخبار بنقض ذالک الشی کما اذا قيل اخبر بان
النار محرقة ثم قال اخبر بانها ليست بحرقة والمختار عند الا شاعرة
الجواز خلافا للمعتزلة بناء على ان العلم في حكم العقل لان احدهما
كذب فاللتكليف به قبيح " (ورق ۶)

یہ بحث بھی خاص طویل ہے مثالوں اور اقوال سے نسخ کی قسمیں سمجھا ئی ہیں اور مختلف دوسری صورتیں بھی یہاں کی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ ~~کتاب اللہ~~ نسخ کی چار قسمیں ملتی ہیں۔

(۱) "الرفع الى ما هو اظلم من الاول وانقل منه" مثلاً

"نسخ التخيير بين الصوم والفدية بوجوب الصوم على الثمين وهو

انقل من التخيير وفيه وجوب صوم عا شورا" بوجوب صوم رمضان

هو اشد وانقل ... " (ورق ۸ ب)

اس کے علاوہ اس قسم کی اور بھی متعدد مثالیں دی ہیں اس مسئلہ کو اچھی طرح سے واضح کیا ہے۔

(۲) "الرفع من غير بدل" اس سلسلہ میں لکھتے ہیں

"فذهب الجمهور والهابي الى جوازہ والبعض الى عدمه والمجوزون

يستدلون بوجوبهين الاول ان الحكم ان يقع الصلحة فيجوز ان يكون صلحة

في نسخ الحكم يبدل انقل وان لم يقع فجوازہ اظهر الثاني انه لو

لم يجر نسخ الحكم بلا بدل لم يقع لان الوقوع لا يتصور بدون الجواز

والهابي باطل لانه وقع كنسخ وجوب الا صاك بعد الفطر بلا بدل

المانعون من جواز النسخ بلا بدل قالوا قوله تعالى ما تنسخ من

آية اوتسحانا ت بخير منها (۱) بدل على عدم جواز النسخ بلا بدل

النسخ " (ورق ۹ ب)

(۳) "الرفع الى ما هو اخف منه" جیسے

"كما في باب الجهاد فان في ابتدا" الا سلام يوجب على كل مسلم ان

يهم عشرة من الكفار فان هرب من عشرة كان عاصيا مستحق العقوبة

قال الله تعالى "ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا ما ثمن (۲)

الاية فنسخ بعلمه ذالك الى ما هو اخف لقوله تعالى "الا ان

خلف الله منكم وعلم ان فيكم ضعفا الآية (۳) فلا يحل ان يهرب

واحد من الاثنين ويحل ان يهرب من ثلثة او اكثر" (ورق ۱۰)

(۲) الرفع الى ما هو مثله مثلاً

” مثل القبلة كانت الصلوة في ابتداء الاسلام الى بيت المقدس

ثم نسخ ذلك بالتوجه الى الكعبة في الصلوة ونسخ ايضا في

اخبار الرسل على هذا الاقسام الاربعة المذكورة ” (ورق ۱۰)

اس کے بعد یہ بحث شروع کی ہے کہ جو از نسخ کن صورتوں میں ہوتا ہے اس میں بھی

اقوال اور مثالیں پیش کی ہیں آگے چل کر نسخ کی چار قسمیں پھر بیان کی ہیں ۔

۱۔ نسخ الكتاب بالكتاب ۲۔ نسخ الكتاب بالسنة ۳۔ نسخ السنة بالسنة

۴۔ نسخ السنة بالكتاب ۔

(۱) نسخ الكتاب بالكتاب یعنی پہلی قسم میں سب متفق ہیں ۔

” فجاءوا اتفاقا لتساويهما في المعنى لرد العمل بهما كنسخ الاعداد

بالحول الذي ثبت بقوله تعالى والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا

وصية لا زواجهم ومتاعا الى الحول غير اخراج بالاعداد بالربعة

اشهر وعشرا الثابت بقوله تعالى والذين يتوفون منكم ويذرون

ازواجا يترين بانفسهن اربعة اشهر وعشرا هذا الآية لنسخ

الاعداد بالسنة بوجوبه اربعة اشهر وعشرا ” (ورق ۱۱)

اس کے علاوہ بھی کئی اور مثالیں لکھی ہیں ۔

(۲) دوسری قسم یعنی نسخ الكتاب بالسنة میں جمہور کا اتفاق ہے لیکن شافعی

اختلاف کرتے ہیں شوافع کے نزدیک خبر متواتر ہے آیات قرآنی کی تنسیخ نہیں

ہوتی ۔ اس سلسلہ میں مصنف نے دونوں کے دلائل پیش کئے ہیں اور مسائل پر

خوب بحث کی ہے جو لوگ نسخ الكتاب بالسنة کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ

رسول اللہ صلعم جو بھی گفتگو کرتے تھے اور جو بھی حکم دیتے تھے وہ نہ جانب

اللہ ہوتا تھا اس لئے اگرچہ وہ کلام اللہ میں درج نہیں ہے لیکن اس کا مرتبہ

اس کے برابر ہی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ سنت متواترہ سے آیتوں کا نسخ ہو سکتا

ہے ۔ جو لوگ قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول صلعم چونکہ ہم ہی میں سے

ایک انسان تھے اور وہ جو باتیں کرتے تھے وہ بہرحال ایک انسان کی گفتگو ہوتی

تھی اس لئے اس سے آیات کی تنسیخ نہیں ہو سکتی ۔ البتہ جو باتیں انہوں نے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہی ہیں وہ مباح مانے جا سکتے ہیں۔ چونکہ مسنف خود مذہبِ حنفی میں اس لیے قدرتی طور پر جھکا کر اسی طرف ہے اور انھوں نے حنفی مملکت ہی کو ہر ثوابت کہا ہے۔

(۳) تیسری قسم یعنی نسخ السنۃ بالسنۃ میں جمہور کا اتفاق ہے کہ خیر متواتر خیر متواتر سے منسوخ ہو سکتی ہے اسی طرح سے خبر واحد خبر واحد سے بھی منسوخ ہو سکتی ہے لہٰذا خبر متواتر کا خبر واحد سے منسوخ ہونا عقلاً ترجیحاً بہر تسلیم کہا جاتا ہے مگر شرعاً اس میں اختلاف ہے لکھتے ہیں۔

"فا تعلق الجمہور علی جواز نسخ الخبر المتواتر بما لم یترکوا کذا نسخ الاحاد بالاحاد کما روی فی حرم زیارة القبور ثم نسخ ذلک بقوله کنت نھیتم عن زیارة القبور وکذا نسخ الاحاد بما لم یترکوا لکونه اقوی من الاحاد واما نسخ المتواتر بما لا حد فالتفاوت علی جوازہ عقلاً اختلقتوا فی وقوعہ شرعاً ففی وقوعہ لاکثرون بخلاف تخصیص المصنف فانه یموزی بالخبر الواحد کما تقر فی کتب الاسول وهو ان النسخ یمقتضی رفع بخلاف التخصیص لا یملزم فی قول خبر الواحد فیما لا یمقتضی فاما یمقتضی الرفع واستدل المجوزون انہ لو لم یمیز لم یقع لکن وقع فان اهل قیساگانوا یصلون الی بیت المقدس بناء علی السنۃ المتواتر فلما سمعوا ضاد بہ ۲ الا ان القبلة قد حولت فاستدروا بخبرہ ولم ینکر علیہم فدل علی الوقوع علی الجواز والمانعون استدلوا بان المتواتر قاطع فلا یقابل المطون وهو خبر الواحد فلا نسخ بہ"

(وردی ۱۲ ب)

(۴) چوتھی قسم یعنی نسخ السنۃ بالکتاب میں بھی سب کو اتفاق ہے البتہ کچھ

لوگ بعض اوقات اس کا جواز تسلیم کرتے ہیں بعض اوقات نہیں۔

"المجوزون استدلو انہ لو اتمع لکان لفسرہ لان کل واحد من الکتاب والسنۃ وحی من اللہ تعالیٰ وما ینطق عن الہوی ان ہوا لا وحی وان کان کما مقطوع بہ الا ان احد ہما مثلو

والاخر غير مملو ونسخ احدا محكمة للقطعتين غير متنج لذاته فلو كان
متمنا لكان متمنا لغيره والا صل عدد من القبر والماتون
استدوا انه لو جاز لنرم تغير الناس عن النبي وعن طاعته هم
لا نه توهم ان الله تعالى لم يرض بما بينه الرسول هم فلا يحصل
مقصود البهشة (ورق ۱۳ ب)

انہوں نے اس سلسلہ میں مثالیں بھی پیش کی ہیں اس کے بعد یہ بیان کرتے ہیں
کہ کتاب اللہ میں نسخ کئی قسموں کا ہے ۔

• اعلم النسخ في كتاب الله على ثلاثة اصرب منه ما نسخ حكمه
وخطه ومنه ما نسخ خطه وبقي حكمه ومنه ما نسخ حكمه وبقي
خطه (ورق ۱۴)

ان تینوں قسموں کی الگ الگ تفصیل بیان کی ہے اور سب کو مثالوں سے ثابت کیا ہے
اس کے بعد انہوں نے یہ بتایا ہے کہ علما میں ناسخ و منسوخ آیات میں
بہت اختلافات ہیں بعض لوگ ایک سورہ میں آیت کو ناسخ قرار دیتے ہیں
بعض اس کو تسلیم نہیں کرتے بعض کسی آیت کو منسوخ کہتے ہیں دوسرے
اسے نہیں مانتے انہوں نے ان سورتوں کے نام لکھے ہیں جن میں آیات
ناسخہ و منسوخہ ہیں الگ الگ لوگوں کے اختلافات کا ذکر تو نہیں کیا ہے
البتہ یہ لکھ دیا ہے کہ کن کن سورتوں میں اختلاف ہے مان کے نزدیک ۱۱۲
آیتیں منسوخ ہوئی ہیں ۔

ان سب باتوں کے بیان کرنے کے بعد یہ اپنے موضوع پر آتے ہیں اور
اپنی تحقیقات بیان کرتے ہیں ۔ اس موقع پر انہوں نے قرآن مجید کی سورتوں
کی ترتیب کے اعتبار سے آیات منسوخہ کا تذکرہ کیا ہے ۔ پہلے سورہ کا نام لکھتے
ہیں پھر اس کے مکی یا مدنی ہونے کا ذکر کرتے ہیں پھر حروف و کلمات اور
سورہ کی کل آیات کی تعداد لکھتے ہیں (لک آدھ جگہوں پر یہ تمام تفصیل
نہیں بھی بیان کی ہے بلکہ مختصر اور ضروری بات کہہ دی ہے) پھر یہ بیان
کرتے ہیں کہ اس میں کئی آیات منسوخ ہوئی ہیں ہر آیت کا حوالہ بھی دیتے
ہیں اور تفصیل سے اسکی وجہ نسخ بیان کرتے ہیں ۔ اگر کسی آیت کی نسخ

ہا اسکی تفسیر میں کوئی اختلاف ہے تو اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں ۔ سورۃ الحمد پر میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی ہے سورۃ بقرہ میں نہیں آیتیں منسوخ ہوئی ہیں سورۃ آل عمران میں تو سورۃ نساء میں جو یہیں غرض اسی طرح سے تمام سورتوں کے نام اور ان کی تفصیل لکھی ہے اگر کسی سورۃ میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی ہے تو بھی حروف و کلمات آیات کی تعداد اور مکی و مدنی کا فرق بیان کر دیتے ہیں ۔

ان کے استدلالی انداز بیان کو سمجھنے کے لئے نمونہ کے طور پر چند عبارتیں پیش کی جاتی ہیں ۔ سورۃ بقرہ کی آیت " ایما تولو فم وجہ اللہ کے جلسے میں لکھتے ہیں ۔

" اختلف المفسرون فی هذه الآية منهم من قال انها منسوخة بقوله تعالى وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره ومنهم من قال ان حکم هذه الآية ليس منسوخ وانما نزلت فی صلوة النفل والسفر۔ الاصح انه ليس فی هذه الآية منسوخ لان القولی الی ای جهة كانت اذا السماء متفهمة وجهة المصلی جائز سواء اصاب المصلی او اخطأتم اختلف المفسرون فی تحويل القبلة من الصخرة الی الکعبة فی ای شهر کان وفی ای صلوة کان قال بعضهم فی صلوة الظهر يوم الاثنين النصف من رجب سبعة عشر شهرا من الهجرة ۔ هذه

روایة معقل بن یسار والبراء بن عازب وروی سعد ابن ابی عروہ من قتادة انه قال حولت القبلة من الصخرة الی الکعبة يوم الثلاثاء نصف من شعبان ثمانية عشر شهرا من الهجرة والمروی فی الصحاح ان القبلة جواب من الصخرة الی الکعبة وانفذ رسولا الی مسجد قبا وامرهم ان يحولوا وجوههم الی الکعبة فبلغ اليهم الخبر وهم فی الصلوة وانما صلوتهم " (رقی ۲۲ ب و ۲۵)

سورۃ مومن کے متعلق لکھتے ہیں ۔

" سورة المومن مكية استنتی منها حتی اذا اخذنا من رفیعهم الی قوله فاذا ملبسون آیاتها مائة وسبعون وقيل مائة

وثمان عشرة وقيل تسع عشرة وكلما تعدا الف وثمان واربعون
 وحروفها اربعة آلاف وثمانماية واثان ونهما من النسخ
 اثنتان الاولى نذرهم في غيرهم حتى حين معناه دهم
 في (۱) ثم نسخ ذلك بآية السيف - الثانية ادفع
 بالتي هي احسن (۲) ثم ادفع بالا حسان نسخ بآية
 السيف وفي التيسا بوري والا ولي ان يقال هي محكمة لان المداراة
 مستجة مالم تود الي محذور" (ورق ۵۸ ب)

کتاب کی ترتیب اوراق میں جلد ساز سے ظنی ہوئی ہے یعنی آخر کا ایک ورق
 جس میں آخری سورتوں کا ذکر ہے بیچ میں آگیا ہے اس میں سورۃ فیل سورۃ
 قمریش سورۃ نکاتر سورۃ فلق اور سورۃ ناس کا بیان ہے۔ یہ ورق کتاب کے
 حساب سے بجا سوان ہے حالانکہ اسے ورق بہتر کے بعد ہونا چاہئے تھا۔ اس کے
 علاوہ بعض جگہوں سے دو ایک ورق غائب ہیں جس کی وجہ سے عبارت کا تسلسل
 ختم ہو گیا ہے اور مطلب بھی خبط ہو گیا ہے مثال کے طور پر ورق ۲۱ کے بعد
 ورق ۲۲ میں کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا اس طرح سے ورق ۲۱ ب اور ۲۲
 میں ربط نہیں ہے ورق ۲۲ ب اور ۲۵ کے بیچ کا کچھ حصہ غائب ہے۔ اس
 طرح سے ایک آدھ جگہ پر اور بھی ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوئی کہ بیچ
 کے اوراق گم ہو گئے ہوں گے۔ بیچ میں ایک آدھ جگہ پر کتاب زیادہ کرم خوردہ
 ہے جس کی وجہ سے چند عبارتیں غائب ہیں۔

ناسخ و نسخ کا یہ رسالہ مکمل کرنے کے بعد انہوں نے اپنے اس
 خیال کا اظہار کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو ایک رسالہ اور لکھیں گے
 جس میں مشابہ آیات کی تاویلات بیان کریں گے۔ لکھتے ہیں۔

" وان اخرا لله الاجل على وفق البهضه والا مل رسالہ

اخرى لتاويلات المشابهات مشتملا به على القرائب التحقيقات
 ومجائب التدقيقات متضمنة لكشف الحقائق والمصانئ ومحتوية لكذا

الدقائق والمصانئ مع الاسولة والاجوبة واقتوال الطائف من الصوفية

(۱) غالباً دہم (کرم خوردہ)

(۲) غالباً الصفة

الصارف والمفسرين المحققين والمكلمين المدققين و
الحکماء.....^۱ اُر عافى عنها فى هذا لا وان كثرة
المباحة مع الاحباب وتزاحم العموم والخلائق و.....^۲ منها
فى هذا الزمان رغبة المتصلين والاصحاب فى المطالعة و
تراكم العموم والمواهب وارجو من الله الصلة ليجاز الوعد والله
الصمد والله هو الير حصول الايمان والايمان والوفيق لكل
خير وكمال " (ورق ۷۳)

قالا یہ کتاب نہیں لکھی گئی اس عبارت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ
میں لوگوں کو اس قسم کی علمی بحثوں سے بہت دلچسپی ہوتی تھی اور مطالعہ
کا شوق بھی بہت تھا۔ دستور المفسرین کے خاتمہ کی عبارت یہ ہے۔
" وقد حصل الفراغ من تسويد هذا المطال بمون الملك الوهاب
التمثال ضحوة يوم الاثنين حادى عشر من الثاني وهو من حادى
عشرين من احدى عشر من سنى هجرة (دوشنبہ ۲۱ صفر ۱۰۲۱ هـ)
سیدنا البشر وشفیع يوم المحشر المخصوص بطیب الشری علیہ
وعلی آلہ واصحابہ الہادیین المعدین را جیا بہ الکاملین واولیائہ
المکملین صلوة دائمة لا تنامى بشا من الدوران ولا تقطع بما نقطاع
الازمان وقد تم نبذ مؤلفہ.....^۳ المفتقر الى رحمہ اللہ الباری
هو عماد الدین محمد عارف عرف عبد التیس الثمانی الشطاری نسخ اللہ
الانام من الصحائف الاصال طول الايمان والايمان ویدل سہتا
بالحسنات وانحطاطہ.....^۴ آمین یا رب العالمین " (ورق ۷۳)

یوں تو علم ناسخ اور منسوخ پر اور بھی کتابیں مل جاتی ہیں لیکن جو علمی بحثیں اور
جوانداز بہان اس کا ہے وہ دوسرے ہندوستانی مصنفین کے یہاں کمتر ملتا ہے
پھر یہ کہ سورتوں آیات کلمات اور الفاظ کی بھی تفصیل اس میں درج ہے۔
یہ نسخہ بہت ہی نادر ہے کسی دوسرے نسخہ کا بہت اب تک نہیں جل سکا ہے
غالباً کہیں بھی نہیں پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر زبید احمد نے اس کا نام بھی صحیح
نہیں لکھا ہے انھوں نے اس کا نام دستور المصنفین بتایا ہے اور لا بہتہ قرار دیا ہے^۵

کتاب کے خاتمہ پر دائیں طرف ایک مہر ہے جو پڑھی نہیں جا سکی اس کے
 دوسری طرف غالباً کاتب کی تحریر اس نسخہ کی کتابت کے بارہ ہیں ہے
 جو پوری طرح سے تونہیں پڑھی جا سکی لیکن اس بات سے سمجھ میں آ جاتی
 ہے کہ مصنف کے مسودہ سے ۱۰۲۷ھ میں اس کو نقل کیا گیا۔

(۱۲۵ء)

الرسالۃ الواضحة فی تخریج الآیات

محمد علی گربلائی

موسوم بہ ہاد یہ قطب شاہی

یہ کتاب آیتا سنترگی کی تخریج سے متعلق ہے۔ اس کے متعدد نسخوں کا ہمہ چلتا ہے ایک انڈیا آفس لا ٹیبری میں ہے (۱) دوسرا حیدرآباد کی آصفیہ لا ٹیبری میں (۲) (فارسی میں) تیسرا خدا بخش لا ٹیبری پٹنہ میں (۳) (عربی میں) جو تھما رضا لا ٹیبری رامپور میں (۴) (فارسی میں) اور ہانیچوان لکھنؤ کی ناصرہ لا ٹیبری میں (۵) (عربی میں) اس کے نسخہ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں ملتے ہیں۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے عربی میں لکھا گیا تھا پھر فارسی میں منتقل کیا گیا۔ اس کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی نزل الفرقان تبیاناً
للعالمین وجعلہ حجة باہرة علی العالمین والصلوة والسلام علی
خیر خلقہ وآلہ الطاہرین المعصومین"

اس کی وجہ تصنیف یہ بیان کی ہے کہ ان کے دوستوں بزرگوں اور دوسرے لوگوں کو اپنی ضرورت کی آیت تلاش کرنے میں کافی وقت ہوتی تھی اس لئے ان کے استاد خاتون عالمی (۶) نے یہ کام ان کے سپرد کیا کہ قرآن کریم سے ضرورت کی آیتوں کی تخریج کے لئے ایک ایسی کتاب لکھیں جس سے آسانی کے ساتھ مطلوبہ آیت تلاش کی جاسکے۔ استاد کے حکم پر نظر اندھوں نے اس کتاب کو مرتب کیا اور اسے والی دکن عبد اللہ قطب شاہ کے نام پیش کیا۔ لکھتے ہیں۔

"فقد مت بہا السلطان العظم والخاقان الماکرم مالک اختہار
خبر الام من انصر جو العجم قام الکفر وداغ الظلم العوفی
بحب آل الرسول یا لعلین من امثالہ یجمع الہند والدکن العلی

(۱) No. 84

(۲) نمبر ۲۹۰

(۳)

(۵) نمبر ۱۵

(۴) نمبر ۱۶۱

(۶) حالات کے لئے معجم المؤلفین ۷۱۱

بسمیت ابن عبد اللہ الملقب بالقطب من اقطاب اللہ المویّد من
 ضد اللہ السلطان ابن السلطان و الخاقان بن الخاقان الخصور
 بمعنا یة اللہ سلطان ہمد اللہ قطب شاہ خلد اللہ سبحانہ علی
 العالمین ظل حلقہ و شہد لا علان الدین ارکان دولہ مادامت
 السموات والارضون "

اس کے بعد قاعدہ لکھا ہے کہ کس طرح ضرورت کی آیت تلاشی کی جائے یہ
 قواعد اور دیباچہ فارسی نسخوں میں فارسی میں ہے اور عربی نسخوں میں عربی میں ۔
 اس کے بعد وہ حروف لکھے ہیں جو علامت کے طور پر استعمال کئے گئے ہیں مثلاً س
 علامت مسجد ہے ف علامت فصل ہے ر علامت دکان ہے اس طرح جسے انھوں
 نے تمام علامتوں کو بیان کر دیا ہے ۔

یہ رسالہ دو حصوں میں منقسم ہے پہلے حصہ میں آیات کی ترتیب ابتدائی
 حروف کے اعتبار سے ہے اور دوسرے حصہ میں آخری حروف کے اعتبار سے ۔ اس
 طرح سے اگر آیت تلاشی کرنے والے کو پہلے ہا آخری الفاظ یاد ہیں تو وہ آسانی
 سے اپنی ضرورت کی آیت کو تلاشی کر سکتا ہے ۔ اس کتاب میں انھوں نے کیا طریقہ
 اختیار کیا ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں ۔

* اخذت من کل آية اول حرف وثانيه وجعلت حرف الثالث
 تاليه بترتيب حروف الهجاء ليزيل عن الطالب السخفا وجعلت
 بالحمرة علامة الجزو والعزب على الولا و رسمت على الحزب
 بالالف ان كانت الآية في اوائله وبالحوا وان كانت في اواسطه
 وبالراء ان كانت في اواخره تقریبا او تحقیقا رسمت على کل
 منها حرفا من اسماء السور لیکون د الی علی کل من السور فان حصل
 التجهيز فيها والآخرین والآخر ثلاثة وفي بعض منها اسمها
 مذکور بمینھا "

اس طرح سے جس آیت کی تلاشی مقصود ہو اس کو ان کے بتائے ہوئے اصولوں
 کے پیش نظر سہولت سے معلوم کیا جا سکتا ہے ۔
 پشہ والے نسخے کے خاتمہ کی عبارت یہ ہے ۔

" قد وقع الفراغ من تالیفها فی بلدة جہدرا باد صانعها اللہ
من الخلل والفساد فی سلخ محرم الحرام فی خمسۃ واربعین
والف من العام وقد ألف الفراغ من تحریرہ علی يد اقل
المباد صادق بن مولانا محمد طاهر شہرازی قمر لہما " ۔

لکھنؤ والا نسخہ بھی اچھے حال میں ہے ۔ کتابت صاف ستھری ہے ۲۲۲

ورق میں البتہ آخری حصہ مکمل نہیں ہے باب الباء والصاد مع الیمین و بعض آخری
باب اس کتاب میں لکھا ہے ۔ خاتمہ کی عبارت یہ ہے ۔

" مع الیمین انت الی یو دریک الی الی لک و بالافق الی
کذا ۔ یکم الی لک اریہ الی لک من استعملی الدرجات
العلی یوج والسموات العلی یوج مع القاف وما قل لک مع الواو
فا ولی کطف سہرتہا الی ولی یوج " ۔

(۱۱۱)

مجمع الفوائد

قلی بن پادشاہ قلی (درعہد اورنگزیب)

اورنگزیب کے عہد میں اس کتاب کی تصنیف ہوئی اس کا قلی نسخہ علی گڑھ لاٹھری میں سبحان اللہ کلکشن میں موجود ہے (۱) اس میں ۲۱۲ اوراق ہیں۔ یہ کتاب ضبط الفاظ قرآنی اعراب قراءت مشہورہ ائمہ سبع اور بیان معانی و تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس میں مصنف اس بات کی کوشش کی ہے کہ متعلقات قرآن مجید پر مختصر انداز میں ایسی بحثیں کریں کہ تمام ضروری باتیں حل ہو جائیں اور پڑھنے والے تمام مسائل کو بت سانس سمجھ لیں اور کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ ایسی کتاب لکھنے کے لئے اطمینان اور سکون کی بہت ضرورت تھی صاحب کتاب نے لکھا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں وادی کشمیر میں رہے اور اس تصنیف کو مکمل کیا۔ ۱۱۱۱ھ میں اورنگزیب کے عہد میں انھوں نے اس سے قراغت حاصل کی۔

کتاب کا انداز یہ ہے کہ پہلے آیت بیاں کرتے ہیں پھر اس کے بعد اعراب اور نحوی ترکیب سے بحث کرتے ہیں پھر دلیل الوقوف کی شرح کے تحت یہ بیان کرتے ہیں کہ کن جگہوں پر وقف ثابت ہے اور اس کی وجہ بیان کرتے ہیں اس کے بعد المعنی کے تحت اس کا مفہوم فارسی میں لکھتے ہیں۔ یہ کتاب ابتداً قرآن شریف سے۔

"لقد ارسلنا نوحا الى قومه فقال يا قوم اعبدوا الله ما لكم

من اله (۱)"

۱۱ ہے۔ اس آیت کی تفسیر شامل نہیں ہے۔ اس کتاب کا انداز بیان سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل عبارت کافی ہوگی۔

"يستبشرون بنعمة من الله وفضل وان الله لا يضيع

اجر المومنین ؕ (۱) الا عرب يستشرون هو متانف مکرر
 للتاکید وان الله یفتح الهمزة عطا علی بنعمة من الله ای
 وبان الله وبالكسر علی الاستئناف متجان قراءة قوله تعالى
 لا یضیع قراء الکسانی یفتح الهمزة والیا تون بالكسر تیسیر الرسم
 بنعمة بتا مدورة جون سوا مفت موضع بتا دراز مر سوم است
 قواعد قرآن دلیل الوقوف وفضل لان التقدیر وبان الله
 ومن کسر ان وقف المومنین لان الذین یصلح صفة للمومنین
 وبتدا خبره للذین احسنوا الاول وجه الاتحاد الصفة
 مدلل المعنی شاد کنند بنعمتی از خدا وفعل او آنکه حدای
 صایع نکند مراد مومنان را ؕ

اسی انداز پرانہوں نے آیات کی تفسیح و توضیح کی ہے چونکہ صرف
 بعض ہا ایک آدھ جگہ پر ایک دو جملے فارسی میں ہیں اور بقیہ سب بحثیں عربی
 میں ہیں اس لئے اسے عربی کی تصنیف کہا جا سکتا ہے ۔ شروع میں ایک مقدمہ لکھا
 ہے جس میں قواعد قرآن اور اس قسم کی دوسری ضروری بحثیں ہیں مثلاً اوقاف قرآنی
 وغیرہ کا ذکر کیا ہے ۔ یہ مقدمہ بھی فارسی میں ہے ۔

اس کتاب کا قلمی نسخہ جامعہ ملیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے (۱)
 پہلے صفحہ پر ایک مہر ہے "یا محمد" اس کے بعد یہ عبارت لکھی ہے —
 "اللہ اکبر من غواوی الزمان عند العبد الضعیف الراعی
 رحمۃ ربہ العبدان مرزا محمد بن مستند خان ختم اللہ لہ
 یا لا من والا یمان"۔

کتاب کے مصنف کا یہ نہیں چلتا لیکن انداز سے یہ ہندوستانی معلوم
 ہوتے ہیں شروع کے ایک دو ورق غائب ہیں کتاب کی عبارت موجود نسخہ میں
 "المشرق والمغرب قانیما تولو قثم وجہ اللہ (۲)" سے شروع ہوئی ہے۔
 اس کتاب میں مصنف نے مختلف ضوانوں کے تحت آیات قرآنی کو جمع کیا ہے۔
 یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے ہر باب کے کئی کئی جزو ہیں جن کو ذیلی
 سرخیوں کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔ سات ابواب یہ ہیں۔

۱۔ قد طعنا ما فرضا علیہم — اس میں انہوں نے اسلام اور صل صالح و
 عمل سوء یعنی حسنات و سیئات سے متعلق آیات کو جمع کیا ہے مثلاً پہلی
 آیت یہ لکھی ہے — "یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل
 فما بلغت رسالک" (۲) اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیات پیش کی ہیں۔
 عمل صالح و سوء سے متعلق یہ آیت لکھی ہے — من عمل صالحا فلنفسہ ومن
 من اساء فلنفسہ

۲۔ وما یحمل من انشی ولا تضح الا بملہ — اس میں المعتدین المظلمین
 العالین الذاکرین المتقین الصادقین الکاذبین ملۃ السائقین مذہب الاحقین
 الجحیم الضالین المرتدین والعشقرین المہاجرین والعہادین الصاہرین

الحاکمین وما ینداسہم الضحیم عل الزارعین والعاقرین اہل الصعود
والصبوط اہل الضاعة اہل الکسب وغیرہ سے متعلق سرخیان قائم کی ہیں
اور حسب عنوان آیات جمع کی ہیں ۔

۳۔ واللہ یملم مافی قلوبکم ۔ اس کے تحت نیت و اخلاص توبہ و استغفار
خوف رجاء رحمت استقامت و رسوخ ضیافت و اتفاق اور اس قسم کی دوسری
پہلا ٹھوں سے متعلق آیات پیش کی ہیں ۔

۴۔ واللہ یملم مافی انفسکم فاحذروہ ۔ اس میں بخل و اساک حرص و
طمع غیبت و سوء ظن مکروہ حدیث شراب و کباب وغیرہ کی آیات لکھی ہیں ۔
۵۔ ہوا علم بما تقیضون فیہ ۔ اس میں حسن الوجہ حسن الخط حسن الکلام
حسن الصوت وغیرہ کی آیات ہیں ۔

۶۔ واللہ یملم مافی البر والبحر ۔ یہاں ذکر السفر والتجار والسفینۃ
والحفظ والاقتصاد والفتن والہلیات والمرض والشفاء کی آیات نقل کی ہیں ۔
۷۔ وما یعمر من معمر ولا ینقص منہ عمرہ الا فی کتاب ۔ اس میں بڑھا ہونے
اور موت کی آیات جمع کی ہیں ۔

اس کتاب میں کسی بھی آیت کی تفسیر بیان نہیں کی گئی ہے بس عنوان
سے متعلق آیات جمع کر دی گئی ہیں ۔
مصنف اور سن تصنیف کا پتہ باوجود کوشش کے نہیں چلا ۔

التفسيرات الاحمدية في بيان آيات الترميم

احمد بن سعيد ملا جيون ولادت ۱۱۲۴ھ وفات ۱۱۳۰ھ
* ۱۶۳۷ *
* ۱۷۱۸ *

ان کی بہت سی پیشہ بہا تصنیفات ہیں ان میں سب سے زیادہ شہرت اور اقداریت ان کی تفسیر کو نصیب ہوئی۔ اس میں انھوں نے آيات ترميم کی تشبیح و توضیح کی ہے۔ اس کی تصنیف انھوں نے ۱۰۶۴ھ میں شروع کی جبکہ ان کی عمر محض ستروہ سال تھی۔ اس وقت یہ "حسامی" پڑھتے تھے۔ ۱۰۶۹ھ میں اس کو مکمل کر لیا سٹائیس سال کی عمر میں اس پر نظر ثانی کی۔ ان کی دوسری تصنیف "نور الانوار فی شرح الضار" ہے اس کو انھوں نے مدینہ منورہ میں دو مہینوں میں لکھا۔ اس کے علاوہ "سوانح علی بن ابی طالب" "مناقب الاولیاء" جس میں انھوں نے مشائخ کے حالات لکھے ہیں یہ کتاب آخر عمر میں اپنے وطن امیٹھی میں تصنیف کی اس کتاب کی تکمیل ان کے لڑکے عبد القادر کے ہاتھوں ہوئی۔ آداب احمدی "کو بیچن میں لکھا تھا۔ "مناقب الاولیاء" میں خود ہی لکھا ہے۔ "نہرہ سال کی عمر میں میرے والد کا انتقال ہوا اس کے بعد ہی میں نے آداب احمدی لکھی اس میں جمعہ اور عیدین کے خطبے جمع کئے۔ یہاں سال کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کی اور درس و تدریس میں لگ گیا۔ عربی میں انھیں قصیدے کہنے " ۱۱۳۰ھ میں دہلی میں انتقال ہوا وہیں دفن ہوئے لیکن تعویذ عرصہ بعد ان کے جسم کو لوگوں نے ان کے وطن امیٹھی منتقل کر دیا۔ (۱)

ان کی تفسیر عام طور سے تفسیر احمدی کے نام سے مشہور ہے یہ قرآن مجید کی مکمل تفسیر نہیں ہے بلکہ اس میں محض ان آیتوں کی توضیح کی گئی ہے

(۱) حالات کہلئے۔ نزہۃ الخواطر ۱۹۷۶ء - حقائق الخلفیہ ص ۲۳۶ -
مائتہ الکرام دفتر اول ص ۲۱۶ - خزینۃ الاصفیاء ص ۲۶۵۷۶ -

جن سے کوئی مسئلہ مستحب ہوتا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک مختصر مآخذ ہے جس میں مصنف نے یہ بیان کیا ہے کہ ہمیں میں وہ سنا کرتے تھے کہ امام غزالی نے پانچ سو آیتیں اس قسم کی الٹا کی تھیں جن سے کچھ مسائل نکلتے تھے ملا جیوں کو شروع ہی اس کام سے دلچسپی تھی انہوں نے اس سلسلہ میں پوری پیمانی میں کی نتیجہ کے طور پر ان کو پتہ چلا کہ یا تو امام غزالی نے یہ کام کیا نہیں یا پھر وہ زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ سولہ سال کی عمر میں انہوں نے قرآن مجید سے احکام والی آیات کو الگ کر کے ان کی تشریح کر ڈالی اکیس سال کی عمر میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا اور چھ سال مزید اس پر نظر ثانی میں لگے۔

انہوں نے ان آیتوں کو قرآن مجید کی ترتیب کے مطابق ہی رکھا ہے جس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں اس سے پہلے یہ لکھتے ہیں کہ اس سے کون سا مسئلہ نکلتا ہے آیت کی تشریح سے قبل اسکی شان نزول بیان کرتے ہیں اس کے بعد الفاظ و لغت کے استعمال پر نظر ڈالتے ہیں لفظی تراکیب اور اعراب کی اہمیت اور ان کی خوبیاں کا ذکر کرتے ہیں پھر اسکی مکمل اور جامع توضیح مرقی ہے۔ اور اس کا ذکر ہوتا ہے کہ اس سے کون سا مسئلہ نکلتا ہے۔ ایک فہرست الگ سے بھی ہے جس سے یہ پتہ آسانی سے چل جاتا ہے کہ کن سورتوں اور کتنی آیتوں سے احکام اخذ کئے گئے ہیں ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ کس سورۃ سے کس قسم کا مسئلہ نکلتا ہے۔ جن آیتوں سے کوئی مسئلہ نہیں نکلتا ہے انہیں "خالیۃ عن الاحکام" قرار دیا ہے، مثلاً سورۃ رعد، سورۃ سبا، سورۃ فاطر، سورۃ حم السجدہ وغیرہ سے کوئی بھی مسئلہ نہیں نکلتا ہے سب سے زیادہ مسائل سورۃ بقرہ، سورۃ نساء، سورۃ مائدہ اور سورۃ انعام سے طے ترتیب نکلتے ہیں۔ مسائل بیان کرنے اور اپنی بات کے ثبوت میں احادیث نبوی اور صحابہ کرام کے اقوال اور مروجہ باتوں کو بھی بیان کرتے گئے ہیں اس سے باتیں مدلل اور زیادہ پرزور ہو گئی ہیں۔

پہلی آیت جس سے ان کے نزدیک کسی مسئلہ کا پتہ چلتا ہے سورہ بقرہ کی یہ آیت ہے ۔

" هو الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَافِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ

فَسَوَّىٰ مِنْ سَبْعِ سَمَوَاتٍ وَهُوَ يَكْمُلُ شَيْئًا عَظِيمًا " (سورۃ البقرہ آیت ۲۹)

اس سے انہوں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ " ان الا باحۃ اصل فی الاشیا "۔

اس کی آیتوں نے لمبی تشریح کی ہے اور اپنی بحث میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہر چیز جائز تھی سوائے ان چیزوں کے جن سے خاص طور سے روک دیا گیا ہو۔ جن

آیتوں سے حکم امتناع ثابت ہوتا ہے وہ اس قسم کی آیتوں کی ناسخ ہیں ۔

بہر حال جس چیز سے روکا نہ گیا ہو وہ جائز ہے اور یہ آیت " خلق لکم

ما فی الارض جمیعاً " اس بات کا ثبوت ہے ۔ بعض لوگوں کے نزدیک ہر حال

میں حرمت اصل ہے مگر حنفیوں کا مسلک وہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ۔

انہوں نے بعض کتب تفاسیر کو بھی اپنے مطالعہ میں رکھا تھا جن

کا حوالہ مختلف جگہوں پر دیتے ہیں ۔ مثلاً "بیضاوی" تفسیر کبیر " اتقان

فی علوم القرآن " وغیرہ ۔ کتب تفسیر کے ساتھ ساتھ فقہ میں "شرح وقایہ"

"ہدایہ" اور "فتاویٰ حماد یہ" کچھ کتابیں اصول کی "شرح العقائد" تقنا زانی

کی کلام میں اور اس کے علاوہ بعض دوسری کتابیں اہم علوم و فنون پر بھی

ان کے زیر نظر تھیں ۔ غرض اس طرح سے انہوں نے اپنے وسیع مطالعہ اور

حداداد لیاقت سے اس تفسیر کو بڑی حد تک عظیم بنا دیا ہے ۔

وہیے تو تقریباً تمام ہی مفسرین آیات قرآنی کی تشریح و توضیح کرتے

وقت مسائل کی طرف بھی اشارہ کر دیتے ہیں بعض سیر حاصل بحثیں کرتے

ہیں لیکن ملا جیوں نے الگ سے یہ کام کر کے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے ۔

انہوں نے تقریباً ساڑھے چار سو آیتیں ایسی منتخب کی ہیں ان کا

نقطہ نظر حنفی ہے مگر انہوں نے مسائل کے بیان میں دوسرے فرقوں کے

اصولوں کا ذکر بھی کر دیا ہے ۔

آخر میں خود اپنی اس تصنیف کے متعلق لکھتے ہیں -

" بقول الفقیر الی اللہ الغنی احمد المدنی ملا جیون ابن ابن
سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق بن الحنفی المالکی الصالحی
قد شرفت فی تسوید تقصیر الآیات الشرعیة فی البلدة الطیبة
امیثمی حین قرات الحماہی بمئة الف واربعہ وستین وستی
یومئذ سبۃ عشرة سنة وفرضت عنہ سنة الف وتسعة وستین فی
البلدة المبارکة المذكورة حین قرات شرح مطالع الانوار وسنی
یومئذ احدى وعشرون سنة ثم بعد از مئة قد صحفہ بالنظر
الثانی حین الدرس فی بلدة امیثمی سنة الف وخمس وسمین
وسنی یومئذ سبع وعشرون سنة الحمد لله علی نوالہ والصلوة
والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک
یا ارحم الراحمین "

فتح الخیر بما لا بد من حفظه فی التفسیر

شاء ولی اللہ دہلوی (۱۷۷۲ء) ۱۱۷۶/۱۷۸۲

یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو دراصل فوز الکبیر فی اصول التفسیر میں (۱) شاء صاحب نے پانچویں اور آخری باب کے طور پر لکھا تھا۔ اس کو شروع کرتے وقت خود غالباً ان کے ذہن میں بھی یہ تھا کہ اسے کبھی بھی الگ کر کے ایک مستقل کتابچہ کی شکل دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ خود ہی لکھا ہے۔

"واین باب بخطبہ ملاحظہ شروع کردہ شد تا رسالہ باشد مستقل اگر کسی خواہد جدا نمود"

یہ رسالہ ایک خاص نقطہ نظر کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔ یہ قرآن کریم کی مکمل تفسیر نہیں ہے بلکہ بعض آیتوں اور الفاظ کی مختصر شرح ہے جنہیں اقوال میں علم کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ خود کہتے ہیں۔

عبد اللہ بن عباس کی روایت ہے

"ہذا جملة من شرح غریب القرآن من آثار حبر ہذا الامام عبد اللہ

بن عباس رضی اللہ عنہ من طریق ابن ابی طلحة وکملتها بطریق

الضحاک عنہ کما فصل ذالک شیخ مشائخنا الامام الجلیل جلال الدین

السیوطی فی کتابہ الاتقان اہل اللہ درجہ فی الجنان" ص ۲

علاوہ سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن کے نام سے ایک بہت ہی مفصل اور جامع کتاب تصنیف کی ہے انہوں نے بہت سے ابواب کے تحت تقریباً ہر قسم کے علوم و فنون کا ذکر کر دیا ہے شاء صاحب کے زیر نظر یہ کتاب رہی ہے جیسا کہ خود انہوں نے بھی ذکر کر دیا ہے۔

بعض جگہوں پر ضحاک اور سیوطی کے بیان کچھ آیتیں اور الفاظ وغیرہ غیر مفسرہ گئے ہیں شاء صاحب کہتے ہیں کہ میں نے انہیں چھوٹی ہوئی باتوں کی تفسیر کی ہے اس کے علاوہ ثقہ لوگوں اور اہل نقل کی بعض باتوں کو لے لیا ہے۔ اس کا بھی خیال رکھا ہے کہ مفسر کو کئی باتوں کی ضرورت پڑتی ہے ان کو بھی بیان کر دیا ہے۔ آیت الہی کی شان نزول بھی بیان کی ہے اور اس سلسلہ میں مستند اور قابل اعتبار محدثین کی ثقہ روایات پر بھروسہ کیا ہے اور بخاری و ترمذی وغیرہ کے حوالے سے

نقل کیا ہے۔

چھتیس صفحات پر مشتمل یہ مختصر سا رسالہ قرآن مجید کی بہت سی مہم اور غیر واضح باتوں کی تفسیر پر انتہائی اختصار کے ساتھ مبنی ہے۔ اس میں ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے مگر پوری آیت کا لکھنا ضروری نہیں ہے بیشتر جگہوں پر صرف الفاظ ہی لکھ کر ان کی توضیح کر دی ہے۔ ہر سورۃ کا نام لکھا ہے اس کے بعد جن الفاظ کو "غریب" جانا ہے ان کی وضاحت کی ہے۔

"انی جاعل فی الارض خلیفۃ (۱)" کی تفسیر لکھتے ہیں
 "قد کان فی الارض قبل ان یخلق آدم بالی عام بنوا لجان
 فافسدوا فی الارض فبعث اللہ جنودا من الطائفة فصریوہم
 حق الحقوہم بجزائر البحر فقالہ الملائکۃ اتجمل فیہا من لفسر
 فیہا کما فعل الجن" ص ۲

اسی طرح مسائل کی جانب بھی اشارے ملتے ہیں مختلف فیہ باتوں کو بھی کہیں کہیں بیان کر دیا ہے۔ "الخط الابیض" اور "الخط الاسود" (۲) کی تفسیر یوں کی ہے۔

"بہائس النہار من سواد اللیل وهو صبح اذا اتلقی کان رجال
 اذا ارادوا الصوم ربط احدہم فی رجلہ الخط الابیض و
 الخط الاسود فانزل اللہ تعالیٰ من الفجر" ص ۴

بعض جگہوں پر بہت اختصار ملحوظ رکھا ہے حتیٰ کہ دو تین لفظوں میں مفہوم واضح کر دیا ہے سورۃ الانبیاء میں "الویل" کی شرح "واد فی جہنم" سے کیا ہے۔
 "التمانیل" کے معنی "الاسنام" کے ہیں "جذاذا" کا مطلب "خطا" ہے
 "نکسوا" یعنی "ارادوا" استعمال ہوا ہے وغیرہ وغیرہ

"انک لا تہدی من اجبت (۳)" کی شان نزول اس طرح بیان کی ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قل لا الہ الا اللہ
 اشہد لک بہا یوم القیمۃ قال لولا تمہرون فی قریش لما یحمل

(۲) سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۷

(۱) سورۃ البقرۃ آیت ۲۰

(۳) سورۃ القصص آیت ۵۶

عليه الهزج لا قرئت بها فانزل الله تعالى ان لا تمدى
من اجبت "

سورة العصر کے معلق لکھا ہے ۔

" العصر الدھر سر ضلال " س ۲۳

سورة التكاثر کو لکھا ہے ۔

" التكاثر من الا موال والا ولا " س ۲۴

سورة الا خلاص کی شان نزول یہ لکھی ہے ۔

" قال المشركون صف لنا ربك فانزل الله قل هو الله احد " س ۲۵

اسی انداز پر چھوٹے چھوٹے جملوں واضح لفظوں اور مختصر اشاروں سے قرآن مجید
کی ضروری آیتوں کی وساحت کی ہے ۔ اس انداز کی تصنیف خندوستان میں غالباً
ہیں ہے ۔

جنة النعم في فضائل القرآن الكريم
محمد ہاشم بن عبد الشکور الثقلوی السندی
ولادت سنہ ۱۱۷۲ھ

سندہ کے رہنے والے تھے عقائد کے لحاظ سے حنفی المذہب تھے۔ فقہ حدیث اور عربی ادب پر اچھی نظر تھی سندہ ہی میں پرورش پائی۔ مولانا ضیاء الدین سندہ ہی ان کے استاد تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد حجاز کا سفر کیا حج و زیارت سے فارغ ہو کر شیخ عبدالقادر بن ابی بکر مکی سے جو مکہ معظمہ میں حنفی مفتی تھے استفادہ کیا فقہ و حدیث میں شیخ عبدالقادر کا درجہ بہت اونچا تھا محمد ہاشم بھی ان کے علم سے بوری طرح سے مستفید ہوئے اور جلد ہی کمال کی حدوں تک پہنچ گئے۔ اس کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے کتابیں تصنیف کیں فتوے دئے اور اپنے شہر کے شیخ بنائے گئے۔ شیخ حسین الدہن سندہ ہی سے ان کے بہت سے مباحثے ہوئے جس سے کتابوں کے صفحات پر مین۔

ان کتابوں میں "جنة النعم في فضائل القرآن الكريم" بذل القوة فی معنى النبوة۔ فاکہ البستان (حلال و حرام سے متعلق) حیاة القلوب فی زیارة المحبوب کشف الہین فی مسئلة رفع الیدین۔ ان کتابوں کے علاوہ فرائض اسلام سے متعلق ایک بہت بڑی کتاب بھی ہے جس میں ایمان کے فرائض اور ان پر عمل کس وقت لازم ہوتا ہے بیان کیا ہے اس کے علاوہ بھی ان کی بعض دوسری تصانیف کا بھی پتہ چلتا ہے۔ (۱)

اس کتاب میں قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ یہ تمام باتیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں یا صحابہ کرام و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے منسوب ہیں مصنف نے اسناد حدیث کر دی ہیں تاکہ طوالت نہ ہونے پائے جو روایت یا قول نقل کیا ہے اس میں صحابی یا تابعی کا نام لے لیا ہے۔

اس کے دو نسخے نظر سے گزرے ہیں ایک راہبوری میں جس میں ۲۷۶ صفحات ہیں دوسرا ہشتہ میں جس میں ۱۶۲ ورق ہیں دونوں نسخے مکمل ہیں اور دونوں کی ابتدا اور اختتام یکساں ہے ۔ ہشتہ والے نسخے میں کتابت عبد اللہ بن یعقوب کی ہے ۔ اس کی ابتدا ہون ہے ۔

" بسم اللہ الرحمن الرحیم سبحانک لا ظم لنا الا ما علمنا انک انت المعلم الحكيم لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم الحمد لله الذی خلقنا فی احسن تقویم واحسن ایلان ما حسنه التقديم و اظهر لنا دینہ القوم بانزال القرآن الکریم "

یہ ۱۱۲۴ ہ کی تصنیف ہے لکھتے ہیں ۔

" و فرعت فیہا فی شہر صفر انظم فی سلك شہور حنة الف و مائة و اربع و ثلثین من العجرة النبویة علی صاحبہا افضل الصلوة و التحية و سميتها حنة النعم فی فضائل القرآن لکریم " س ۳

کتاب کی ترتیب کے متعلق لکھتے ہیں ۔

" و من تبتنی علی مقدمة و فصلین اما المقدمة ففیہا فوائد الفصل الاول فی ذکر ما ورد فی فضائل سور القرآن و آیاتہ خاصة من الاحادیث والآثار الفصل الثانی فی ذکر الاحادیث التي نقلها التعلیلین و الواحدی و من تبعہما كالزمخشري و البیضاوی فی تفاسیرہم ہم فی آخر كل سورة سورة و بیان حالہا صحة و ضعفها و وضعها " س ۴ اس کے بعد انھوں نے سورتوں اور آیاتوں کی فضیلت کا ذکر کیا ہے ۔

بسم اللہ مجریہا و مرسلہا (۱) آیہ کی فضیلت یہ ہے ۔

" اخرج ابن ابی حاتم و الطبرانی و ابن مردويه عن عاصم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اما ان لا متی من الفرق اذا ركبوا فی السفن ان يقولوا بسم اللہ مجریہا و مرسلہا ان ربی لغفور رحیم " س ۱۲۴

" لا اله الا انت سبحانک انی كنت من الظالمین (۲) " کی یہ فضیلت بیان کی ہے ۔

" اخرج احمد والترمذی والنسائی والحکیم فی نوادر الاصول
وابن جریر وابن ابی حاتم والیزاز وابن مردويه عن سعيد بن
ابی وقاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال دعوة ذالنون
اذ هو فی بطن الحوت لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین
لم یدع بها مسلم ربه فی شئ قسط الا استجاب " ص ۱۵۷
اسی طرح ہے " اوحسبت انما خلقتکم عبداً (۱) " کے بارے میں لکھا ہے ۔
" اخرج الحکیم الترمذی وابو یعلی وابن النذر وابن الحاتم وابو نعیم
فی الحلیة وابن السنی وابن مردويه عن ابن مسعود انه قرأ فی اذن
حصاب اوحسبت انما خلقتکم عبداً حتی ختم السورة فبرأ فقال رسول الله
صلی الله صلعم والذي نفسی بیده لو ان رجلاً قرأها علی جبل
لزال " ص ۱۶۴

سورة اخلاص کی سب سے زیادہ فضیلت ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں
" عن المررض الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من قرأ
قل هو الله احد احد ماثنی مرة عقوله ^{ذنب} ماثنی سنة ۔

اس طرح سے جتنی بھی آیتوں سے کس قسم کی فضیلت یا نبی صلعم کا کوئی قول
متعلق ہے اسے یہاں کر دیا ہے اور راویوں نیز مفسرین کے حوالے بھی پیش کئے ہیں ۔
اس کتاب کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا ہے ۔

" والحمد لله علی التمام والصلوة والسلام علی محمد خیر الانام
وعلی آلہ وصحبہ الکرام ما دامت اللہالی والایام والشعور
والا هوام ولا حول ولا قوة بالله العلی العظیم "

الجدول النورانية فی استخراج آیات القرآنہ (۱۲۰۰ھ)

ناصر بن حسین حنفی

اس کے دو نسخے مکمل راہبوری میں موجود ہیں (۱) (۶۲۶ و ۶۲۷) یہ رسالہ استخراج آیات سے متعلق ہے۔ دونوں نسخہ اچھے حال میں ہیں۔ پہلا مخطوطہ (۲) ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۷۸۵ع کا ہے اور دوسرے (۳) ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ع درج ہے۔ انڈیا آفس والا نسخہ انھارویں صدی کا ہے (۴)۔ یہ نسخہ بھی مکمل ہے ابتداء سے ہی ان الفاظ سے ہوئی ہے۔

”الحمد لله الذي افاض جداول بره واحسانه وفقا لاهتداه“

آیات مکتوۃ وسلطانہ۔“

اس کے بعد اس کتاب کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

”و کثیر اما يحتاج الفاظ فی الكتاب والسامع للمعاورة الدائرة بین الخطاب والجواب الى ان يصرف محل الآفة التي اکتلت بها مداامه او تقررت بها سامعه فینظر ما حذر القوم فی بیان ممانیہا وینو من تسحیح ممانیہا فلذا لک صنف جمع من القرآن فی استخراج آی القرآن کتباً اختلفت سائلکھا وتفاضلت مدارکھا فاحیث ان اض فی ذالک دفترنا یكون اسهل طریقا وواضح تحقیقا واترب تارولا واکثر

تداولاً۔“

آگے چلی کر اس سلسلہ میں انداز بیان کے متعلق لکھتے ہیں۔

(۱) زبید احمد صاحب نے اس کا نسخہ محض انڈیا آفس میں لکھا ہے۔ ص ۲۴۸

(۲) ۶۲۶

(۳) ۶۲۷

(۴) Catalogue of Arabic MSS. India office library, by C.A. Storey No. 1212

اس کا ایک اور قلمی نسخہ مدراس کے سعید بہ کتب خانہ میں موجود ہے کہ اجاٹا ہے سلطان ٹیپو کی شہادت کے وقت سرنگا پٹم کے محل میں سلطان کے ہنگ پر لکھا گیا تھا۔ اس پر رکھا ہوا تھا۔ (رسالہ برہان اکتوبر ۱۹۶۷ع ص ۲۶)

" فرست شد ولا يشتمل عرضه على خمسة بيوت كتبت في البيت الاول الآية وفي البيت الثاني السورة وفي البيت الثالث الركوع وفي البيت الرابع الجزء وفي البيت الخامس ربع الجزء ورتبت الآيات على حروف المعجم ثم اعتبرت الحروف الاول من الكلمة الاولى من الآية بلبا والحروف الثاني منها فصلا وكتبت الآية التي هي اول الفصل بالحمره ثم اعتبرت في تقديم الآية على الاخرى الحرف الذي يلي الفصل مجرما ذاك على ترتيب الحروف كما هو عند اهل اللغة مصروف"۔

اس کتاب کو اورنگ زیب عالمگیر کے نام معنون کیا ہے لکھنے میں ۔
 " وجعلت ثواب ذالك لحضرة الخليفة الذي رفع على المدالة قواعد سلطانه وبرق وجوه الآفاق بسحاب بره واحسانه وبسط على البسيطة بساط الامان واصلاح بسميه ما فسر من احوال الزمان ظل الله في الارض حتى مقام السنة والمرض الذي اخمد نيران الفتن في الهلاد واثار في فجاج الارض غار الجهاد وادام حماية الاسلام حتى اعتشوا شيت رباها واستاصل الكفر حتى احللت بقاءه المويده بنصر الله حينما توجهت عساكره ومن ينصر دين الله فالله ناصره الموفق بحاله في سبيل الله من الفارزي ابو المنظر محي الدين محمد اورنگزيب عالمگیر الفارزي قرن الله غزواته بالفتح العيين وربط هروء دولته بحبله العتيق "۔

ان کے انداز کو سمجھنے کے لئے ذیل کے نمونے کافی ہوں گے جو مختلف جگہوں سے ماخوذ ہیں ۔

الآية	السورة	الركوع	الجزء	ربع الجزء
۱۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۲۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۳۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۴۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۵۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۶۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۷۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۸۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۹۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۱۰۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۱۱۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۱۲۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۱۳۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۱۴۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۱۵۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۱۶۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۱۷۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۱۸۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۱۹۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۲۰۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۲۱۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۲۲۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۲۳۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۲۴۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۲۵۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۲۶۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۲۷۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۲۸۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۲۹۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۳۰۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۳۱۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۳۲۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۳۳۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۳۴۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۳۵۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۳۶۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۳۷۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۳۸۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۳۹۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۴۰۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۴۱۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۴۲۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۴۳۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۴۴۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۴۵۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۴۶۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۴۷۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۴۸۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۴۹۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸
۵۰۔ اتا مرون الناس بالبر	۱۸	۱۹	۱۸	۱۸

الایہ	السورۃ	الروکوع	الجزء	ربع الجزء
۲۔ فجعل منه الزوجین الذکر	القیمة	۱۲	۲۹	اواسط الرابع
۳۔ وفتحت السماء فكانت ابوابا	النساء	۱	۳۰	اواثل ۱
۴۔ هدی وبشری للمؤمنین	النمل	۱۱	۱۹	اواثل ۲

اسی انداز پر تمام آیتوں کے متعلق الگ الگ لکھا ہے خاتمہ اس عبارت پر ہوتا ہے ۔

" ختم بالخير والظفر فی التاسع عشر من شهر الصفر علی
 يد العبد الاحقر مهدی بن جعفر غفر الله له ولقاءه نوابه
 يوم المحشر و صلى الله علی محمد وآله خير البشر ما دلم
 الليل والسحر وقد مضى من الهجرة الف ومائتان یدم
 الخط فی القرطاس وکاتبه رسم فی التراب "

کتاب بہت صاف ستھری اور مکمل ہے خط بہت عمدہ ہے اور ساری ایک ہی
 خط میں ہے ۔ دوسرے نسخہ ۲۲۷ کے شروع کے چند ورق مختلف خط میں ہیں
 اس کے بعد ایک ہی کاتب کا قلم معلوم ہوتا ہے ۔ انٹیا آفس والے نسخہ کے
 بھی دو کاتب ہیں ص ۱۳۷ تک ایک اور اس کے بعد ہے آخر تک یعنی ۲۲۶
 تک دوسرا ۔ اس نسخہ کے کاتب یعنی آخری حصہ کے ابو محمد محمد دہلوی
 ہیں ۔ (۱)

تخریج آیات کے سلسلے میں یہ کتاب اس فن میں لکھی گئی دوسری
 کتابوں سے خاص مختلف ہے بیشتر کتابوں میں الگ الگ کلمات کی تخریج
 کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے لیکن اس میں آیت یا جزء آیت کے استخراج کو مد نظر
 رکھا ہے ۔ اس کی ترتیب بھی نسبتاً زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے ۔ اس کی
 ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے کس آیت کی تلاش پہلے حرف کے
 حساب سے ہوگی ۔

کتاب کے مقدمہ سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف نے ایک کتاب اس فن کی
 اور لکھی تھی جس میں اواخر آیات سے استخراج ہوتا تھا۔ خود لکھتے ہیں۔
 "ثم رست لا واخر الآتی جد ولا اخر کتبھا فی بیوتہ
 طرد اللہاب المشار الیہ ومحافظة علی رقوم ترسمہ
 کما تقی انشاء اللہ تعالیٰ علیہ"۔
 یعنی جو مخطوطے موجود ہیں ان کا بالکل الٹا لیکن کس بھی مخطوطہ میں
 یہ رسالہ شامل نہیں ہے مکان ہے ضائع ہو گیا ہو۔

افادات عزیزہ

شیخ رفیع الدین مراد آبادی

ولادت ۱۱۳۴ھ وفات ۱۲۲۳ھ

شیخ رفیع الدین بن فرید الدین مظہر اللہ اپنے دور کے بڑے علماء میں سے تھے ان کی پیدائش ۱۱۳۴ھ میں مراد آباد میں ہوئی جہاں کی تعلیم اپنے شہر کے اساتذہ سے حاصل کی اس کے بعد دہلی گئے اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (۱) کی شاگردی اختیار کی ان سے ایک مراثف کتب فیض کرنے کے بعد اپنے وطن واپس آئے اور بہت زمانہ تک لوگوں کو مستفید کرتے رہے۔ ۱۲۰۱ھ میں حرمین شریفین تشریف لے گئے حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد وہاں کے مشائخ و علماء سے فیض اٹھاتے رہے اور ۱۲۰۳ھ میں ہندوستان واپس آئے۔ اپنے سفر اور حرمین سے متعلق بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ اس کے علاوہ ان کی اور بھی بہت سی تصانیف ہیں جن میں قصر الآمال بذکر الحال و المال سلو الکئیث بذکر الحبيب تذکرة المشائخ کز الحساب تذکرة الملوك تاریخ الافاضہ کتاب الاذکار الافادات المزیة وغیرہ ہیں۔

ان کا انتقال ذی الحجۃ ۱۲۲۳ھ میں نواسی سال کی عمر میں ہوا (۲) اس کے دو نسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ (۳) (مجلد اول صفحہ ۱۷۷) دونوں ہی مکمل ہیں البتہ دونوں کے خط میں خاصا فرق ہے۔ مخطوطہ نمبر ۱۷۸ اصل کتاب کی عبارت سے شروع ہوتا ہے لیکن نمبر ۸۴ میں شروع کے چار صفحات میں فیض کی سوا طع الالیام کے معنوں کو حل کرنے کی کوشش کی ہے اس سلسلہ میں پس شروع کے دو تین ناموں کی عبارت جو فیض نے اشاروں میں لکھی ہے ان کا ترجمہ کر دیا ہے۔ اس کے بعد چند سطریں یہ لکھی ہیں جو اصل

(۱) مفصل حالات کے لئے جاتولی از مولانا محمد رحیم بخش دہلوی

(۲) نزہۃ الخواطر ۱۸۲/۷ (رسالہ مفردہ ان کی سوانح ہے) حدائق الحنفیہ

کتاب کا مقدمہ کہی جا سکتی ہیں۔ عبارت یہاں سے شروع ہوتی ہے۔
 "فرید و ہر و حید مصر قد و طمائی زمان اسوہ * عظمت
 اہل ایمان مقتدائے اہل تمیز شاہ عبد العزیز سلمہ اللہ تعالیٰ
 وادام برکات علوہ تفسیرے مسنی بفتح العزیز تالیف نمودہ
 و ہنوز مسودات آن بہ بیاض نہ رسیدہ و تحقیقات بسیار
 و لطائف یہ شمار در آن محرر شدہ لیکن پنج علم ہا استقلال
 بان مخصوص ست اول خوانات سور و ضبط مضمون ہر سورۃ
 اجمالاً دوم ربط آیات بعضها مع بعض سوم متشابہات
 القرآن چہارم اسرار القصص والا حکام پنجم لسانی نظم قرآن
 و مصنف سلمہ اللہ تعالیٰ بفقیر محمد رفیع الدین جستہ جستہ
 نمونہ از ہر پنج علم در مکاتیب نوشتہ و بعض سوالہا کہ
 فقیر از ان استفسار نمودہ جوابہا ان در مکاتیب نوشتہ اندہ
 ہمہ آنرا درین اوراق نقل کردہ شد واللہ ولی التوفیق"

کتاب کی اصل عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے۔

"فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضی من رسول اعلم ان النبی والا مستثنیٰ"

طریق قوی من طرق القصر کما تقرری العمانی"

اس کتاب کو دیکھنے سے یہ اندازہ تو کم ہیں نہیں ہوتا کہ کہاں سوال ہے اور کم ان
 جواب ہا کہاں خط کی شکل ہے اور کہاں نہیں۔ کہیں ہر کس آیت کی تفسیر ہے
 کہیں ہر اور دوسری بحثیں۔ انہی اس کا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ تفسیر فتح العزیز
 جسے عام طور سے نامکمل ہی سمجھا جاتا ہے (۱) مکمل ضرور ہوگئی تھی۔ اس لئے کہ
 جا بجا اس قسم کے حوالے ملتے ہیں۔

"من فتح المنیر فی سورۃ النحل ہا ایضا من تفسیر سورۃ النساء ہا من تفسیر فتح

العزیز تحت قولہ تعالیٰ فی سورۃ المؤمنین وغیرہ۔

سورۃ فاطر میں "ومن الجبال جد و بعض و حمر مختلف الوانہا و

(۱) اسکا مکمل نسخہ کہیں بھی نہیں ملتا ہے صرف شروع کی ۱۸۲ آیات کی اور

آخر کے دو پاروں کی تفسیر مطبوعہ شکل میں ملتی ہے۔

وغراہیب سود * (۱) کی تفصیر اور پہلی آیت سے ربط کیے بارہ میں لکھتے ہیں -

* اعلم انما قد ذکرنا ان مطمح الانسان ومسقط النظر في هذه
الکلمات الثلاث اهي قوله الم ترى ان الله انزل من السماء
الى آخرها هويبان اختلاف الاستعدادات الحاصلة في
بنی آدم بالنسبة الى الوحي النازل والفيض الالهی المنحس
في كل دورة وبين ذلك اولا بالقياس على اختلاف النيات
في النوانع وثانيا بالقياس على اختلاف المعادن فان اصلها
الجمال وثالثا بالقياس على اختلاف الحيوان وهؤلاء المواليد
الثلاثة لكن في هذه الجملة اشارة الى الطبقات العليا من
الامة فالجمال البهيم اشارة الى طبقة الصوفية فان جل بصلاتهم
التصفية ومطهرهاطن وهوناسب لون البهاض في النور والصفاء
والاشراق والجمال الحمر اشارة الى طبقة الشهداء الذين
بذلوا ارواحهم في سبيل الله واربقت دماهم ابتداء رصوان الله
وهوناسب لون الحمر والجمال والسود اشارة الى طبقة العلماء
المصنفين الذين راسمها لهم تصوير الاوراق والصحائف وشغل الاقلام
والمحابر واذا بهذه الدقیقة علمت ربط قوله تعالى
انما يخشى الله من عباده العلماء بالجملة الاخيرة

سورہ نحل میں سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کے قصہ میں لکھتے ہیں
* اعلم ان حیدنا سلیمان علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام اقتصر علی
الدعوة الفعلية مع بلقیس واحتج علیها بحجج قاطعة في اصول
الدين كلها وهي التوحيد والمعاد والنسبة وقد انهاء النبوة
والرسالة علی الباقيين لانها الطريق الى انهاء تعانی اذ هان اكثر
الموالم فارسل هدهد مع الكتاب المختوم علی وجهه خارق للمادة

وذاک مثال تام لتزول الملک بالکتاب علی قلب النبی الذی
 ہو رئیس الامۃ بحیث یخفی علی غیرہ کیفیۃ نزولہ وعروجہ
 والقاء الکتاب علی صدر بلقیس تمثال للاقاء الوحی علی صدر
 النبی ثم احضارہ عرش بلقیس فی اقل من طرفۃ من وتکبیر عرشہا
 بتکبیر الترتیب مع بقاء المادۃ الشخصیۃ المرشدة بحالہا تمثال
 لاعادۃ الاجسام فی العالم الا حروبی بتجدید التالیف مع بقاء
 الشخصیۃ وھذہ الاعادۃ ہی اصل مسئلۃ المعاد الجسمانی
 علیہا یمشی اکثر مسائل المعاد *

اس میں بعض جگہوں پر چار تین فارسی کی بھی ہیں لیکن اکثریت عربی
 عبارتوں کی ہے۔ شروع میں فتح العزیز کی جن پانچ خوبیوں کی طرف اشارہ
 کیا ہے اس کتاب میں انہیں سب کا نہوت پیش کیا ہے۔ اس کا اندازہ تو نہیں
 ہوتا کہ یہ خطوط اور سوالات و جوابات کی شکل کی کوئی چیز ہے اس لئے کہ نہ
 تو کسی جگہ پر خط کا سا انداز ہے نہ ہی انقباض اور دماغیہ الفاظ ممکن ہے اس
 کو مرتب کرتے وقت ایسی عبارتوں کو نکال دیا ہو۔ البتہ کہیں کہیں برتاؤ بھی
 ہیں جن کو خط ہونے کا گھنہا نہوت کہا جاسکتا ہے۔ مثلاً صدق الرسول ۲۸

صفر ۱۲۱۵ھ یا جمعہ ۱۹ صفر ۱۲۱۵ھ

نثر العرجان فی رسم نظم القرآن

شیخ محمد ثوث مدراس ولادت ۱۱۶۶ھ وفات ۱۲۳۸ھ

شیخ عالم فقیہ محمد ثوث بن ناصر الدین بن نظام الدین شافعی مشہور
رفقاء میں سے تھے محمد پور صلیح ارکاٹ (مدراس) میں ۱۱۶۶ھ میں پیدا ہوئے
اپنے دادا نظام الدین سے تعلیم حاصل کی اور حدیث کی سند لی جب ان کا انتقال
ہو گیا تو مولانا امین الدین صدیقی الوری (۱) سے پڑھے لگے انھیں کے ساتھ
راضا تھے اور کتب درسیہ ختم کیں۔ جب مولانا امین الدین کا انتقال ہوا تو
مدراس واپس آ گئے اور عبد العلی بن نظام الدین لکھنؤی (۲) کی صحبت میں رہنے
لگے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں نثر العرجان فی رسم نظم القرآن
الفوائد الصغیۃ فی شرح الفرائض السراجیہ بسط السہد بن لا کرام الابرار
الشافی شرح الکافی عربی میں اہم ہیں اس کے علاوہ فارسی و اردو میں بھی بہت
سی کتابیں لکھیں۔ ۱۲۳۸ھ میں انتقال ہوا

اس میں انھوں نے قرآن مجید کے رسم الخط کی وضاحت کی ہے ندوۃ العلماء
لکھنؤ کے کتب خانہ میں اس کی پانچ جلدیں مطبوعہ موجود ہیں جو ۲۲ پاروں پر
مشتمل ہیں۔ کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں اس کتاب کی تصنیف کی
وجہ اور ضرورت بیان کی ہے اور یہ دکھایا ہے کہ قرآن مجید کب اور کس طرح
جمع کیا گیا اور مکمل تحریری شکل پائی۔ پھر ان حروف کو بیان کیا ہے جن میں
تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں کس حرف میں کیا تبدیلی ہوئی ہے اسے قرآن کریم کے
الفاظ کے حوالوں سے ثابت کیا ہے نیز یہ بھی بیان کرتے گئے ہیں کہ کن الفاظ
کے رسم الخط میں مصاحف میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً ہا روت و ما روت کے

(۱) متوفی ۱۱۹۵ھ نزہۃ ج ۶ ص ۴۰

(۲) ان کی شہرت بحر العلوم کے لقب سے تھی انتقال ۱۲۲۵ھ میں ہوا تذکرہ

طلحات ہند ص ۱۲۲ نزہۃ ج ۷ ص ۲۸۲

کے نزہۃ ج ۷ ص ۲۵۹

لکھنے میں اختلاف ہے لکھتے ہیں ۔

" اختلف فی رسمها ففی بعض الصحاح بانها ت الالف ولی
بعضها بالحدف قال الدانی والا کثر علی انہا ت الالف ثم
نقل من کتاب هجا * السنة للمازی بن قیس الالف تس عن
اهل المدينة هروت و مروت بغير الف وافقه النشأ طیب
والسیوطی ورسم الجزری الفعما بالصفرة اشارة الى الاختلاف
ثم هما مجروران ضد الجمهور وجرهما بالفتحة لانهما غیر
مخسرتین للمعجمة والمعلمة مطف بیان للمسلکین وقراء الزمری
برفسمما ای هما هاروت وماروت رست تا* وهما مطولة لانها
اصلیة یوقف علیها بالثاء * "

اسی طرح سے ہوئے قرآن مجید کے تمام الفاظ کو بیان کیا ہے اور ہر ہر
لفظ کو الگ الگ کر کے دکھایا ہے کہ کس طرح لکھا اور پڑھا جاتا ہے اگر ان کے
پڑھنے میں کچھ اختلاف ہے تو اس کو بھی بیان کر دیا ہے گرامر کے اعتبار سے
بھی الفاظ پر بحث کی ہے ۔

(۱۲۲/۵)
تعداد الاسماء فی القرآن
غلام حسن

اکہس صفحوں کا مختصر رسالہ ہے جس میں ان ناموں کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر استعمال ہوئے ہیں تقریباً سب ہی نام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہیں لکھنؤ میں ناصریہ کتب خانہ میں قلمی نسخہ موجود ہے (۱) اس کا اندازہ ہے کہ پہلے یہی کا نام لکھتے ہیں اس کے بعد یہ بتاتے ہیں کہ ساری قرآن شریف میں یہ نام کتنی جگہوں پر آیا ہے اس کے بعد اس کی تفصیل ہوتی ہے کہ کس سورۃ میں ہے۔ مثلاً حضرت زکریا کا نام قرآن مجید میں کتنی بار آیا ہے۔

" اسم زکریا فی جمیع القرآن سبع مواضع فی آل عمران ثلثۃ مواضع
وفی الانعام موضع وفی المريم موضعان وفی الانبیاء موضع "

غرض اس طرح سے تمام ناموں کا مکمل تذکرہ موجود ہے۔ حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ محمد مصطفیٰ صلعم وغیرہ سب ہی کا ذکر ہے اور ہر ایک کے متعلق معلومات فراہم کی ہیں کہ کون سا نام قرآن مجید میں کتنی بار اور کس کس سورۃ میں آیا ہے۔

انبیاء کے علاوہ فرعون ہامان قارون مریم وغیرہ بھی جہاں جہاں آئے ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ قارون کے متعلق لکھا ہے۔

" قارون علیہ اللغۃ فی جمیع القرآن اربع مواضع فی القصص موضعان
وفی المنکھوت موضع وفی المؤمن موضع "

یہ رسالہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے۔

" تمت الرسالۃ فی بیان تعداد اسماء الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
وعدد مواضعہم فی جمیع القرآن فی ۱۲۴۱ ہادی واربعین وما تین
بعد الالف من المجرۃ النجومۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کتبہ
المبدأ الذی نبی غلام حسن علی اللہ حد "

اوضح البیان فی بیان اسامی القرآن (۱۲۸۵ھ)
سید ابوتراب جعفری

اس مختصر میں کتاب میں مصنف نے قرآن مجید کے بہت سے ناموں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کی وجہ تصنیف یہ بیان کی ہے کہ ان کے استاد سید احمد علی رامپوری (۱) صاحب نے اتنا درس میں ان سے اور بعض دوسرے طلباء سے یہ خواہش کی کہ قرآن مجید کے جسے بھی نام ہیں ان کی توجیہات بیان کرو۔ صاحب کتاب لکھتے ہیں کہ اس خاص بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے قرآن کریم کا بغور مطالعہ کیا اس کے بعد ان تمام ناموں کی توجیہات بیان کی ہیں جن کا ذکر امام رازی امام سیوطی وغیرہ کر چکے ہیں۔ یہ لکھتے ہیں کہ ان سے پہلے جو نام رائج تھے اور جن سے لوگ واقف تھے ان کی مجموعی تعداد بچیں ہوئی ہے ان میں سے بعض نام یہ ہیں

"کتاب قرآن کلام نور ہدی رحمۃ ذکر موعظۃ حکم
قول احسن الحدیث بیان تذکرہ عروہ نقی وغیرہ" ص ۲

مصنف نے اپنے مطالعہ کے دوران میں بعض اور ناموں کو بھی تلاش کیا ہے جن کی تعداد چوبیس بیان کی ہے اس سے قبل ان کا ذکر کسی دوسری جگہ پر نہیں ملتا۔

"کلمۃ شاہد محدث لسان منزل مزدجر احسن

تفسیر وغیرہ" ص ۴

توجیہات کا انداز بیان بھی ملاحظہ ہو۔

"کتاب — قال اللہ تعالیٰ فی سورۃ الانعام وهو الذی

انزل الہکم الکتاب مفصلاً مصدر من فصل بفصل بفتح المعین فی

الماضی وضما فی الفایہ کا لقیام والقیام و قبل فعال

کا لباس یعنی الطبوس والکتاب جا * فی القرآن علی
 اربعۃ اوجہ احمد ہا الفرض کہا قال اللہ تعالیٰ ان الصلوۃ
 کانت علی الموضین کتابا موقوتا وثانیہا الحجۃ والبرہان
 قال اللہ تعالیٰ فاتوبوا کتابکم ان کنتم صادقین ای برہانکم
 وثالثہا الا حل کہا قال اللہ تعالیٰ وما اہلکنا من قریۃ الا
 ولہا کتاب معلوم ورابعہا یعنی مکاتبة السید عدہ کیا
 قال اللہ تعالیٰ والذین یمتصون الکتاب ما ملکت ایمانکم * ص ۴
 اسی طرح سے چھٹے بھی نام بیان کئے ہیں سب کی تفصیل اس انداز پر
 کی ہے۔ خود جو نام انہوں نے تلا ش کئے ہیں ان کی تشبیح بھی سہاق و سہاق
 کے ساتھ کی ہے۔ یہ کتاب مکتبہ برہانہ حیدرآباد سے شائع ہو چکی ہے۔
 اس میں ۳۲ صفحات ہیں۔

السیع الثانی

سید محمد بن دلداری علی لکھنوی ولادت ۱۱۹۹ھ وفات ۱۲۸۴ھ

شیخ قاضی ملا محمد محمد بن دلداری علی حسینی نقوی شہس نصیر آبادی ثم لکھنوی بڑے زبردست عالم دین اور مجتہد عصر تھے ان کی پیدائش لکھنوی میں ہوئی اپنے والد سے کسب علم کیا ان کے والد سید دلداری علی (۱) بڑے پایہ کے عالم تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انھوں نے اپنے پیشے کو ہر قسم کے علوم سکھا دیئے۔ انیس سال کی عمر میں ۱۲۱۸ھ میں ان کے والد نے ان کو درس و افتادہ کے اجازت دی۔ ان کے شاگردوں میں ان کے دونوں بھائی سید حسین (۲) اور سید علی (۳) کے علاوہ بہت سے ممتاز علماء شامل ہیں۔ ان کے تبحر علمی کا بڑا شہرہ تھا۔ شاہان اور ان کے بہت قدر کرتے تھے امجد علی شاہ نے ان کو سلطان العلماء کا لقب دیا تھا اور ان کے گھر خود جایا کرتے تھے۔ (۴)

سید محمد صاحب بڑے مجتہد اور شیعہوں کے امام تھے اس لئے اپنے مذہب سے متعلق بہت سی کتابیں لکھیں تحفہ اثنا عشریہ (منہجہ شاہ عبد العزیز صاحب) کا جواب لکھا ہے اس کے علاوہ اصل الاصول اساس الاصول شرح صغیر شرح سلم الصصام اللطاع (جس میں انھوں نے اہل سنت کے مذہب کو باطل قرار دیا ہے اور اہل بیت کا دشمن ثابت کیا ہے) حجالة النافعة علم کلام اور اصول دین میں ابرق الخاطف حضرت عائشہ سے متعلق الفوائد النصیریۃ احکام زکوٰۃ و خمس میں السیع الثانی قراءۃ و تجدید سے متعلق۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار رسالے تصنیف کئے۔ ان کی وفات ۱۲۸۴ھ میں ہوئی ان کی وفات پر کس نے تاریخ نکالی ہے۔ سنوں کتبہ و دین میں فتاد زجرات (۵)

(۱) متوفی ۱۲۳۵ھ تذکرہ ص ۶ نزہۃ ۱۶۶/۷

(۲) متوفی ۱۲۷۲ھ نزہۃ ۱۴۰/۷ (۳) متوفی ۱۲۵۹ھ نزہۃ ۲۲۳/۷

(۴) نزہۃ ۲۱۵/۷ (۵) ایضاً نزہۃ ص ۱۵۵ ج ۷

یہ رسالہ قرأت و تجوید سے متعلق ہے اور اس فن کی ضروری باتوں کی طرف اس میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اس میں ۲۵ ورق ہیں رامپور میں قلمی نسخہ موجود ہے (۱) اس کی ابتداء ان الفاظ سے ہوئی ہے۔

" افصح کلام ہر تلمذ البیان ترجمہ و ابلغ مقال ہکون علی سبیل النجاة دلیلا "

اس رسالہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

" ورجعت تلك الرسالة الضيفة والعلا لة الشريفة علی صبح

فوائد وسقيتها بالسبح الثانی "

ان ساتوں فوائد میں قرأت و تجوید وغیرہ سے بحث کی ہے اس سلسلہ میں احادیث و اقوال بھی پیش کئے ہیں قرآن مجید پڑھنے کے لئے حروف کے صحیح مخار کا علم ہونا ضروری وغیرہ کا پوری طرح سمجھنا صدق دلی اور صدق طبع سے ثابت کرنا ان سب باتوں کو بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

اس رسالہ کا اختتام اس عبارت پر ہوتا ہے۔

" وقد حررته بالاسمعجال وثبتت البال فی شهر الله الا عظم

شهر رمضان المعظم سنة الثامنة عشر ومائتين بعد الالف من الهجرة

المقدسة النبوية علی ما جرہا آلف من التحیات والصلوة و

اما العبد الفقیر الی الله الاحد السید محمد تاج وز الله حق

سیئاً ثم بحق جدہ محمد شفیع العذ نبین وآلہ الطاہرین

الطہیین سلام الله وصلواتہ علیہم اجمعین لنحم ما قبل سلام

الله فان سلامی لا یلیق بنا ہم والحمد لله اولاً

وآخر اوباً طناً وظاہراً فی من سئل لک واستغفر

قتاب علی العباد تمت با لخير۔

الامالی فی التفسیر و المواقظ

سید الملک* سید حسین بی دندار علی

مختلف قسم کے انداز تحریر اور مختلف موضوعات پر یہ کتاب ہے۔ اس میں تفسیر تو کہیں پر بھی نہیں بیان کی گئی ہے البتہ بعض سورتوں کی فضیلت اور ان کی اہمیت کا ذکر کیا ہے بالخصوص سورۃ فاتحہ کی فضیلت و عظمت کا تذکرہ مفصل طور پر ہے اس سلسلہ میں دوسرے بزرگوں کے اقوال اور روایات بھی پیش کی ہیں۔

کتاب بڑی غیر مرتب من ہے خراب حالت میں بھی ہے ایک بات ختم نہیں ہونے پاتی کہ دوسری شروع ہو جاتی ہے اور پھر اس کا پتہ کسی طرح نہیں چلتا کہ یہ کہاں ختم ہوئی۔ بیشتر جگہوں سے صفحات بھی فائب ہیں جس کی وجہ سے تسلسل سمجھنے اور عبارتوں سے مطلب نکالنے میں کافی مشکل ہوتی ہے کچھ جگہوں پر دوسرے مفسرین کی عبارتیں نقل کی ہیں اس کتاب میں زیادہ تر اوراد و اربعہ اور خوا غظ حسنہ ہیں۔ کچھ قصص قرآنی بھی بیچ بیچ میں بیان کر دئے ہیں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کے واقعات کہ انھیں نے کس طرح سے انگارہ چھو لیا اور اس کے بعد کے واقعات بھی بیان کئے ہیں۔

قرآن مجید کے قصوں اور بعض سورتوں کا ذکر ہے۔ کچھ واقعات شیعہ اماموں سے متعلق ہیں کہیں کہیں ہر قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کی فضیلت کا ذکر بھی ہے۔

بہت سی جگہوں پر درمیان میں کہیں کئی کئی صفحے سادہ ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے بیچ کی عبارتیں چھوڑ دی ہیں یا اگر یہ اصل مصنف کے قلم کی تحریر ہے تو ممکن ہے کہ ان کا ارادہ رہا ہو کہ بعد میں مکمل کریں گے اور پھر اس کا موقع نہ مل سکا ہو۔ بہر حال عجیب کتاب ہے۔ نہیں سمجھا جا سکتا کہ اس میں مصنف کیا کہنا چاہتا ہے اور کیا کہا ہے۔

سید تقی صاحب مرحوم کے کتب خانہ میں اس کا یہ نسخہ موجود ہے۔

سہیل الرسوخ فی علم الناسخ و المنسوخ (۱۲۹۳ھ)
عبد الکرم ٹونکی

مولوی عبد الکرم صاحب نے نواب ٹونک کی فرمائش پر یہ رسالہ عربی زبان میں منظرِ لکھا ہے اور پورا رسالہ ۱۷۴۲ اشعار پر مشتمل ہے بین السطور فارسی ترجمہ بھی دے دیا ہے۔ ۱۲۹۳ھ میں یہ رسالہ تالیف کیا گیا اور مطبع علوی سے شائع ہوا۔^(۱) یہ رسالہ چار ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں ترتیب نزول سور کی تفصیل ہے دوسرے میں اقسام سور بنا اعتبارِ ناسخ و منسوخ کا بیان ہے تیسرے میں احکام نسخے اس کی قسمیں آیات ناسخہ و منسوخہ کا ذکر ہے چوتھے میں آیات مخصوصہ سے بحث کی ہے۔

ترتیب نزول سور قرآن کو اس طرح بیان کیا ہے۔

اول ما نزل فی امّ القریٰ ۔۔۔ کما روی سلیمان اقرأ

نعم بعدھا المزمّل ۔۔۔ مدّ ترتیب اذا شمس نقل

نسخ اسم فاللیل فالنجر ۔۔۔ ثم الضحی الم نشرح فالعصر

فالعادیات کا اکثر الثکائر ۔۔۔ فسوره العاھون خذ ما یدکر

فانکافرون الفیل قل هو اللہ ۔۔۔ فالنجم ثم عیس اور ما رواہ "

غریب اسی انداز پر تمام سورتوں کا ذکر کیا ہے کہ کون سی سورۃ کس سورۃ کے

بعد نازل ہوئی ہے۔ پہلے مکی سورتوں کو بیان کیا ہے اس کے بعد مدنی سورتوں

کو اس ترتیب کے ساتھ کہ میں ۸۳ سورتیں اور مدینہ میں ۲۱ سورتیں نازل ہوئیں۔

دوسرے باب کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں ان سورتوں

کے نام ہیں جن میں نہ کوئی آیت ناسخ ہے اور نہ منسوخ ایسی سورتوں کی تعداد

۲۲ ہے دوسرے حصہ میں ان سورتوں کے نام ہیں جن میں ناسخ اور منسوخ دونوں

قسم کی آیتیں پائی جاتی ہیں ان کی تعداد ۲۵ بیان کی ہے۔ تیسرے حصہ میں ایسی

سورتوں کا بیان ہے جن میں فقط منسوخ آیتیں ہیں یہ ۴۰ سورتیں ہیں۔ چوتھے

حصے میں ان سورتوں کے نام ہیں جن میں منسوخ ناسخ آیات ہیں ایسی سورتیں

۶ ہیں۔

تیسرے باب کو در حصون میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے میں یہ رکھا ہوا ہے کہ نسخ کس طرح سے لاحق ہوتا ہے اور کس طرح سے نہیں۔ دوسرے میں نسخ کی ان اقسام کا ذکر کیا ہے جو قرآن کریم میں واقع ہوئی ہیں۔

"نسخ الكتاب اسرب ثلاثة فقرة ما حكمه نسخ والتلاوة
والنسخ نسخ الحكم لا التلاوة فقرة وابقیت تذکیرا للنسخة
وهو الذي ألف فيه الكتب فقرة وقل ذا والناس فيه اطيعوا
عشرون آيا بعضها اختلافا فقرة في نسخها فحلقن لتعرقا"

اس کے بعد اس میں ان آیتوں کا ذکر ہے جن سے دوسری آیات کو منسوخ قرار دیا گیا ہے تمام آیات اور احکامات کو بیان کر دیا ہے۔

چوتھے باب میں ان مخصوص آیات کا بیان ہے جن سے کچھ خاص خاص مسائل اور احکام مستنبط ہوتے ہیں یا جن سے بعض باتوں کو مخصوص کہا گیا ہے مثلاً

وخص فانكحوا طاب لکم بحرمات علیکم امہا نکم
وخص من آية حرّم الربوا بالصفة العرا یا فا مستطبا
وخص من آية قطع السارق سارق یا دون النصاب الا ثلث

اپنے انداز کے یہ نشی چیز ہے نظم ہی میں تمام آیتوں کا حوالہ اور ان کا بیان فقہی صلاحتوں کا ثبوت ہے۔ اس سلسلہ میں منصف نے ایک بات کا اور بھی خیال رکھا ہے فارسی ترجمہ تو بہین السطور موجود ہے حاشیہ پر بھی ضروری باتوں کی تشریح عربی میں کر دی ہے۔ اگر مشن کے درمیان میں کسی کا نام یا کوئی مشکل مسئلہ پیش آ گیا ہے تو اس کی وضاحت بھی حاشیہ پر موجود ہے۔ نسخ و منسوخ کی بحث میں کہیں کہیں پر حد ہتوں کے حوالے بھی پیش کرتے ہیں۔

آیات الہجاز

مولانا عبد الرشید کشمیری ۱۲۹۸ ھ

شیخ فاضل عبد الرشید بن محمد شاہ شویبان (کشمیر) میں پیدا ہوئے
 اور وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی پھر پھوپھال آئے نواب صدیق حسن خان نے
 ان کو محکمہ افتاء سپرد کیا بہت دنوں تک یہ اس کام میں لگے رہے پھر کسبالت پر
 نواب صاحب ان سے خطا ہو گئے اور ان کو جلا وطن کرنے کا حکم دیا مولانا
 عبد الرشید وہاں سے ہوشنگ آباد پہنچے اور وفات تک وہیں مقیم رہے۔
 ان کو علم و ادب سے گہری وابستگی تھی عربی زبان میں شصت بھی کہتے تھے
 ۱۲۹۸ ھ میں ان کا انتقال ہوا (۱)۔

ندوة العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نذرِ مصحف خود مصنف
 کے قلم کا موجود ہے (۲) جسے ۱۲۹۵ ھ میں نواب صدیق حسن خان کی فرمائش پر
 لکھا گیا تھا۔ اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

”الحمد لله الذي انزل الفرقان على عبدہ ليكون للناس
 نذيرا والصلوة والسلام على من خاطبه الله بقول قل لئن اجتمعت
 الانس والجن على ان ياتوا بخلاف هذا القرآن لا ياتون بمثله“
 خود مصنف نے اس کی تحریر کی وجہ یہ لکھی ہے۔

”ولقد فقد جرت مذاکرۃ بینہ و بین بعض الاجلة المضارع سوالہ
 سوال اهل الاہلۃ فی مقدار المعجز من الکتاب الذی وعد الله بحفظہ
 الی یوم الحساب فقلت انہم قالوا مقدارہ الصریحۃ والمعجزۃ
 یا قل منہا حقیقۃ مہجورۃ فتکاد اھود وقرناہ علی کما یتکاکون
 علی ذی جنۃ واطا لوانی الارزاء والملا مۃ السنتم زعما ضم ان هذا

قول محدث ما انباء به احد ولا حدث فالجانی هذا الى ان
احرر فی المسئلة ما بمصنف من الحاجة وينجى فشرعت بطول
الله فی جمع كلما نعم فی هذا الخصوص مراعى حق الجمع بين
المفسر والمفسر حالاً عكاظ التحقيق وخاطماً مهراق التدقيق
والتطبيق فوق بفضل الله ورحمته لدى الطبع اطرب من جنود
العلماء الجارى * س ۲

اس کے بعد نواب صدیق حسن خان کی تصنیف و توصیف ہے پھر اس کتاب کی
ترتیب کے متعلق لکھتے ہیں ۔ اسے تین ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے ۔

۱۔ پہلی فصل " حد الا عجاز و جودہ " ہے ۔ اس میں پہلے تو اعجاز " کے
لغوی معنوں سے بحث کی ہے مختلف اقوال پیش کئے ہیں ان کے نزدیک

اعجاز وہ ہے جو معنی کو تمام دوسرے طریقوں سے زیادہ بہتر اور اچھے
انداز میں پیش کر سکے ۔ " اعجاز القرآن " یہ ہے کہ بلاغت میں اس کی
مثال نہ مل سکے اور انسان اس جیسا کلام پیش کرنے سے قاصر ہو ۔

۲۔ دوسری فصل " فی ما نزل من القرآن علی لسان بعض الصحابة " اس کے متعلق
خود لکھتے ہیں ۔

" ہونی الحقیقة نوع من اقسام النزول " ورق ۵

اس میں انہوں نے یہ دکھایا ہے کہ قرآن مجید کی کون کون سی آیات اصحاب
رسول اللہ صلعم کی موافقت میں نازل ہوئیں اس سلسلہ میں مصنف نے روایات صحیحہ
سے ثبوت پیش کئے ہیں مثلاً ۔

" و اخرج مسلم عن ابن عمر عن عمر قال وا نكبت ربي في ثلاث في

الحجاب وفي اسارى بدر وفي مقام ابراهيم " س ۱۰

۳۔ تیسری فصل " فی قدر المعجز من القرآن " ہے ۔ اس فصل میں انہوں نے یہ

بحث کی ہے کہ قرآن کریم کی کئی مقدار معجزہ ہے ۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں
کہ سارا قرآن مجید اس ضمن میں آتا ہے اور بعض لوگ اس سے اختلاف کرتے
ہیں ۔ بہر حال سارا قرآن کریم تو کجا اس جیسی ایک آیت بھی نہ بے شرکی

جا سکتی ہے اور نہ آئندہ کی جا سکے گی ۔

اس کتاب میں انہیں مندرجہ بالا تینوں ضوابطوں کے تحت مسائل سے بحث کی گئی ہے چودہ صفحات کا یہ مختصر رسالہ خاصا جامع اور اچھے انداز کا ہے ۔
خاتمہ کی عبارت یہ ہے ۔

" قد فرغت من زہر هذه المجالة مسود تدا و بیعتھا فی جلستین
فی یوم واحد من وقت الا شراق الی وقت الغروب فی عمر شعبان
العظم ۱۲۹۵ ھ بمجلة العالیة الکریمة النواب
شاہجہان بیگم صاحبة الدرة الثیہ وفقھا اللہ تعالیٰ بمالہ
الاعمال واحسن عاقبتھا فی الحال والعال وانا الفقیر الجانی
ابوالفتح عبد الرشید الکا شمیری الشوبہانی عفا اللہ عنہ "

نبیل المرام من تفسیر آیات الاحکام نواب صدیق حسن خان قزوچی

نواب صدیق حسن خان اپنے دور کے اہم علماء میں سے تھے۔ "نبیل المرام من تفسیر آیات الاحکام" میں آپ نے ان آیتوں کی تفسیر بیان کی ہے جن کا تعلق احکام سے ہے اور جن سے مسائل نکلتے ہیں۔ اور جن کا جاننا شریعہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ ان کی یہ تصنیف شایع ہو چکی ہے۔

انہوں نے جو انداز اختیار کیا ہے اس کے سلسلہ میں خود لکھتے ہیں۔
 "ولم استغن فیہا نوصی من آیات الاحکام احدہما ما دل لہ
 بالضرورة اقوله سبحانه وتعالى واقیموا الصلوة واتوا الزکوة
 لا مان من جملة الا ان تشتمل الآیة من ذالک علی ما لا یعلم بالضرورة
 بل بالاسد لال فا ذکرہا لا جل القسم الا سدد لالی منہما کلمة
 الوضوء والتیم ونانہما ما انتلف المجتہدون فی صحة الاحتجاج
 فیہ علی امر مبین ولیس بقاطع الدلالة ولا واضحہا فانه لا یجب
 علی من لا یعتقد فیہ ولا لہ ان یعرفہ اذ لا ثمرۃ لا یجاب بصرفۃ
 الاسد لال بہ" ص ۲

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ محض وہ آیتیں انتخاب کی ہیں جن سے واضح طور پر مسائل مستنبط ہوتے ہیں تاکہ لوگوں کو کسی قسم کی الجھن اور پریشانی سے دوچار نہ ہونا پڑے اور ساری قرآن کریم کی کسی ایک مسئلہ میں ورق گردانی نہ کرنی پڑے۔

اس کتاب میں پہلے سورۃ کا نام لکھتے ہیں پھر یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ مکی ہے یا مدنی یا کسی آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں اور کسی مکہ میں۔ اگر اس سلسلہ میں اختلافات ہیں تو دونوں نقطہ نظر کا ذکر کر دیتے ہیں کہیں کہیں پریشان نزول بھی بیان کر دیتے ہیں: سورۃ الاسراء کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"وہی مکہ" قال ابن عباس ومثله من ابن الزبير الا انه استثنى الا ثلاث آیات قوله عز وجل: "وان کا دوا لیستغفرونک من الارض" نزلت حین جاء رسول اللہ صلعم وقد ثقیف وحين قالت اليهود لیست هذه بارض الانبیاء وقوله تعالى ان رک احاط بالناس وزاد مقاتل قوله ان الذین اوتوا العلم من قبله " ص ۱۵۹ نماز، زکوٰۃ، حج، نکاح، حرام و حلال وغیرہ کی آیات کی تفسیر پوری شرح و بسط کے ساتھ کی ہے۔ تفسیر کرتے وقت احادیث و اقوال اور اماموں کی آراء کو بھی پیش کرتے گئے ہیں۔ آیت کی تشریح اور مسئلہ کی توضیح کے بعد نتیجہ نکالنا قاری کے اوپر چھوڑ دیتے ہیں اگر کہیں ضرورت ہوتی ہے تو الفاظ کی لمبوی تشریح بھی کر دیتے ہیں۔ سورہ انعام کی آیت "ولا تسرفوا انه لا یحب المرفین" (۱) میں لکھتے ہیں۔

"ومثلها فی الاغراف ای لا تسرفوا فی التصدق واصل الا سراف فی اللغة: الخطاء" وفي الفقه: التبذیر وقال سفيان ما لغفت فی غیر طاعة الله تعالى فهو اسراف وان كان قليلا و قليل هو خطاب للولاء يقول لهم: لا تاخذوا فوق حکم وقليل المعنى لا تاخذوا الشئ بخير حقه ولا تضعوه فی غیر مستحقه " ص ۱۳۳ سورہ بقرہ کی اس آیت

"وقالت لهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله فان انتهوا فلا عدوان الا على الظالمين" (۲)

کی تفسیر یہ بیان کی ہے۔

"فيه الا مر بمقاتلة المشركين ولو في الحرم وان لم يبتدوكم بالقتال فيه الى غاية هي ان لا تكون فتنة وان يكون الدين لله وهو اندخول في الاسلام والخروج من سائر الاديان

المخالفة له فمن دخل الاسلام واقطع عن الشرك لم يخل
 قتاله - قيل المراد بالفتنة هنا الشرك والظاهر انها الفتنة
 في الدين - على عمومها - كما سلف - والمراد لا تعتدوا
 الا على من ظلم وهو من لم يمتنع عن الفتنة ولم يدخل في
 الاسلام وانما معنى جزاء الظالمين عدوانا مشاكلة كقوله
 تعالى وجزاء شتى شتى وقوله فمن اعتدى عليكم فاعندوا
 عليه * ص ۱۷

اسی انداز پر انھوں نے ۲۵۵ آیتوں کی تشریح و تفسیر بیان کی ہے -
 ان میں سے بعض سے بہت اہم مسائل نکلتے ہیں ان کی وضاحت پوری طرح
 سے کی ہے اور تمام بنیادی نیز فروعی باتوں پر پوری توجہ سے بحث کی
 ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ ان کا یہ کام زیادہ سے زیادہ مفید
 بن جائے -

مرآة التفسیر
ذوالفقار احمد نقوی بھوپالی

(۱۳۱۶ھ)

۷۲ صفحات کا چھوٹا سا رسالہ ہے جو "قصاۃ الا رب من ذکر علماء النحو والادب" کے ساتھ ایک ہی جلد میں موجود ہے۔ یہ مفہد عام پڑھنے آگرہ سے شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ میں مصنف نے تفسیر اور متعلقات تفسیر کا ذکر کیا ہے پہلے علم تفسیر کی تعریف کی ہے اور قدما کے اقوال سے اسکی اہمیت ثابت کی ہے اور اسکی غرض و غایت بھی بیان کی ہے۔ اس کے بعد متاخرین و متقدمین کی اہم کتابوں کے نام لکھے ہیں اور ان کی کیفیت بھی درج کی ہے ساتھ ہی ساتھ اگر کسی تفسیر میں کوئی خاص بات یا اسکی اہمیت ہے تو اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ یہ ایک قسم کا انڈیکس (Index) ہے جس سے مفسرین اور علم تفسیر پر جو کچھ بھی کام ہوا ہے اس کا پتہ چلا یا جاسکتا ہے اس نقطہ نظر سے اسکی اہمیت بہت ہے۔

(۱۳۲۵ھ)

جو اہر التزئیل

محمد رہاست علی شاہ جہان پوری

۱۳۲۵ھ میں یہ کتاب شاہ ماہریس شاہ جہانپور سے شائع ہوئی اس میں
۲۱۲ صفحات تھے آصفیہ لا ئیری میں موجود ہے ۔ اس کی ابتدا "ان الفاظ سے
ہوئی ہے ۔

" الحمد لله الذی خلق الانسان و علم السببان و نور قلبه
بنور الايمان و الصوفان و الصلوة و السلام الا ثمان و الا کملان
علی محمد الذی هو علی عظیم الخلق و المبعوث الی كافة الخلق "
اس کتاب میں پورے قرآن کریم کی تفسیر نہیں بیان کی گئی ہے بلکہ بعض
آیتوں کے مطالب پیش کئے ہیں خود انہی اس تصنیف کے متعلق لکھتے ہیں ۔
" ان هذا زیدة التزئیل و عدة الثاویل فی تفسیر بعض الآیات
التي تفید المومنین المخلصین فی الدین و تزیید الطالبین
الزاهدین فی البقین و ترغب فی الآخرة و تشفر من الدنيا
القانية و تشور بها الايمان و یقترب بها من الرحمن اللفته
بحون الله و توفیقه آخذ من کتب المعتمدة و تفاہیر المستعدة "
اس کے بعد انہوں نے ان تفسیروں کے نام لکھے ہیں جن سے انہوں
نے اپنی اس تفسیر میں استفادہ کیا ہے مثلاً تفسیر کبیر تفسیر ابن کثیر مدارک
جلالین کشاف تفسیر احمدی تفسیر حسی الدین ابن عربی معالم التزئیل
وغیرہ سے انہوں نے جایجا حوالے پیش کئے ہیں کتب احادیث سے بھی
بعض باتوں اور مسائل کے حوالے دئے ہیں صحیح بخاری مسلم ترمذی نسائی
ابوداؤد اور مشکوٰۃ وغیرہ قابل ذکر ہیں ۔ کتب فقہ سے بھی مدد لی ہے
ہدایہ در مختار طحطاوی وغیرہ سے مسائل حل کئے ہیں ۔ عقائد کے سلسلہ
میں شرح فقہ اکبر للملاطی قاری شرح عقائد نسفی کتب تصوف میں فتوح
الغیب للموت الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی الموارف شیخ شهاب الدین

سہروردی مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی وغیرہ سے استفادہ کیا
ہے اور ان تمام کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔
آکسم کے متعلق لکھتے ہیں۔

" قد اختلف المفسرون فی الحروف المقطعة التي فی اوائل
السور فضع من قال هي ما استأثر الله بعلمه فردوا
علمها الى الله ولم يفسروها حكاه القرطبي فی تفسيره
عن ابن بكروهم وثمان وعلی و ابن مسعود رضی الله عنهم
اجمعين كذا فی تفسير ابن كثير وفي روح البیان واعلم انهم
تألموا فی شان هذه الفواتح الکریم ما ارید بها فقیل انها
من العلوم المستورة والا سرار المحجوبة ای من المشابهة
الذی استأثر الله بعلمه وهي سر القرآن فنحن نؤمن بظاهرها
ونكل العلم فيها الى الله تعالى۔ وفائدة ذكرها طلب
الايمان بها نقل جرير فی تفسيره عن قتادة قال اسم من
اسماء الله تعالى وايضا نقل عن مجاهد قال آکسم اسم من
اسماء القرآن وقال بعضهم هو اسم للسورة وقال فی روح
المعاني والذي يغلب علی الظن ان تحقيق ذاك علم مستور
سر محجوب مجزت العلماء "

" هو الذي خلق لكم ما فی الارض جميعا " (۱) سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ۔
" وقد يستدل بهذا علی ان الاصل فی الاشياء الاباحة
كما فی الكواشي روح وفي روح المعاني واستدل كثير
من اهل السنة الحنفية والشافعية بالآية علی اباحة
الاشياء النافعة قبل ورود الشرع وفي در المختار ان
الفقهاء كثيرا ما يلهجون بان الاصل الاباحة "

اس کتاب میں صنف نے ۱۲۲ ضوان قائم کیے ہیں اور ہر ضوان کے تحت
آیت و ضروری تشریح اور اس سے متعلق احادیث و فقہ کے اقوال پیش کیے
ہیں۔ ضوانوں میں " افضل الايمان " اعمال التي يحبها المؤمن " التي صلح

ما ذون للشفاعة فی الدنیا" فی فضیلة الصدقة" فی ذم علماء السوء فی خصائص
 امة محمد" فی علامة قبول العمل" فی اتوبة" فی علم الضطق و النجوم والفلسفة
 "ان الحسنات یذہبن السمات" فی المصراج و اسرارہ" فی فضیلة ذکر اللہ" فی
 فضیلة الصلوة" فی فضیلة العلماء" لا ثواب للکفار فی الآخرة" قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح اور بھی بہت سے حواصی ہیں اور ان کے متعلق مفصل باتیں
 تحریر کی ہیں۔ تیسوں پر ارون سے لکھون نے آیات الگ کی ہیں اور ان سے جن

مسائل کا استنباط ہوتا ہے انہیں بیان کر دیا ہے قرآن کریم میں جو مختلف

قصے آکٹے ہیں ان کو بھی بیان کر دیا ہے مثلاً اصحاب اخذ و رکا قصہ ہے

نبی صلعم کی پیداوار، مصراج اور تبلیغ کا بیان ہے حضرت علی اور حضرت فاطمہ

کے نکاح کا ذکر بھی کیا ہے۔ نماز روزہ وغیرہ کے مسائل کو بھی بیان کیا ہے۔

علماء کی فضیلت ان کی اہمیت و ضرورت اور ان کے فرائض کے متعلق بھی بہت سے

باتیں لکھی ہیں۔ "توکل علی اللہ اور کسب حلال کی برکت کا ذکر کیا ہے

صبر کرنے والوں کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے غرض اس طرح سے بہت سے

باتوں کے متعلق لکھا ہے۔

"ایما تگرونوا یدرکم الموت ولو کنتم فی بروج مشدہ (۱)" کی

تفسیر اس طرح بیان کی ہے۔

"ای وان کنتم فی حصون اوقصور مرتفعة محکمة بالشہد و هو

الجہنم واجتمعت الامة علی ان الموت لیس له من معلوم

ولا اجل معلوم ولا مرض معلوم لیکون المرء مستعدا

لذالک قال علیہ السلام اکثر و اذکر ہادم اللذات یعنی

الموت والاشارة فی الآیة ان یا اهل البطالة فی زی

الطلبة الذین قلب علیکم الموی وجیب الیام الدنیا فانصدکم

عن طلب العولی ثم رضیت بالحیاة الدنیا واطمانتم بہا ایما

تگرونوا یدرکم الموت اضطراراً ان لم تموتوا قبل ان تموتوا

اختیاراً ولو کنتم فی بروج مشدہ"

اسی طرح سے " وَاذْكُرِ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِوا لَهُ وَانصتوا لِمَا يَكْتُمُونَ " (۱) کی تفسیر اچھی کی ہے اور اس سے جو مسئلہ یعنی انصت مقتدی " نکلتا ہے اس کو بھی پہنچا کر دیا ہے پوری لمبی بحث کی ہے اور یہ دکھایا ہے کہ قراءت خلف الامام کے متعلق کن لوگوں کی کیا رائے ہے اور اسے کتنے لوگ جائز یا مکروہ قرار دیتے ہیں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو " جہری " ہیں مکروہ مگر " ستری " ہیں جائز سمجھتے ہیں ۔ چار یا پانچ صفحوں میں یہی بحث ہے ۔ " کتب خیراتہ اخرجت للناس (۲) کی تفسیر میں امت محمدیہ کی بہت سی خصوصیات بیان کی ہیں اور یہ دکھایا ہے کہ ان کو فتح و نصرت اور ظہر ان کی نیکیوں حسن اخلاق اور دین پر اچھی طرح حاصل ہونے کی وجہ سے نصیب ہوا ۔ امت محمدیہ کی خصوصیات یہ قرار دی ہیں ۔

" ومن خصائص امته یؤمنون من قبورهم غیر المحجلین لا تجتمع علی الصلاة یومنون الفجار ویؤمنون من قبورهم الا برار یشیع الشهداء والعلماء والا ولہاء والا طفال والحفاظ یجیبون ملائكة الرحمة ھد موتھم وفی قبورھم من جاء بالحسنة فله عشر امثالھا " ۔

غرض یہ اور اسی قسم کی اور بھی خصوصیات بیان کی ہیں ۔
 " اما مرضا الامانة علی السموات والارض والجهال فابین ان یحملھا واشفقن منها وحملھا الانسان انه کان ظلوما جهولا " (۳)

میں امانت سے کیا مراد ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں ۔
 " واختلف فی ھذہ الامانة فقال ابن عباس اراد بالامانة الطاعة من الفرائض التي مرضھا الله تعالی علی عبادہ و قال ابن مسعود الامانة اداء الصلوة والیتا * الزکوة وصوم رمضان وحج البیت وصدق الحديث وقضاء الدين والمدل فی المکیال والمیزان وقال الامام الربانی المجدد الف شانی فی مکتوباتہ البراد من الامانة ھنا الخلافة ملخصا " ۔

(۲) سورة آل عمران آیت ۱۱۰

(۱) سورة الاحزاب آیت ۲۰۴

(۳) سورة الاحزاب آیت ۷۲

وجوه المعانی مع توجیہ الکلمات والمعانی

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۷۷ھ)

اس کتاب میں مولانا اشرف علی تھانوی نے قرآن مجید کے ان تمام الفاظ کی قراءتیں بیان کی ہیں جن میں اختلاف ہے وجہ تصنیف خود ہی یہ بیان کی ہے کہ مرصع سے پہلے ذہن میں یہ بات تھی کہ ایک ایسا رسالہ مرتب کیا جائے جس میں قرآن مجید کی ساتوں قراءتوں کا بیان ہو ان کے اعراب و توجیہات کا ذکر ہو تاکہ ہندوستانی طلباء کے لئے ان کا استفادہ کارآمد ہو اور ان کو اس فن کے سکھانے میں مدد ملے۔ اس کتاب کا انداز ایسا ہے کہ سب سے پہلے قرآن کا لفظ یا عبارت لکھتے ہیں پھر اختلاف بیان کرتے ہیں ساتھ ہی ساتھ راوی یا شیخ کا تذکرہ بھی کرتے ہیں اس کے بعد صرف و نحو کی باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس رسالہ کا ماحذ "الکتاب المکرم فی القراءات" (۱) اور تفسیر روح المعانی (۲) میں کتاب کے آخر میں کچھ ایسے اصول بیان کیے ہیں جن کی اکثر جگہوں پر ضرورت پڑتی ہے۔

ملک یوم الدین " کی قراءت میں جو اختلاف ہے اس کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"فہ قراءتان الاول مالک بالف بعد المیم لمعالم والکسانی
والثانية ملک بغير الف للباقیين وتوجیه الکل ظاہر"
سورة البلد میں "فک رقة لواطعام مسکین" کے بارے میں لکھا ہے۔
"فہ قراءتان الاولى برفع الکاف وجر رقة وکسر حمزة
اطعام وفتح المیم وبعد ما الف وفتح المیم متونة لتافع ولین
عامودعاصم وحمزة والثانية بنصب الکاف وريقة بالنصب واطعم

(۱) حصہ سہ ۱۲۱/۲ میں قاسم النوری مشہور کتابت راکتعا لعلوم ص ۱۸۱۲

(۲) مصنفہ محمود بن عبد اللہ الحسین الآلوسی متوفی ۱۲۶۱ھ ۱۸۵۴ع الاعلام ص ۳۸

بفتح الميمزة والعين والهميم بضمير عموين ولا الف بين العين
والهميم = "

اس طرح سے قراءت کے تمام اختلافات کو بیان کیا ہے۔ آخر میں اس فن سے
متعلق کچھ اصول بھی بیان کر دیئے ہیں جن میں ائمہ کئی باتوں کے حوالے موجود
ہیں اور جو تجوید سمجھنے میں مدد و معاون ہو سکتے ہیں یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

سبق الفایات فی نسق الایات
مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۲۷ھ)

یہ کتاب مطبع مجتہائی دہلی سے ۱۳۱۶ھ میں شائع ہوئی ہے
عثمانیہ یونیورسٹی لاٹھری میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر القرآن بکلام
الرحمن اور القطوف الدانیہ فی تحقیق الجماعۃ النانیہ کے ساتھ ایک ہی جلد
میں موجود ہے۔

مولانا تھانوی نے اس کتاب میں آیات قرآنی کا ربط اور مطالب اختصار
کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں سورتوں کا خلاصہ اور شان نزول بھی لکھ دیا ہے۔
خود اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں۔

"فہذا کتاب وجیز فی بیان الارتماط فیما بین الایات القرآنیۃ
والمصانی الفرقانیۃ اشددت الیہ الحاجة فی ہذا الزمان لکثرة
من یفتشون ہذا الشان ملقطا اکثرہ من الکبیر ومن ثم لم یحتج الی
التصریح بالنسبۃ الیہ وبمعصھا من تفسیر ابن السعور وقد اخیل
الیہ ولی مواضع شقی ما ورد علی ہذا المہین وقد افصح فیہ بقال
المسکین"۔

سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کے ربط اور ماضی کے متعلق لکھتے ہیں۔
"وجہ الناسبۃ بین آحاد الفاتحۃ واول البقرۃ ان المبدأ لما سأل
سأل الهدایۃ من اللہ تعالیٰ بقولہ اھدنا الصراط المستقیم اجاب اللہ
تعالیٰ سوالہ فقال ذاک ان کتاب لا یجیبہ ہدی للمتقین ای خذ ما سألت
من الهدایۃ فہذا الکتاب هو الهدایۃ"۔

ان اللہ لا یستحیٰ ان یضرب مثلا (۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
"اعلم انہ تعالیٰ لما بین بانہ لیل کون القرآن معجزا اور دھما

شبهة اوردھا الكفار قد حافى ذالك و اجاب بضمها و تقریر الشبهة
انه جاء في القرآن ذكر التحل و الذهاب و المنكوت و النعل و هذا
الا شياء لا يلق ذكرها بكلام الفصحاء فما شتمال القرآن عليها بقدر
في فصاحتهم فضلا عن كونه معجزا فا جاب الله تعالى عنه بان
صغر هذه الا شياء لا يقدر في الفصاحة اذا كان ذكرها مشغلا
على حكم بالغة " س ۵

اسی طرح سے مختصر انداز میں بہت سی آیات کا مطلب بیان کیا ہے سورۃ الفتح
کا خلاصہ لکھتے ہیں ۔

" ذکر اللہ تعالیٰ فی هذه السورة قصة الحسد بينه و ما روي
فيها من الحكم و المصالح مع البشارات للمؤمنين و التمهيدات للكافرين
و المناقبين و هذه خلاصة السورة كلها متصلة بعضها ببعض و لما
كان وجه الارتباط جليا فخر على لم يحتج الى التفصيل فما ذكرنا
من الاجمال كاف لمن يعد برار في التدبر " س ۱۳۷

اس کے بعد سورۃ النجم کا خلاصہ لکھتے ہیں ۔

" قال المسكين هذه السورة لها اجزاء في الجزء الاول و هو من
اولها الى قوله راي من آيات ربه الكبرى اثبات النبوة و في الجزء
الثاني الى قوله و هو اعظم بين امتدى بيان التوحيد و الاعراض
عن الشرك و تؤكد امرهم الى الله تعالى و في الجزء الثالث الى
آخر السورة بيان جزاء الاعمال و قيام الساعة فاشتملت السورة
الاصول الثلاثة التي هي لم مقاصد القرآن التوحيد و الرسالة
و الحشر فتبصر " س ۱۳۸

سورتوں کی شان نزول بھی لکھی ہے سورۃ المروج کی شان نزول بیان کرتے ہیں
" السورة وردت في تثبيت المؤمنين و تبصيرهم على اذى اهل
مكة و تذكيرهم بما جرى على من تلذذهم من الضرب على

اَلَا يَمَانُ حَتَّى يَقْتَدُوا بِحِمٍّ وَيَصْبِرُوا عَلَى اِذَى قَوْمِهِمْ وَ
 يَحْلُمُوا اِنَّ كَفَارَةً عِنْدَ اللّٰهِ بِمَنْزِلَةِ اُولَئِكَ " س ۱۴۲
 اسی انداز پر انھوں نے پورے قرآن مجید کی سورتوں کا خلاصہ
 ربط اور شان نزول کا ذکر کیا ہے ۔

الفاظ القرآن مستقی بہ نجوم الفرقان جدید لشرح آیات القرآن (۱۳۳۶ھ)
مولانا اہل اللہ فقیر اللہ

یہ قرآن کریم کے الفاظ کی فہرست ہے جن کی مدد سے کسی بھی آیت کو آسانی سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے اس قسم کی فہرستیں تیار کی گئی تھیں انہیں کتابوں میں مصطفیٰ بن محمد مقرب خان کی "نجوم الفرقان" کافی مشہور ہوئی دراصل فقیر اللہ صاحب کی یہ تصنیف مقرب خان کی کتاب کی مہذب شکل ہے۔

پہلے ہی صفحہ پر ایک چھوٹی سی نظم لکھی ہے۔

شکر للہ ہم فقیر اللہ • خادم سنت و کتاب اللہ
کردم ایجاد زان بطور جدید • تا شود بہر خاص و عام مفید
یعنی فہرست لفظہائے قرآن • بہر تخریج آیات الفرقان
صار لاہل القرآن و السنۃ • روضۃ من رہا فی الجنۃ
ہر کہ چند کلمے ازین ہستان • میشود جلد حافظ قرآن
دوستان را نصیب کن یارب • دشمنان را نصیب
ہست این تحفہ فقیر اللہ • ازلی خاص و عام خلق اللہ

اس کی تصنیف کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بسا اوقات آیات قرآنی کے معنی سمجھنے کے لئے ماقبل رہا بعد کے ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اس کے بغیر سارا مفہوم خبط ہو جاتا ہے اکثر حفاظ بھی پوری صحت کے ساتھ اس آیت کا حوالہ نہیں دے پاتے ہیں یا اگر کہیں کسی آیت کی تفسیر مفسرین کے بیان دیکھنی ہو تو بھی کافی دقت پیش آتی ہے کیونکہ یہ لوگ ایک آیت کا مفہوم جب پہلی جگہ پر بیان کر دیتے ہیں تو دوسری جگہوں پر محض اشارہ کر دیتے ہیں اس لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ آیت سامنے ہو لہذا کسی ایسی تصنیف کی ضرورت تھی جس میں کلام اللہ کے ہر ہر لفظ کا حوالہ موجود ہو اور ضرورت پڑنے پر اسکی مدد سے مطلوبہ آیت کو آسانی سے تلاش کر لیا جائے۔

اسی مقصد کے پیش نظر مصطفیٰ بن سعید نے اپنی کتاب " نجوم الفرقان " تصنیف کی تھی لیکن اس میں ۲۱ تون کی نشان دہی حروف ابجد کے حساب سے کی گئی تھی جس کا سمجھنا ہر ایک کے لئے آسان نہیں ہے اس مشکل کو حل کرنے اور کتاب کو زیادہ مفید بنانے کی مرض سے فقیر اللہ صاحب نے اس کو نئے اور آسان طرز پر جدید طریقہ سے مرتب کیا انھوں نے مقرب خان کے انداز ابجد کو چھوڑ کر حروف تہجی کے حساب سے اس کو ترتیب دیا ہے اس طرح سے یہ کتاب زیادہ مفید ہو گئی ہے اب اگر کوئی ۲۱ ت تلاش کرنی ہو تو اس سے کافی سہولت ہو سکتی ہے لیکن اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ ان کے بیان کئے ہوئے قواعد و ضوابط کو پہلے اچھی طرح سمجھ جائیں یہ کتاب اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ ۲۱ ت کی تلاش میں بہت زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑتی - یہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے اور ندوہ کے کتب خانہ میں مولانا شاہ حلیم عطا صاحب کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے -

ملخص التفاسیر

سید محمد ہارون زنگی پوری (۱۳۳۴ھ)

اس کتاب کا قلمی نسخہ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں موجود ہے۔ یہ قرآن مجید کی مکمل و مفصل تفسیر نہیں ہے بلکہ کچھ آیتوں کی تفسیر ہے اس کے علاوہ زیادہ تر باتیں متعلقات تفسیر کی ہیں اس کتاب کا محض یہی نسخہ پایا جاتا ہے یہ خود مصنف کے قلم کا مسودہ ہے۔

اس کتاب کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

”الحمد لله الذي انزل على رسوله كتاباً نقيماً لينذر بها ساءاً

شديداً من لدنه ويبشر المؤمنين وجعله نورا واما ما

وهدي للمتقين كتاباً اجزاء المصاحف ان يشقوا ضلالتهم

واي المصاحف ان يلحقوا آثامه اثاره مصباحاً يكاد يزيل

بعض ولولم تفسره وصاغه مفتاحاً يفتح به القلوب ارتاح

المكنونات وحجوبات الاسرار و اجراء بحر الابحر

صاب تناره“۔

اس کے بعد اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں۔

”فهذا ملخص التفاسير الملتقط من كلمات النحارير الماخوذ

من احاديث ائمة الله الخبير انقلبت فيه امر سيدى ومولائى

وسنادى واستاذى العولى الاعظم الجوالا فحم ذى النفس

الذكية والملكة الملكية العزيف الماهر النجم الزاهر القمر

الباهر الواقع الطائر الساكف السائر العالم القهيد المؤتمن

باقصة العصر ونادرة الزمن ملاذ الشهمة وحافظ الشريعة

العولى السيد الشريف نجم الحسن ادام الله نفاشاً محبوب

افاضاۃ واقام لنا اھاضیب الیاضاۃ و متنا بیقاۃ "

۱۔ کتاب مختلف ابواب کے تحت منقسم ہے ان ابواب کو " مقدمہ " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے پہلا مقدمہ اسامی القرآن و اوصافہ " کے عنوان سے ہے اس میں مختلف لوگوں کے حوالہ سے قرآن کے بہت سے ناموں اور اس کی صفوں کا ذکر کیا ہے اکثر نام خود قرآن کریم سے نکالے ہیں ۔

۲۔ دوسرا مقدمہ " فی ان القرآن بحر لا ینزف و غث لا ینقطع و فیه کل ما یحتاج الیہ الناس " ہے ۔ اس میں قرآن کریم کو ایسی کتاب ثابت کیا ہے جس میں ہر قسم کی اور ہر مسئلہ سے متعلق باتیں موجود ہیں انسانوں کو جن باتوں سے واسطہ پڑتا ہے اور مشکلات کے حل کی تلاش ہو وہ سب اس میں جامع طور پر موجود ہیں اگرچہ اس کے مصنف شہسی نقطہ نظر کے ہیں لیکن اس کتاب میں انھوں نے کوئی اس قسم کی بات نہیں کہی ہے جو اختلا فی ہو ۔ انھوں نے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ جب کوئی شخص کلام الہی کی تفسیر کرے تو اس کا یہ فرض ہے کہ خوب اچھی طرح سے مطالعہ کر لے اور قرآن کریم نیز دوسرے بزرگوں کی کتابوں کو پیش نظر رکھے اور جب خود تمام مسائل اور مشکلات کو اچھی طرح سمجھ لے تو پھر تفسیر کی کی طرف متوجہ ہو ۔ اس سلسلہ میں بھی انھوں نے قرآن مجید سے استنباط کیا ہے کہ تفسیر بالرائی ہونا چاہئے آیت پیش کی ہے ۔

" فاسئلوا اهل الذکر ان یتلکون (۱) "

۳۔ تیسرا مقدمہ " اعجاز القرآن " سے متعلق ہے اس میں انھوں نے قرآن کریم کے لغوی معنوی اور فنی اعجاز کو ثابت کیا ہے اسکی فصاحت و بلاغت کے ثبوت پیش کئے ہیں ۔ اس بحث میں مصنف نے قرآن کریم کی آیات نبوت کے طور پر نقل کی ہیں قرآن کریم نے جو پیش گوئیاں کی تھیں مثلاً " الہم ظہب الروم " یا " انذر تم ام لم تذرہم لا یؤمنون " وغیرہ ۔ ان میں

کتنی صحت تھی اور یہ کس انداز سے پوری ہوئیں یہ بھی قرآن مجید کا اعجاز اور عجائب اللہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اس میں قوانین محکمہ ہیں۔ تحریف و تفسیر ممکن نہیں ہمارے یہ اور مسائل ایمانیہ مکمل طور پر موجود ہیں قصص ماضیہ اور نصیحت کی باتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے۔ بہر حال ہر طرح سے یہ ایک جامع اور مکمل کتاب ہے۔ فرض جتنی باتیں بھی اعجاز قرآنی کے لئے ضروری تھیں سب اس میں موجود ہیں۔

۴۔ چوتھا مقدمہ " فی البیحت عن نقص القرآن و زیادتہ و تحریفہ و تفسیرہ " اس میں انہوں نے کافی توجہ اور محنت سے کام لیا ہے اور یہ دکھایا ہے کہ قرآن کریم میں کس بھی قسم کی کمی و زیادتی یا تحریف و تبدیلی نہیں ہے۔ یہ نبی صلعم ہی کے زمانہ میں " مولف " ہو چکا تھا اس کے علاوہ اس کی تلاوت مسلسل ہوا کرتی تھی۔ قرآن کریم پر جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ سب بے بنیاد اور بالکل غلط ہیں اس میں کسی قسم کی کمی کوئی گڑبڑ نہیں ہونے پائی ہے۔

۵۔ پانچواں مقدمہ " فی معرفۃ معانی وجوہ الآیات و معانی المتشابه و تاویلہ " اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ یوں تو کلام الہی بہت آسان اور سادہ زبان میں ہے لیکن اس کے باوجود اس میں کچھ ایسی باتیں ہیں جن پر زیادہ غور کرنے سے مسائل سامنے آتے ہیں اور اگر یہ نہ ہوتا تو اس کی بہت زیادہ اہمیت نہ ہو پاتی۔

۶۔ چھٹا مقدمہ " فی نبذ ما جا فی ان علم القرآن کلمۃ انما هو ضداہل البیت علیہم السلام " یہ ایک ایسا عنوان ہے جو خالص شیعہ نقطہ نظر کا حامل ہے قرآن اور اس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے پاس ان کے مراتب کے حساب سے موجود تھا۔ یہ درست ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کا تعلق آنحضور سے اور لوگوں کی یہ نسبت زیادہ تھا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ علم قرآنی میں بھی آگے بڑھ گئے تھے بہر حال یہ ایک

ایسا مسئلہ ہے جس میں مسلمانوں کے ان دونوں فرقوں یعنی شیعہ اور سنّی میں کافی اختلاف ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں اس باب کے تحت کوئی لمبی بحث نہیں کی ہے بس اپنی بات ثابت کی ہے کہ قرآن کریم کا مکمل علم اہل بیت کو دیا گیا تھا۔ نبی اکرم سے روایات نقل کی ہیں کہ انھوں نے حضرت حسین و غیرہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر علم کی تلقین کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ "قد امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقتدی بالقرآن وآل محمد" پھر حلقی اس سلسلہ میں ساری باتیں کی ہیں۔

۷۔ ساتواں مقدمہ " فیما ورد من فضل العداۃ علی تلاۃ القرآن و آدابھا وما یشملق بھا "۔ اس سلسلہ میں انھوں نے فضائل قرآنی کا ذکر کیا ہے اور اس سے کہا فوائد میں بیان کیا ہے۔

۸۔ آٹھواں مقدمہ " فی بیان الفرض المقصود من هذا التفسیر وما ینبت علیہ فی التحریر "۔ اس میں انھوں نے اپنے طرز تفسیر اور انداز بیان کے متعلق لکھا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ اس تفسیر کو لکھتے وقت ان کے پیش نظر کیا باتیں تھیں۔

ان آٹھ مقدموں کے بعد انھوں نے تفسیر شروع کی ہے تفسیری نقطہ نظر سے کوئی بات قابل ذکر یا اہم نہیں ملتی بس سیدھے سادے انداز میں مفہوم بیان کر دیا ہے الحمد شریف کی تفسیر کرنے کے بعد " تفسیر آیات التوحید " کا باب قائم کیا ہے یہ کتاب کا پہلا باب ہے اس میں انھوں نے ان آیتوں کی تشریح و توضیح کی ہے جن سے توحید ربانی ثابت ہے۔ دوسرے باب میں " فی الزمان والمکان " ہے اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔

کتاب کا اختتام اس عبارت پر ہوتا ہے۔

" من ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قوله تبارک وتعالی ما یكون

من نجومی ثلثة الا هو ربهم ولا خمسة الا هو سادسهم ولا

ادنى من ذلك ولا أكثر الا هو مضمون انما كانوا
 فقال هو واحد احدى الذات باين من خلقه وبذلك
 وصف نفسه وهو بكل شئ محيط بالا شراف والا حاطة
 والقدرة لا ينضب عنه فقال ذرة في السموات ولا
 في الارض ولا اصغر من ذلك ولا اكبرها لا حاطة
 بالعلم لا بالذات لان الا ماكن محدودة تحويها
 حدود اربعة فاذا كان بالذات لزوم الحواجز

(۱۳۲۲ھ)

کنز العتبات

حافظ محمد محبوب علی انجنیئر

یہ کتاب دائرۃ المعارف سے ۱۲۲۲ھ میں شائع ہوئی ہے اس میں ۲۰۲ صفحات ہیں۔ اپنے انداز کی غالباً یہ پہلی کتاب ہے اس میں مصنف نے ایسے آیتوں کو جمع کیا ہے جو ایک دوسری سے مشابہت رکھتی ہیں اسکی وجہ تصنیف خود یہ لکھی ہے کہ ان کو اس قسم کی کتاب کی تلاش تھی مگر نہ مل سکی اس لئے اس کو مرتب کیا۔ شروع میں ان کو ۸۰۰ آیتیں اس قسم کی ملی تھیں کتاب کے مطبع میں جانے کے بعد ان کو ۲۲۶۰ آیتوں کا اور علم ہوا اور اس طرح سے ۱۰۶۰ آیتیں متشابہات میں سے نکلین۔ آیتات متشابہات دو قسم کی ہوئی ہیں ایک ثبوتی جن کا تواتر الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسری قسم میں وہ آیتات ہیں جو بیحد تواتر ہوئی ہیں۔

اس کتاب کے شروع میں انھوں نے ایک مقدمہ لکھا ہے جو عربی اور اردو دونوں میں زبانوں میں ہے اس میں انھوں نے اس تصنیف کے متعلق بہت سی باتیں لکھی ہیں اور اس سے استفادہ کرنے کے طریقوں کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ انھوں نے آیتات متشابہات کے اخذ کرنے میں کیا طریقہ اختیار کیا ہے اور کس قسم کی آیتوں کو لے لیا ہے اور کس قسم کی آیتوں کو چھوڑ دیا ہے۔ ہر سورۃ کی آیتیں الگ الگ کر کے لکھی ہیں آیت اور رکوع کا نمبر بھی درج کیا ہے۔ یہ کتاب بالخصوص حفاظ کے لئے زیادہ مفید و کارآمد ہے۔ آخر میں ایک فہرست ہے جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے تمام الفاظ لکھ دیئے ہیں اور آیت کا نمبر بھی دے دیا ہے تاکہ تلاش میں آسانی ہو۔

کتاب مفردات القرآن
 حمید الدین الفراهی
 (۱۳۲۶ھ)

مولانا حمید الدین صاحب دور جدید کے بہت زبردست عالم تھے فلسفہ منطقی علم کلام اور علوم قدیمہ کے ساتھ ساتھ ادب عربی کا مطالعہ بھی انہوں نے بہت گہرا کیا تھا۔ ان کا سب سے بڑا اور اہم علمی وقتی کارنامہ "نظام القرآن" کی تصنیف ہے موسوف نے قرآن کریم کا مطالعہ بہت ہی اچھی طرح سے کیا تھا اپنی یہ عظیم تفسیر لکھتے وقت انہوں نے جو انداز اختیار کیا ہے وہ ہندوستان میں نہیں بلکہ کسی دوسرے عربی ملک کے مفسر کے یہاں بھی نظر نہیں آتا انہوں نے معانی و بیان اور لغت کی تشریح کے ساتھ ساتھ جس بات پر بہت زیادہ توجہ دی ہے وہ ربط آیات ہے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ سارا کلام پاک منظم ہے۔ ایک آیت دوسری سے اور ایک سورہ دوسری سے منسلک ہے یہ کام اور لوگوں نے بھی کیا ہے لیکن جس تفصیل اور مدلل انداز سے انہوں نے کیا ہے کسی دوسرے کے یہاں نظر نہیں آتا۔

کتاب مفردات القرآن کی وجہ تصنیف خود انہوں نے یہ بیان کی ہے۔
 "فہذا کتاب فی مفردات القرآن جملۃ معان حول الیہ فی کتاب نظام القرآن لکیلا نحتاج الی تکرار بحث المفردات الا فی مواضع يسيرة یكون فیہا الصحیح غیر المشہور نذکر بمقدار ما تطمئن بہ القلوب الحلیمۃ ولا نورد فی ہذا الکتاب من الا لفاظ الا ما یقتضی بیاننا وایضاحا"
 اس کے بعد انہوں نے اس کتاب کے متعلق ضروری باتوں کا ذکر کیا ہے جس میں کتاب لکھنے کا مقصد اور اس کی ضرورت اصول لسانیات وغیرہ کا بیان ہے۔ یہ بھی دکھایا ہے کہ قرآن مجید غریب الفاظ سے خالی ہے ضبط و نظم میں لائق ہے۔ عربوں کے خطبوں اور ان کے اشعار و محاورات سے کہیں زیادہ آسان ہے۔ انہوں نے ۷۷ ایسے الفاظ منتخب کئے ہیں جن کی تفسیر عام طور سے علما و مفسرین اچھی نہیں کی ہے۔ یا جن کی تفسیر میں غلطی ہوئی ہے۔ الفاظ کی

تشریح کرتے وقت لغوی معنوں کی توضیح کرتے ہیں۔ قرآن کریم صحیفہ اولیٰ اور اشعار عرب سے مثالیں پیش کرتے ہیں۔

”الآل“ کی تشریح مدلل طریقہ پر کی ہے لکھتے ہیں۔

”اجمعوا علی ان معناه النعم ولكن القرآن و اشعار العرب

یاء و الظاهر ان معناه الفصال العجیبة فارسیہ ”کریمہ“

كان غالب فصالة تسمی الرحمة ظنوا ان الآل هي النعم والرواية

عن ابن عباس رضى الله عنه حملتهم على هذا ولكن السلف اذا سئلوا

اجابوا بحسب السؤال والمراد المخصوص في موضع مسئل هو . و

هذا الظن فتح لهم نفذا الى تبديل معنى الى ”قوله تعالى“ وجوه

بومئذ ناضرة الى ربها ناظرة“ فقالوا ان ”الى“ واحد الآل

وليس في كلام العرب له مثال ولكنهم زعموا ان الا على اراد هذا

في قوله

ابيض لا يربى الهزال = ولا يقطع رحما ولا يخنون الا

قال ابن دبريد ”وقد خففت العرب الال“ اما القرآن فقوله تعالى

فيا اي آلاء ربك تتبارى هذا نذر من النذر الا ولي

بعد ذكر اهلاك الاقوام وهكذا في سورة الرحمن واما كلام العرب

فقال طرفه =

كامل بحمل الال = نبيه سيد سادات خضم

وقال ميتة بنت ضرار ترضى اخاها =

كریم تناء و آلاءه = وكافي المشهرة ما غالبا

وقال الا جدع الحمداني =

ورضيت الال الكعبت فمن بيع = فرما فليس جوادنا بجماع

وقالت الخنساء =

فيك اخاك لا لا = اذا المجد ضيحه السامحونا ”س ۱۱

تمام مشکل الفاظ کی تشریح میں لغوی سے پیشتر یہی طریقہ استعمال کیا ہے

اس سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ اشعار عرب اور عربی الفاظ کے استعمال پر ان کی نظر

کتیں اچھی ہے۔

اس طرح ہے ابن اللہ و الرب والا ب ص ۱۶ الا سلام ص ۲۱ الحکم
والحکمة ص ۲۲ الصلوة ص ۵۲ صدق العالمین ید بہ ص ۶۴ النصیری ص ۶۹
ہا دوا ص ۷۰ وغیرہ کی تشبیح بہت ہی مفصل اور مدلل کی ہے۔ اس سلسلہ میں
توراة وانجیل اور خود قرآن کریم سے مثالیں پیش کی ہیں اور مطالب کی توضیح
کی ہے۔

" الفتنہ " کی تشبیح بھی اچھی کی ہے۔

" الفتنہ لکل ما یستہربہ عقل الانسان وعزمہ من لذة او الم فتنہ
امتنہ قال اللہ تعالیٰ وفشاک فتونا " و من فتننا المرء ولم یتم
والشیطان اغواء وفتنت الذہب ادخلتہ فی النار لتظن ما جودتہ
ومنہ دینار مذنون ورق فتمین ای فتنہ محرقہ یقال للحرۃ فتنہ کان
حجارتہا محرقہ فکل ذالک وجوہ لمعنی واحد فقوله تعالیٰ "
یفتنون " فی سورۃ الذاریات یلمح اولا الی معنی الا حراق و
ثانیا الی ان ہذہ النار ما فتنم بہ فی الدنیا من شہواتہا و
زخارفہا الثی انستکم ہوم الدین فصرتم فی غرارتہا سا مہن " ۵۹

نجوم الفرقان

مصطفیٰ بن محمد سعید جونپوری

جونپور کے رہنے والے تھے لیکن بعد میں اورنگ آباد میں سکونت اختیار کر لی۔ علوم ادبیہ میں ایک خاص درجہ رکھتے تھے اور اعظم میں عالمگیر کے ندیوں میں سے تھے۔ وہ ان سے تمام مسائل میں مشورہ کرتا تھا اور بیشتر وقت اپنے ہی ساتھ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ اورنگزیب کو ان سے کسی معاملہ میں بدگمانی ہو گئی اس نے ان کو معزول کر کے حج کے لئے بھیج دیا۔ حج کے بعد یہ ہندوستان واپس آئے تو اورنگزیب سے فقیروں کے ہمیں ملاقات کی۔ عالمگیر نے فوراً یہ مصرعہ پڑھا ہے

بہر صورت کہ آتش میں شناسم

محمد اعظم نے ان کی بہت سفارش کی مگر عالمگیر کا دل ان کی طرف سے صاف نہ ہوا (۱)۔ تفسیر سے متعلق ان کی کئی تصانیف کا ہمہ چلتا ہے۔ نجوم القرآن جس کا ذکر آگے آئے گا۔ اما رات کلام الرحمن فارسی زبان میں تخریج آیات سے متعلق اچھا رسالہ ہے اس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے ایک اور رسالہ اقسام آیات قرآنیہ کے نام سے بھی لکھا تھا۔ یہ کتاب قرآن مجید کی آیات کی تخریج کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کے متعدد قلمی اور مطبوعہ نسخے عربی اور فارسی میں ملتے ہیں اس کا اندازہ نہیں ہو سکا کہ پہلے کس زبان میں لکھی گئی تھی۔ عربی نسخہ کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

”الحمد لله الواحد الذی جعل آیات الکتاب معجزا

ومحمد یا الی سبیل الهدایات۔“

اس کے بعد اپنا نام اور اپنی تصنیف کے متعلق ہر لکھتے ہیں۔

” اما بعد فان الفقير الحقير الخادم لا ريب اب الفضل والاصطفا
 ابن محمد سعيد مصطفى الذي هو بحسبه ونسبه في سلك اقا في
 الكاس منسوب ومقتن كساها الله سبحانه وجعلها من
 صاده الذين اصطفى بحجة السطحي ومحبة الفطري صرف
 كثر الاوقات في مجالس العظما والفضلا بسبب حضوره في
 هذه المجالس العظما شغفه حبا في معرفة لطائف كتاب
 الالهي لانه مرآة ارنا الاشياء كما هي فحينئذ يقع فيها التحقيق
 في معنى الآية اوبهان نكتة التفسيرية فبسبب عدم تذكرو السابق
 واللاحق في هذه الآية المقصودة وعدم اطلاع محله ومكانه
 ادراك نكاته ورفع شكوكه وشبهاته لا يحصل الا بالتعب والتأخر
 لان حضور الحفاظ في كثر المجامع والمحال مقلل لا مكر ومع
 وجودهم احيانا يقع علينا ايضا صعوبة استخراجهم مع التحسر
 والتفكر فلما كان هذا المعنى في خاطر العالم والمسلم شفعا
 مع التكرار وصل في هذا الحاضر الفا طر ان يولف كتابا مختصرهمين
 المحل والسابق واللاحق في كلمات كتاب الله سبحانه وقد
 وتعالى العوفق ”

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس فن میں بہت سے لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں
 جو نظر سے گذر رہی لیکن وہ سب بڑی ضخیم اور بہت زیادہ مفصل ہیں جس کی
 وجہ سے ان سے حسب دلخواہ فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ اسی نقطہ نظر
 سے میں نے مختصر طریقہ پر یہ کتاب تصنیف کی ہے۔ اس کا سن تصنیف
 انھوں نے اورنگ زیب کا ۳۴ وان (۱) سنہ جلوس لکھا ہے۔ اورنگ زیب کی
 بہت تصنیف کی ہے اور اپنی اس تصنیف کو اورنگ زیب ہی کے نام معنون کیا ہے۔
 کتاب کے مقدمہ میں اس سے فائدہ اٹھانے کے اصول وقواعد بیان
 کئے ہیں انھوں نے بھی وہی انداز اختیار جسے عام طور سے لوگ تخریج
 کے سلسلہ میں استعمال کرتے ہیں کسی لفظ کو کسطرح تلاقی کرنا چاہئے

اس کے متعلق خود لکھتے ہیں ۔

" اعلم اذا اريد استخراج كلمة واحدة في القرآن المجيد
فنبني ان ينظر بان هذه الكلمة فيه اهو متعدد وقوعه
ام لا فان كان غير متعدد الوقوع فكانه المتعين يظهر في
اول مرة في هذا المختصر وان كان متعدد او قوعه يوجد
ذكر هذا الكلمة في اماكن متعددة واذا اراد الطالب في لفظ
بكثر وقوعه في القرآن ان يتعين مكانه المطلوب فلا بد له
ان ينظر ان هذا الطالب يريد عقبه للفظ اخر او لا وان
كان غير مرید به فيظهر له ان يتعين في هذا المختصر مكانا
مشتركا بين هذين الكلمتين وان كان المكان المشترك بين
الكلمتين ايضا متعدد فلا بد له ان يتعين في هذا المختصر مكانا
مشتركا بين الكلمتين الثالث ايضا رقس على هذا * -

مصنف کی دونوں تصانیف میں نجوم الفرقان اور امارات کلام الرحمن
دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں یکساں ہیں ایک ہی قسم کی عبارتیں
ہیں ایک ہی قسم کے نمونے اور حوالے ہر اصنافی فرق معلوم ہوتا ہے کہ
دونوں کا مقدمہ مختلف ہے نجوم الفرقان اور نگزہب کے نام معنوں سے
دوسری کسی کے نام نہیں ۔ کسی آیت کی تلاش کے لئے جو نمونہ خود انہوں
نے پیش کیا ہے وہ بھی دونوں میں یکساں ہے ۔ بہر حال تخریج آیات
کے لئے دونوں میں کتابیں اچھی سمجھی جاتی ہیں ۔ کسی آیت کو کس طرح
تلاش کیا جائے اس کے متعلق خود لکھتے ہیں کہ اگر " ان الله يامر بالعدل
والاحسان " کو تلاش کرنا ہو تو یوں کریں گے ۔

" فاذا اراد الطالب في الآية المذكورة ان يقرر مكانها
المتعين فلا بد له ان يتعين كلمة يامر على ترتيب حروف
التهجى مع مراعات علاماته المتعلقات فيظهر بان الكلمة
المذكورة متعددة وقوعه ومع هذا فالمتعين بمكان الآية
المذكورة في كلمة يامر مستقما جميع اماكنه مستلزم

بالتطويل ومنع للوقت ولهذا لا بد ان يتبعين من هذه
 الآية ايضا كلمة العدد فيظهر ان هذين الكلمتين مشترك
 ايضا في ركوع الخامس من جزء الخامس وفي ركوع السابع
 عشرو التاسع عشر من جزء الرابع عشر فلما اشترك
 اللفظان في ثلثة مواضع فلا بد له ان يتبعين كلمة احسان
 ايضا فيظهر ان هذه الكلمات الثلاث لا تجتمع الا في
 ركوع التاسع عشر من جزء الرابع عشر فسلم ان الآية
 المذكورة واقعة في ركوع التاسع عشر من جزء الرابع
 عشر -

رسالہ در بیان اقسام آیات قرآنہ

اکٹھ اوراق کا یہ رسالہ لکھنؤ کے ناصر بہ کتب خانہ میں اچھے حال میں موجود ہے (۱) اس کے مصنف کا کسی طرح سے پتہ نہیں چلتا کتاب کے شروع میں کسی نے لکھا ہے کہ "مؤلف هذا الكتاب معاصر السلطان قطب شاہ فی دکن"۔ اس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس عہد میں کسی نے لکھا ہوگا (۲)

(۱) (۲) اس رسالہ میں مصنف نے قرآن مجید کی آیتوں کو مختلف عنوانوں کے تحت الگ الگ تقسیم کیا ہے اور اس تقسیم کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف الفاظ کی توضیح بھی کرتے ہیں۔ ابتداً ان الفاظ سے موقی ہے۔

"بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله العدل ذي العظمة و الجبروت"۔

اس کے بعد یہ بیاں کرتے ہیں کہ قرآن مجید کا اچھا عالم کون ہو سکتا ہے۔

"واعلموا رحمكم الله انه من لم يعرف من كتاب الله عز وجل الناسخ من المنسوخ والخاص من العام والمحکم من المثنى به والرخص من التعميم والمكي والمدني واسباب التزيل والجمع من القرآن في الفاظه المنقطعة والمولفة وما فيه من علم الفصا"

(۱) نمبر ۶۹ (تفسیر)

(۲) زبید احمد نے اپنی کتاب میں مصطفیٰ بن محمد سمید کے ایک رسالہ اقسام آیات قرآن کا ذکر کیا ہے (۳) ممکن ہے یہ وہی رسالہ ہو۔ مصطفیٰ بن محمد سمید حج سے واپس گئے بعد کچھ دن اورنگ آباد

میں رہے ہیں چونکہ ان کا سن وفات نہیں معلوم ہے اس لئے یقین سے تو یہ بات نہیں کہی جا سکتی ہے لیکن گمان غالب یہی ہے کہ یہ رسالہ انہی کا ہے۔

والقدر والتقديم والتاخير والبيان والمعيق والظاهر
والباطن والايتاء من الانتها* والسوال والجواب
والقطع والوصل والمستثنى منه والجارفیه والصفة لما
قبل مما يدل علی ما بعد والموکد منه والفصل وعزائمه
ورخصه ومواضع فرائضه واحکامه ومعنی حلاله و
حرامه الذی هلک فیہ الملحدون والموصول من الالفاظ
والمحمول علی ما قبله وعلی ما بعده فلیس بعالم القرآن*
(ورق ۲ ب)

اس رسالہ میں انہوں نے الگ الگ جھوٹے چھوٹے ضوان قائم کئے ہیں
جن کے تحت اس ضوان سے متعلق ضروری باتوں کی تفسیر بیان کرتے ہیں ۔
مثلاً تفسیر المحکم من کتاب اللہ * اول ما انزل اللہ من القرآن * " تفسیر
الضلال " " تفسیر الہدی " " تفسیر الوحی " " تفسیر الخلق " " تفسیر
القضاء " " تفسیر النور " " تحریقات القرآن " " تفسیر وجوہ الشریک " " ما جاء فی القصص وافسانها " " رد علی من انکر حدوث العالم " " تفسیر
الایمان ودرجاتہ " وغیرہ

تفسیر الخلق کے سلسلہ میں لکھتے ہیں ۔
" وسالوه صلوات اللہ علیہ عن متشابہ الخلق فقال
هو علی ثلاثة اوجه ورابع فضع خلق الاختراع فقولہ
سبحانه خلق السموات والارض فی ستة ايام واما خلق
الاستحالة فقولہ تعالیٰ یخلقکم فی بطون امها ثم خلقا
من بعد خلق فی ظلمات ثلاث وقولہ تعالیٰ هو الذی
خلقکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة
مخلقة وغیر مخلقة لتبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء واما
خلق التقدير فقولہ لیس علی السلام واذ خلق لکم

من الطین کهيئة الطیر واما خلق التفسیر فقولہ
 تعالیٰ ولا مرتحم فلیفسر خلق اللہ "۔
 کتاب کا احتتام اس عبارت پر ہوتا ہے۔
 " تعوذ باللہ من الضلالة بعد العدی واتباع
 الموی وایہام تستمعین علی ما یقریب منہ اسمہ
 سمیع مجیب تمت الكتاب "

رسالہ رسم خط کلام اللہ

محمد کا مل چریا کوٹی

قرآن مجید کے مختلف الفاظ کے رسم خط کو واضح کیا ہے۔ الفاظ کو بیان کرنے سے پہلے سورۃ کا نام اور آیات کی تعداد بیان کی ہے۔ ابتداءً ان الفاظ سے ہوتی ہے۔
 "بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الفاتحہ مکہ وہی سبع آیات
 مع البسملۃ العلمین الرحمن ملک"

رسم خط قرآن پر اس سے پہلے رسالہ موجود ہیں اس میں نہ تو کوئی مقدمہ ہے اور نہ ہی کوئی ایسی عبارت جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ یہ اس میں کیا بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آخر کی بعض صورتوں کی ابتداءً میں لکھتے ہیں "دریں سورہ لفظی غیر مشہور نہایت" اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں ان الفاظ کے رسم خط کو دکھا یا ہے جو غیر معروف ہیں لیکن اصل کتاب دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے مثلاً الکُتُب رزقُہم نوحاً بنفست ام تستلہم وغیرہ غیر مشہور الفاظ نہیں ہیں۔ بہر حال یہ ابتداءً قرآن مجید سے ختم قرآن تک ہے۔ سورۃ الناس آخری سورۃ ہے جس میں کوئی غیر مشہور لفظ نہیں ہے اس کی کتابت ۱۲۶۷ھ کی ہے۔ اس کا نقلی نسخہ جو اہرمیوزیم ملی گزرا میں موجود ہے نمبر ۲۲۲ ج ۷۔

مشکلات القرآن

مولانا محمد انور شاہ کشمیری

یہ کتاب قرآن مجید کی مکمل تفسیر نہیں ہے بلکہ محض ان آیات کی مولانا انور شاہ نے توضیح کی ہے جن کو مشکل تصور کیا ہے۔ یہ توضیحات بیشتر عربی میں اور چند جگہوں پر فارسی میں ہیں۔ اس سلسلہ میں انھوں نے احادیث و اقوال اور کتب سیرو تاریخ سے بھی مدد لی ہے بعض دوسری اہم تفسیروں سے بھی اقوال نقل کئے ہیں ضروری اور تشریح طلب باتیں حاشیہ پر بھی لکھی ہیں۔

کتاب کے شروع میں بہت طویل سا مقدمہ مولانا محمد یوسف بنوری کا ہے جس میں انھوں نے مولانا کے حالات زندگی لکھے ہیں اور علوم قرآنی اور روز تفسیر سے بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کی تفسیروں کا ذکر بھی کیا ہے اور ان کے متعلق اپنی رائے بھی لکھی ہے۔ تفسیر کے ضروری قواعد و ضوابط قرآن کی اہمیت اس سے متعلق علوم کا حاصل کرنا اہل حق و اہل باطل کی تفسیروں کا فرق۔ شکوک و اوہام کو دور کرنے اور تفسیر کو زیادہ واضح انداز پر بیان کرنے کے لئے کہا۔ باتیں ضروری ہیں اور اہم قسم کی بہت سی اہم اور ضروری باتوں کو یہاں کہا ہے۔

قبلہ کی بحث میں "فلسولیک قبلۃ ترعنا (۱) انس" کی تشریح یوں کی ہے۔

"انجاز للودود و هو ایضا حکم التحویل اصلہ خطا بالہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا متہ ثم بصرہ وجہہ ثم قال ومن حیث خرجت قول وجہک شطر المسجد الحرام ذکر الحکم السفر ثم قال ثانیاً ومن حیث خرجت قول وجہک شطر المسجد الحرام وحیثما کنتم فولوا وحوکم شطرہ نکاتہ بیان لحکم السفر لهم باعادة اسم ما استوفی عنہ فاعتبرہ ان شئت" (۲)

(۱) سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۴ (مسنف کے حالات کے لئے اس کتاب کا مقدمہ ملاحظہ ہو۔)

اسی طرح سے بعض جگہوں پر بڑی لمبی بحثیں کی ہیں اور اہم تفسیروں اور تاریخی کتابوں سے عند پیش کی ہے۔ مثلاً

"وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته" (۱) (سورة النساء آیت ۱۵۸)

کی تفسیر میں بہت لمبی بحث کی ہے جس میں زیادہ زور بیان "قبل موته" کے الفاظ پر ہے اس میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ایمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہے۔

اسی طرح سے انہوں نے پوری تفسیر میں دلائل کے ساتھ اپنی بات پیش کی ہے۔ کتاب کی ترتیب وغیرہ مولانا محمد یوسف بنوری نے کی ہے۔

مقدمہ تفسیر فتح العزیز
مولانا عبد العزیز

زعیم احمد صاحب نے اسے شاہ عبد العزیز دہلوی کی تصنیف کہا ہے^(۱)۔ مولانا عرش صاحب نے بھی رامپور کے کتب خانہ کی نئی فہرست میں اسے شاہ صاحب کی تصنیف قرار دیا ہے^(۲)۔ اس کا محض ایک ہی نسخہ رامپور میں موجود ہے (۲) لیکن اس کا نام حضرت شاہ صاحب کی تصانیف کی فہرست میں کہیں بھی نہیں ملتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مضمات کس اور صاحب کی تصنیف ہے جو بعد میں ان کی طرف منسوب ہو گئی ہے۔

اسکی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

”بسم الله الرحمن الرحيم وبصونك اعظم يا كريم انك انت الهم

المعروف الرحيم وبك اعوذ من شر النفس والخلق اجمعين“۔

اس کتاب کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

”وقد صنف من العلماء العجم الفقير من العرب والعجم الكثير المذنب

والشهير تفا سیر لید بعة رقا ولا تفرقة ينكات عجبة بسيطاً و

وسيطاً و رجيذا ولذیلا وادرجوا فيها علوماً وعارف فریبا و عزیزا

وزانوجید الدھر بالددر والفرائد ونا طواطن جہنم غرر الجواهر

والفوائد فجعل الله تعالى كلامهم بين الانام مشهورا وابقى علمهم

على السنة خلقتهم مذكورا وصور سمعهم مشكورا ونفع به من جعله

مريدا ومضورا وصرف عنه من اراد جعله مقهورا وقد يما كان ينتلج

في سدرى ويتحدش في نحرى ان اشرف بخدمة القرآن الكريم و

ملا زمة الفرقان العظيم بكتابة تفسير وجيز بيان عزيز وتاويل

لذی فان الوار الثنیل واسرار التاویل بما يشفى السلیل من القلیل

فانه كتاب الله الذي لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من

خلفه يفصح عزيز المعاني باللفظ القليل فان لفظه في غاية الاختصار

(۱) The Contribution of India to Islamic Literature p. 249

(۲) ۴۴۰/۴۴۹

(۲) No. 539, v. I

ومعانيه في غاية الاكشاف سلطان حسن عباراته المعجزة
حاكم بيان ترقه اهدى الاقلام بما مداد مداد المحابر وحاكم
جمال اشاراته الموجزة فاضبان ترميمه من ذوي الافهام
البصار البصائر " -

آگے چل کر اپنی اس تصنیف کا سبب یہ بیان کرتے ہیں -

" لکنی لم اجد فی المذہب الحنفیة النعمانیة تفسیر اجا صا لا یحات
اللفظیة والنکات المعنویة ومشتغلا علی تقریر مذہبہ وتحریر دلیلہ
ومحتویہا فی اجوبة اشکالات الخصیم وتعلیلہ وحاویہا لا سرار
الباطنیة الاشارة العودیة الی التوجہ الثام والا لتجاء التمام
الی الرب العزیز الفخار الکریم الستار " -

اس کو لکھتے انھوں نے مندرجہ ذیل دس مبحثوں میں تقسیم کیا ہے -

- (۱) مبحث الکلام (۱) مبحث النوحی وکیلیہ (۲) مبحث الانزال والتزیل
- (۳) مبحث التفسیر والتاویل (۴) مبحث الموضوع وشرعہ وشرف الغایة
- (۵) مبحث نزول القرآن علی سبعة احرف (۶) مبحث القرآن المتواترة والمشہورة والشاذة
- (۷) مبحث تحریف القرآن والفرقان والمصحف والسورة والآية (۸) مبحث فضائل
- القرآن (۹) مبحث وجه اعجاز القرآن -

ان میں سے ہر مبحث " ہر لکھوں نے الگ الگ مفصل بحث کی ہے - پہلے
پہلے میں ضمنی عنوانات بھی قائم کرتے ہیں - کتاب دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے
کہ آٹھواں ازبوان مبحث اس میں شامل نہیں ہے - مقدمہ بھی مکمل نہیں
معلوم ہوتا ہے مقدمہ کی عبارت ۲۰۲ صفحات میں ہے آخری الفاظ یہ ہیں -
" یدل علی بطلان مائثر المذاہب الباطلة فی نفسها سوی الصرف
ایما مذہب " -

اس کے بعد سورة الحمد کی تفسیر شروع کرتے ہیں پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی منقبت ہے تقریباً دو صفحات میں تصریف کرنے کے بعد پھر اپنا نام وغیرہ
لکھتے ہیں آخر میں سورة الفاتحہ کی تفسیر شروع کرتے ہیں صرف سورة کا تعارف
آدھ صفحہ میں ہے اس کے بعد کا حصہ فائز ہے آخری الفاظ یہ ہیں -

" ان التسمية ليست ضما وتماثل والشافية لا نما شفا * لکل را * "

اس میں کل ۳۲۱ صفحات ہیں کتاب اچھے حال میں ہے اور نئی جلد نشے کا قذ لگا کر بنائی گئی ہے ۔

ہجج میں ایک نقشہ بھی بنایا ہے جس سے اعداد سور اعداد آیات اعداد کلمات اعداد حروف مکی ومدنی اعداد نقاط ضمایب تکبیرات مدات وغیرہ کا پتہ جلتا ہے بہت ہی مفصل نقشہ ہے جسے دیکھ کر اس قسم کی تمام باتیں ایک ہی نظر میں واضح ہو جاتی ہیں ۔

بیان الفرقان علی علم البیان
مولانا ثناء اللہ امرتسری ۱۹۲۸ء

یہ تفسیر علم البیان اور علم المعانی وغیرہ کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے قرآن کریم انتہائی مکمل اور جامع کتاب ہے لوگوں نے تفسیر میں عام طور سے چار مختلف انداز پر لکھی ہیں پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن ہی سے کی جائے اور یہ طریقہ سب سے بہتر اور زیادہ صحیح ہے دوسرا یہ کہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں تفسیر کی جائے اور مفہوم و مطالب قرآن کی توضیح اقوال و افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے بیان کی جائیں تیسرا یہ ہے کہ متکلمین کا انداز ہو اور چوتھا یہ کہ تفسیر کرنے وقت ادب عربی اور علوم ادبیہ کو پیش نظر رکھا جائے۔

مولانا ثناء اللہ نے خود اپنے قول کے مطابق چوتھے انداز کو اپنی اس تفسیر میں اپنا یا ہے خود لکھتے ہیں۔

”معج اللہ لی جمالیف هذه الاوراق علما متقی ان غیری من العلما
الکرام اعلم بهذا الشان فرایت ان ایمن القواعد من علم المعانی و
البیان وغیرهما بالفاظ و جملة واضح لها الا هداد و احیل علیها
فی التفسیر فی مواضعها ان شاء اللہ فلنبدأ سمیت هذه الاوراق
بیان الفرقان علی علم البیان“ س ۲

تفسیر شروع کرنے سے پہلے علم المعانی و البیان کے بہت سے مفید اور ضروری قواعد بیان کر دیے ہیں تاکہ عبارتوں کے سمجھنے اور ان کی فہم کو بہون کو پرکھنے میں آسانی ہو (۱) ان کا اس کتاب میں انداز تفسیر یہ ہے کہ سورۃ کے شروع میں یہ

(۱) اس کی پہلی مطبوعہ جلد ندوہ کے کتب خانہ میں موجود ہے جس میں سورہ بقرہ کی تفسیر ہے۔ اس کا پتہ نہ میں چل سکا کہ باقی جلد میں بھی شائع ہوئیں کہیں یا نہیں۔

بیان کر دیتے ہیں کہ اس سورۃ میں کون کون سے مضامین بیان کئے گئے ہیں یا کن مسائل اور باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے مختصر طور پر پڑھنے والے کے ذہن میں سورۃ کے تمام مضامین آ جاتے ہیں۔ سورۃ فاتحہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"ہی اعظم سورۃ انزلت فی القرآن قال علیہ السلام ہی السبع الہ
الغنائی و القرآن العظیم اوتیتہ المزامین المذکورۃ فیہا ستہ
حمد اللہ والا عتراف بعبودیتہ القاری والا ستعانة من اللہ
ورعاۃ الا ہتداء والا ستعانة علی الصیارة والا جتباب عن
اہل الضلال والنریخ وغیر ذالک" ص ۶

اس طرح سے سورۃ بقرہ میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان سب کا بھی خلاصہ لکھ دیا ہے جس کو پڑھ کر اس سورۃ سے متعلق ضروری باتوں کا علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

تفسیری عبارتوں میں بہت زیادہ اختصار ہوتا ہے قرآن مجید کی فنی خوبیوں کو بیان کیا ہے اور معانی و بیانی کی اصطلاحات کا ذکر کیا ہے سورۃ البقرہ کی اس آیت
"واذا قيل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون" (۱) کی
تشریح یوں کی ہے۔

"واذا قيل لهم ای للمضائقین لا تفسدوا فی الارض بین الموضین
والکافرین بالارحام والارواح قالوا انما نحن مصلحون حصروا
الاصلاح لا نفسهم اشارة الی ان الموضین مفسدون ای قاطعون
بینهم حیث یحزرون الناس بالایمان والکفر (قصر) ونحن لا نقول
لا حدانہ افضل بالایمان ولا خیر ادنی منه بالکفر بل کل اناس
عدونا سوا" ص ۹

سورۃ بقرہ میں "من کان عدوا .. فان اللہ عدو للکافرین" (۲) کی تفسیر
میں لکھتے ہیں۔

دلیل علی الجزاء ذکر الجلالة ۷ ظہار المساواة بین عداوة
 الملائكة و بین عداوة اللہ المراد انہ من كان مفضلاً لا حد من
 عباد اللہ المقربین فانہ فی حکم المفضل للہ كما فی الحديث
 القدسی من عادی لی ولیا فقد آتتہ بالحرب والمداوة
 من اللہ غضب منہ (اعاذا اللہ منہ) وھولیس بمخصوص
 بامداد الملائكة بل ہم الکافر کا شام کان " س ۲۲

کہیں کہیں ہر الفاظ کے مطالب میں اشعار سے نبوت پیش کئے ہیں مثلاً " کسب من
 السماء (۱) " کی یہ تفسیر بیان کی ہے ۔

" او حالہم کحال اهل المطر النازل من السحاب فالسما ہنا
 سحاب کما فی قول الشاعر

لنم صماء تعجب الناس رزھا — بآیۃ من شدد وئیدھا " ن ۱۰
 اس طرح سے بعض جگہوں پر فارسی اشعار بھی استعمال کئے ہیں احادیث و
 اقوال کو بھی ضرورت کے وقت بیان کر دیا ہے اگر کوئی بات پوری طرح سے واضح
 نہیں ہو سکی تو حاشیہ پر مختصر طور پر اس کی توضیح کر دی ہے

تفسیر الکلام لمرکوع الصیام

محمد ہدایت اللہ بن محمد اکرم المتعلوٰی المعروف بمحمود سندھی الثتوی

اس میں ان آیتوں کی تفسیر بیان کی گئی ہے جن میں احکام اور جوہریت صوم کا ذکر ہے اس کے مصنف قاضی محمد اسماعیل (۱) میں اصل کتاب فارسی میں تھی لیکن مولوی ہدایت اللہ نے اس کو عربی میں منتقل کر دیا۔ اس کے چھ نسخے حیدرآباد کی آصفیہ لا ٹبری میں موجود ہیں (۵۴۲ تا ۵۴۴) نسخہ ۵۴۲ خود مصنف کے قلم کا ہے اس میں ۲۵۹ صفحات ہیں ۱۷ سطریں ہر صفحہ میں ہیں بقیہ نسخے بھی اچھے حال میں مگر صفحات اور سطروں کا فرق ہے۔ ابتدا* ہوں ہے۔

" الحمد لله الذي قدر بالآ زمان وفصل الفصول واغرق

في بحر مصرفته الافكار والعقول وجبرني كنه ذات

الافهام فلا سهل الى مصرفة الا وهام

تجبرث البصائر والعقول "ز" فعايد ري الحدث ما يقول

تجرب مره وملا اقتدارا "ز" رجل لا يصاب له مقال "

اس کتاب میں بالخصوص " ما ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام (۲) " والیے

مرکوع کی تفسیر بیان کی گئی ہے ساتھ ہی ساتھ روزہ کے بہت سے مسائل اور

ان کی قسمیں مختلف ضوانوں کے تحت بیان کر دی گئی ہیں۔ " المسک " کے

ضوان سے مسائل بیان کرتے ہیں مثلاً " المسک الثالث فی فرضیۃ الصوم علی

ہذا الامہ " اس طرح سے ۵۴ ضوان قائم کئے ہیں بعض ضوانوں کے تحت

کچھ ذیلی ضوان " مطلب " کے نام سے بھی بنائے ہیں مثلاً " مسک رابع "

جس میں اس امت سے قبل کے لوگوں پر فرضیت صوم کا بیان ہے اس کے تحت

(۱) یہ مولانا ہدایت اللہ کے ماموں تھے۔ ان کا انتقال ۱۲۸۶ھ میں ہوا۔

(۲) سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۳۔

چہ ذیلی حواں قائم کئے ہیں جن میں حضرت مریم حضرت داؤد حضرت
عیسیٰ قوم موسیٰ حضرت آدم اور حضرت یحییٰ کے روزوں کا ذکر ہے۔ کتب
خانہ کی فہرست میں اس کتاب کے متعلق لکھا ہے۔

" اصل کتاب بزبان فارسی است اما مولوی ہدایت اللہ
بن محمد اکرم مصروف بہ محمود متعلوی مولف و جامع ابن
تفسیر است خال مولف قاصی محمد اسمعیل متوفی سال
یکہزار و دویست و ہشتاد و عیش ہجری و اعظ کامل و فاضل
اکمل بود ہر سال درمہ صہام انچہ دریاپ صوم از
احادیث و تفسیر و عظ میں کرد مسودات آن متفرق بودہ
بعد از انتقال قاصی موصوف محمد ہدایت اللہ آن جملہ
مسودات جمع نمودہ ہر پنجاء و چہار مسلک مرتب نمود
و ہر جا و ہر موقع انچہ ضرورت بود خود اضافہ نمودہ
در سال یکہزار و سہ صد ہجری از ترتیب و تہذیب و جمع
و تالیف تفسیر مذکور فارغ شدہ در حقیقت کتاب نہایت
مفید و جامع جملہ احکام و واقعات اقسام میں باشد جملہ
امور متعلقہ صوم دران جمع شدہ شاید شاڈ و نا در اچھے
متعلق بہ صوم چہن باشد کہ دران مذکور شدہ باشد "

اس کتاب میں انہوں نے ہر مسئلہ پر بہت سے علماء اور اہم کتابوں سے
اقوال و حوالے نقل کئے ہیں۔ تفسیر حسینی، موطا امام محمد، معالم التنزیل
للہیوی، مدارک التنزیل للنسفی، فتح القدیر للشوکانی، الدر المنثور فی التفسیر
بالمأثور، روح البیان، احیاء العلوم، لطائف المعین، نسیم الفقراء، زہرۃ الربانی
بصارح النبوة وغیرہ سے عبارتیں پیش کی ہیں۔ کل ایگو چہ کتابیں ہیں
جن سے انہوں نے اپنی تفسیر میں استفادہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ عبارت
جو ہمیں مسلک سے پیش کرتا ہوں۔

"السلک الرابع والعشرون فی ان القرآن نزل فی شهر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ماہ رمضان آن ماہیت کہ دروی فرستادہ شد قرآن یعنی فرستادہ شد جبرئیل علیہ السلام بوحی قرآن زائدہ ای ابتدائیہ ازالہ وکان ذالک لیلۃ القدر او انزل جملة الی سماء الدنیا ثم نزل منجماً الی الارض بیضاویہ اخرج احمد بن حنبل و محمد بن نصر وابن ابی حاتم والطبرانی والبیہقی فی شعب الایمان والاصبہانی فی الترفیع من رائف بن الاسقع ان رسول اللہ صلی علیہ وسلم قال انزلت صحف ابراہیم علیہ السلام فی اول لیلۃ من رمضان وانزلت التوراة لست مضین من رمضان او انزل الانجیل لثلاث عشرة خلعت من رمضان وانزل الزبور لثمان عشرة خلعت من رمضان وانزل اللہ القرآن لاربع وعشرين خلعت من رمضان . الدر المنثور"

اس کے بعد ملک السلوک "سیر فارسی کی بھی لمبی سی عبارت نقل کی ہے ۔ اسی انداز پر تمام مسائل اور ضروری باتوں کے متعلق عبارتیں نقل کی ہیں ۔ ضوابط میں اہم ضوابط فرضیۃ الصوم علی ہذا الامۃ فرضیۃ الصوم علی من کانوا قبلنا حکمة فرضیۃ الصوم الصوم وما یحب علی الصائم فی حالۃ الصوم فی احکام المریض والمساقر وقرۃ فی احترام شہر رمضان "فی فضل صلوۃ التراويح فی مسائل الهلال فی فضل لیلۃ القدر فی احکام الاغکاف فی درجات الصوم وغیرہ ہیں ۔ ان سب کے تحت ضروری باتوں کی وضاحت اور اس سلسلہ میں جو مسائل ہو سکتے ہیں ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے ۔ تمام عبارتیں دوسروں ہی کی ہیں خود مصنف نے دہیا چہ اور خاتمہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں لکھا ہے ۔ روزے سے متعلق تمام ضروری باتیں اہم کتابوں اور ہزرگون کے اقوال سے پیش کردی ہیں اور احادیث بھی جا بجا نقل کی ہیں ۔ دوسری تفسیروں کے حوالے بھی موجود ہیں ۔

ہا نچو ا ن ہا پ

ان لوگوں کے حالات جن کی تفصیلات میں نہیں مل سکیں

مجموعی تعداد ۵۴ صفحہ ۳۲۸ تا صفحہ ۴۰۲

میسر سید ظہیر الدین

ولادت ۱۲۱۴ھ وفات ۱۲۸۶ھ

علامہ والدولہ سید ظہیر الدین کے جانشین تھے ۱۲۱۴ھ میں ہمدان میں پیدا ہوئے علوم ظاہری و باطنی میں ان کو بڑا کمال حاصل تھا۔ حصول علم کے لئے بڑے طویل سفر کئے۔ ۱۲۸۱ھ میں اپنے رفقاء اور سات سو سات کے ہمراہ کشمیر پہنچے اور علامہ والدین پورہ میں سکونت اختیار کر لی جہاں آپ کی خانقاہ لوگوں کے لئے زیارت گاہ بن گئی۔ قطب الدین شاہ حاکم کشمیر پر ان کا بہت اثر تھا وہ ان کی قدم بوس کو حاضر ہوا۔ اسلام اگرچہ کشمیر میں پھیل چکا تھا مگر عام طور سے لوگ اس وقت تک اس سے غفلت برتتے تھے انہوں نے اس کی ترویج اور تبلیغ میں بڑی کوشش کی یہی وجہ ہے کہ ان کو وہاں کے لئے بانی اسلام بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ قطب الدین نے دو بیٹوں سے شادی کی تھی اور ان کو ساتھ ہی رکھتا تھا شیخ نے "لا تجسوا بین الاختین" پر عمل کرایا۔ ۱۲۸۶ھ میں ۷۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور خٹلان میں دفن ہوئے آپ کے مزار کو لوگ بہت شہرک تصور کرتے ہیں اور زیارت کو اپنی خوشنہیں۔

بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ بعض لوگ ایک سو ستر تک شمار کرتے ہیں ان میں سے مجمع الاحادیث، شرح اسماء الحسنی، ذخیرۃ الملوک، شرح نصوص الحکم، مرآۃ القائین، شرح قصیدہ حمزہ، آداب العریدین، اور دس قواعد کا تذکرہ کتابوں میں اہمیت کے ساتھ ملتا ہے۔

شیخ اشرف جہا نگر سنیانی
وفات ۸۰۸ ھ

سید اشرف بن ابراہیم الحسینی السنیانی جن کی شہرت جہا نگر کے نام سے ہوئی شہر سنیان میں پیدا ہوئے ۔ ان کے والد بہت لہیر تھے اس لئے ان کی پرورش بڑے نیاز و نعم کے ساتھ ہوئی ۔ ساتوں فراموشی کے ساتھ قرآن مجید حفظ کیا اس کے بعد اس دور کے اہم علماء سے فہم حاصل کیا ۔ ۱۲ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کی فہم سال کی عمر میں اپنے والد کی جگہ ہرکار و بار سلطنت سنبھالنے اسی کے ساتھ ساتھ علماء کرام کی صحبت میں بھی رہے تھے خاص طور سے رکن الدین علاء الدولہ سنیانی ۔ نعوذی مرصہ کے امور سلطنت سے دستکش ہو گئے اور اپنے بھائی کے سپرد کر کے ہندوستان آ گئے ۔ یہاں بہت سے علماء سے علم حاصل کیا ۔ مختلف شہروں میں گئے اور مشائخ سے تربیت لی ۔ شادی نہی کی تلاش علم میں مسلسل سرگرم رہے ۔ آخر میں کچھوجہ میں قیام پذیر ہوئے ۔ دو بار مالک عرب گئے ۔ کچھوجہ میں ۸۰۸ ھ میں ان کی وفات ہوئی ۔ ان کی قبر زیارت گاہ سمجھی جاتی ہے ۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں ۔ تصانیف طبعی ہدایۃ الفکر، شرح منصوص الحکم، قواعد العقائد فی الکلام، اشرف الانساب، بحر الاذکار، جہۃ الذاکرین، فتاویٰ اشرفیہ، تلخیص القرآن مسبق بالنور بخشہ، اوراد الاشرفیہ، مرآۃ الحقائق و کزالدقائق، بشارۃ المریدین وغیرہ ۔

حالات کے لئے :

شیخ محمد بن یوسف

ولادت ۷۲۱ھ وفات ۸۲۵ھ

ملا بہ فقیہ زاهد صاحب مقامات علیہ اور کرامات علیہ محمد بن یوسف بن یوسف بن علی بن محمد بن یوسف حسین حسن کا سلسلہ نسب حسین بن زید شہید تک پہنچتا ہے چار وجہ ۷۲۱ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے ۔ اپنے والدین کے ساتھ چار سال کی عمر میں دولت آباد گئے اپنے والد اور دادا سے علم حاصل کیا سولہ سال کی عمر میں دہلی واپس آئے ۔ دہلی میں شیخ نسیر الدین محمود اودی سے علوم کی تکمیل کی سید شرف الدین کہنہ علی مولانا تاج الدین مقدم سے بھی بعض درس کتب پڑھیں ۔ پھر قاضی عبد المقتدر بن رکن الدین کدی کے درس میں شامل ہوئے اور بہت سی کتابیں پڑھیں اور انہیں سے تدوین اور فتوہ کی اجازت حاصل کی ۔ یہ علم و عمل اور زہد و تواضع اور حسن اخلاق میں اپنی ناپر آ پ تھے ۔ بڑے زبردست عالم نفس کے قوی مہیت و جلال کے مالک تھے ۔ جامع شریعت و طریقت تھے ورم و تقویٰ میں ممتاز تھے حقائق و معارف کے ماہر تھے فقہ اور تصوف میں ان کو کمال حاصل تھا ان تفسیر پر عبور تھا ۔ ان سے بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے تفسیر القرآن الکریم (علی لسان المعرفة) تفسیر القرآن (علی منوال کشاف) کشاف کے پانچ اجزاء پر حواشی مشارق الانوار کی شرح المعارف شرح الصوارف شرح آداب المریدین ، شرح رسائل قشیریہ ، اسماۃ الا سرار حدائق الاثر تفسیر راہت رہی فی احسن صورة ۔ ان کی تصانیف کی مجموعی تعداد ایک سو پچیس ہے ۔ ۸۲۵ھ میں ان کا انتقال ہوا ان کی قبر گلبرگہ میں ہے ۔

حادثہ ۷۷۲ھ

(۱) نزہۃ ۱۵۲/۳

خواجہ حسین بن خالد ناگوری

(صاحب تفسیر نور النبی) وفات ۹۰۱ ھ

شیخ محمد الدین سمیدی کی اولاد میں سے تھے بڑے بزرگ صاحب کرامات تھے شیخ کبیر الدین ناگوری سے کسب علم کیا اور بہت دنوں تک ان کے ہی پاس رہے۔ اس کے بعد اجپور گئے اور شیخ حسین الدین منہیری کی قبر پر عرصہ تک رہے اور بلند و بالا عمارتیں بنوائیں۔ علوم دینی کی تبلیغ کرتے رہے۔ ان کی کئی تصانیف ہیں جن میں تفسیر "نور النبی" خاص اہمیت رکھتی ہے یہ تفسیر تیس جلدوں میں ہے۔ اس میں انہوں نے توضیح مصائب اور حل تراکیب پر خاص توجہ کی ہے۔ اس کے علاوہ مفتاح العلوم للکاک کی مفصل شرح اصول الانوار فی ذکر الابرار اور بعض دوسری کتابیں بھی ہیں ان کا انتقال ۹۰۱ ھ میں ہوا۔ ان کی تفسیر کا پتہ نہیں چلتا ہے غالباً اب کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ ان کے حالات مندرجہ ذیل کتابوں میں ملتے ہیں۔

لقد احببنا الا حبار ۱۷۷ • نزهة ۹۲/۴

شیخ طاہر بن رضی عہدانی

ولادت ۱۰۵۶ھ وفات ۱۰۵۶ھ

طاہر بن رضی الدین بن مومن شاہ عہد اللہ عہد کی نسل سے تھے ان کا سلسلہ نسب اسماعیل بن جعفر صادقؑ پہونچتا ہے ۔ طاہر بن رضی الدین اپنے اجداد کی ایک بڑی سلطنت کے مالک تھے لیکن یہ سلطنت رفتہ رفتہ کمزور ہو گئی تھی ۔ اسماعیل بن جعفر صفوی شہی ان سے بد ظن ہو گیا اور ان کے قتل کا حکم دے دیا یہ کاشان سے ہندوستان پہونچے اور بچا پور آئے اسماعیل عادل شاہ بچا پور سے ان کو اہمیت نہ دی یہ مایوس ہو کر قلعہ ہرندہ " پہونچے اور شیخ پیر محمد سے ملاقات کی ۔ شیخ پیر محمد ان کے فضل و کمال سے متاثر ہوئے اور جب احمد نگر گئے تو برہان نظام شاہ سے ان کا ذکر کیا اس طرح طاہر بن رضی الدین کی رسائی احمد نگر میں ہوئی ۔ علماء قلعہ " ان کے درس میں حاضر ہوتے برہان نظام شاہ خود بھی کہیں کہیں ان کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا اسی اثنا میں برہان نظام شاہ کے لڑکے عبد القادر کی طبیعت بہت خراب ہو گئی برہان نظام شاہ کو اس سے بہت محبت تھی شیخ طاہر نے انہیں ان کے لڑکے کی شفاء کی بشارت دی اور یہ وعدہ لیا کہ جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں اثنہ اشاعہ کا ذکر ہوا کرے گا اور ان کے مذہب کو رواج دیا جائیگا ۔ اس طرح سے برہان نظام شاہ اور اس کے خاندان والے اور ملک کے بہت سے لوگوں نے مذہب شیعہ قبول کیا اور عاشر شاہ کو اپنے مقصد میں کامیاب ہی حاصل ہوئی ۔ انہوں نے فقہ امامیہ سے متعلق بہت سی اہم کتابیں تصنیف کیں بیسویں پر حاشیہ لکھا اس کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں لکھیں ۔ ۱۰۵۶ھ میں ان کی وفات احمد نگر میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے لیکن بعد میں ان کی ہڈیاں کرہلا منتقل کر دی گئیں ۔

شیخ محمد بن عاشق الجریما کوش

شیخ الفاضل محمد بن عاشق محی الدین المہاسن نقہا ثانی حنفیہ میں سے
 ایک تھے۔ چریما کوٹ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی اور اس شہر کے اساتذہ
 سے کسب علم کیا۔ ان کے بعد درس و تدریس میں لگے چریما کوٹ میں ایک بہت
 بہتر بڑا مدرسہ بنایا۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں تفسیر محمدی جواہر
 العربیہ فی الفنون الا دیہ اور حاشیہ تلویح مشہور ہیں۔ ۹۷۲ھ میں ان کا
 انتقال ہوا۔ ان کی تفسیر کا نام نہیں چلتا ہے البتہ اسی نام کی دوسری تفسیر
 جس کا ایک کاپی نسخہ عہد سلار چنگ کی لاٹھری میں موجود ہے اس کی مصنف
 محمد بن احمد بن نکھر الکجروکب حکنی مکتوب بن گیا نہجہ کہیں۔
 ان کے حاشیہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ ہوں۔
 ۱۔ نزہۃ الخواطر ۲۴۲ ۲۰

شیخ علی متقی برہانپوری

ولادت ۸۹۷ھ وفات ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ع

آپ ذوالجواد جونپور کے رہنے والے تھے لیکن چونکہ برہانپور میں پیدا ہوئے اور وہیں عمر کا بڑا حصہ گزار دیا اس لئے برہانپوری کہلاتے تھے۔ ان کے والد نے بچپن ہی میں ان کو شیخ با جن برہانپوری کا مرید کر دیا۔ شیخ حسام الدین ملتانی سے کسب علم کیا پھر ۹۵۲ھ میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور شیخ ابوالحسن بکری سے استفادہ کیا اور وہیں عرصہ دراز تک مقیم رہے۔ اور یہیں انتقال ہوا۔ تعلیم و تدوین سے بہت دلچسپی تھی رفقا و رفقاء ان کی فضیلت کا شہرہ بہت بڑھ گیا حتیٰ کہ شیخ ابن حجر مکی نے جو خود ان کے استاد اور اپنے دور کے اساتذہ میں سے تھے ان کو اپنا شیخ تسلیم کر لیا ان کے علاوہ بھی بہت سے بزرگورائے ان کی عظمت اور تقویٰ کا اعتراف کیا۔ علم کا اتنا شوق تھا کہ اکثر اوقات خود سیاہی ٹھیک کر کے اپنے شاگردوں کو دیتے اور ان سے نادر کتابوں کی نقل کراتے تھے اور اہل علم کو تقسیم کیا کرتے تھے انھوں نے بہت سے رسائل و کتب تحریر کئے جن کی مجموعی تعداد سو سے زائد ہے۔ ان کی سب سے اہم اور بڑی تصنیف "کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال" ہے۔ اس میں انھوں نے سیوطی کی جامع صفیر و جامع کبیر اور زوائد و اکمال اور قولی و فعلی احادیث کی ترویج فقہی انداز پر کی ہے۔ بعد میں اسی سے انھوں نے تکرار کو حذف کر کے ایک منتخب تیار کیا ابوالحسن بکری نے اس کی نسبت کہا تھا کہ "للسیوطی منہ علی العالمین وللمتقی منہ علیہ"۔ کسب علم کا اتنا جذبہ تھا کہ مرتبے سے قبل یہ وسعت لگا کر سامعین سے مقابلہ کتب احادیث نہ اٹھاؤ البتہ جب مہری لنگیوں کی حرکت ختم ہو جائے تو الگ کر دو۔ شیخ عبد الوہاب متقی نے آپ کے حالات میں ایک کتاب "اتحاف المتقی" تصنیف کی شیخ عبد الحق دہلوی نے بھی زاد المتقین

میں T کا ذکر بڑی شرح و بسط سے کیا ہے ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شئون المنزلات ان کے کسی خلیفہ کی تصنیف ہے اس لئے کہ کتاب کے شروع میں مصنف کے نام کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے اور اس سے آگے خلیفہ شیخ علی متقی لکھا ہوا ہے ۔ تذکروں کو دیکھنے سے یہ جلتا ہے کہ ان کے خلیفہ کا نام عبد الوہاب تھا لیکن ان کی کسی بھی تصنیف کا یہ نہیں جلتا ہے ۔ اس لئے شئون المنزلات عبد الوہاب کی تصنیف نہیں ہو سکتی البتہ یہ ممکن ہے کہ شیخ علی متقی کے ایک سے زیادہ خلیفہ رہے ہوں اور یہ ان میں سے کسی کی تصنیف ہو لیکن اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے ۔ اس تفسیر میں مصنف کا قاعدہ یہ ہے کہ مختصر جملوں میں مفہوم کو بیان کر دیتے ہیں اس کے بعد اس سے متعلقہ آیات لکھتے ہیں کہیں کہیں اس انداز میں تبدیلی ہوئی ہے لیکن عام طریقہ یہی ہے ۔ دوسرے قدم مفسرین اور محدثین کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں ۔

حاصل کے لئے

شیخ شمس الدین بھجا پوری ولادت منسبہ وفات ۹۸۶ھ

شیخ ملا شمس الدین شطاری شہرازی نم بھجا پوری بڑے اہم علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ شہرازمین پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ بھجاوی کا احاطہ لکھا پھر ہندوستان آئے اور شیخ محمد غوث گوالہری سے کسب فیض کیا۔ بھجا پور میں شہر سے پانچ میل باہر قیام کیا ساری عمر توکل اور قناعت سے بسر کی بڑے متقی تھے لوگوں سے بھی پیہ نیاز رکھتے تھے نگہرو جگر کے ماہر تھے ان علوم کی تحصیل ان سے محمد بن حسن ہندوستانے کی۔ ان کی وفات ۹۸۶ھ میں ہوئی۔

شیخ محمد ابن احمد الناکہی الکجراتی

ولادت ۹۲۲ھ وفات ۹۹۲ھ

شیخ محمد بن احمد ناکہی مکی ابو السعادات کجراتی بڑے علماء میں سے تھے تمام علوم میں ان کو کاملی دستگاہ تھی۔ مذاہب اربعہ سے پوری طرح واقف تھے ان کے شیوخ میں محقق علامہ ابوالحسن مکی شیخ الاسلام ابن حجر المہندی شیخ محمد بن خطاب وغیرہ ہیں جن لوگوں نے ان سے استفادہ کیا ان کی تعداد بھی بہت ہے۔ ان کی تصانیف بھی بہت ہیں جن میں سے رسالۃ علی آیۃ الكرسی مشہور ہے اور بہت مفید ہے۔ اس کے علاوہ شرح مختصر الانوار رسالۃ فی اللغة وغیرہ بھی اہم ہیں۔ بہت زیادہ سخی تھے اسی وجہ سے اکثر قرضدار رہتے تھے اپنی شدت تواضع کی وجہ سے لوگ ان کی خوشامد میں لگے رہتے تھے۔ یہ ہندوستان آئے اور کالی دن رہے پھر اپنے وطن مکہ گئے حج کیا دو سال بعد ۹۶۰ھ میں پھر ہندوستان واپس آئے اور یہیں قیام کیا اور وفات پائی احمد آباد میں ان کی قبر ہے۔

حالت کے لئے:

نصفہ ۲/۲۸۳

شیخ عبد اللہ شہرازی

علامہ عبد اللہ بن مطاۃ اللہ بن لطف اللہ شہرازی جن کی شہرت شاہ مہر کے نام سے ہوئی بڑے علما میں سے تھے شہرازی ہند آہوئے اور وہیں کے علما سے تعلیم حاصل کی ۔ ۸۹۸ھ میں سلطان محمود شاہ کے زمانہ گجرات آئے اور جانا پور میں مقیم ہوئے ۔ علما بڑی تعداد میں ان کے پاس آئے اور استفادہ کرتے لگے ۔ انہوں نے بڑی اہم کتابیں لکھیں جن میں سے لوامع البیان فی قدم القرآن شرح تہذیب النطق الکواشف فی شرح العواقب رسالہ فی الہنۃ رسالہ فی اصول الحدیث وغیرہ ۔

حالات کے لئے :

(۱) نزہۃ ۲/۳۸۸

مولانا صلاح الدین لاری
ولادت سنہ ۱۸۸۵ء وفات سنہ ۱۹۶۰ء

علامہ صلاح الدین لاری علوم عربیہ اور اسلامی حکمیہ میں تاجدار
تھے۔ درس و تدریس میں مشغول رہے ان کے بہت سے شاگرد ہوئے ہیں۔
۱۹۶۰ء میں انہوں نے مکہ معظمہ کا سفر کیا اور وہیں رہ گئے۔ انہوں نے
تفسیر، بیضاوی، ہر تعلیقات لکھی ہیں اس کے علاوہ شرح شمائل ترمذی، شرح
مطلق وغیرہ بھی لکھی ہیں۔

حالات کے لئے:

(۱) نمبر ۲/۳۵۲

شیخ سعد اللہ لاہوری

شیخ سعد اللہ لاہوری جو نہیں اسرائیل کے نام سے مشہور تھے علماء
مقصوفین میں سے تھے انہوں نے شیخ صاحب فیاض اور شیخ اسحاق بن کا کو
وغیرہ سے کسب علم کیا۔ ان کے بہت سے شاگرد ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق
صاحب و ضرب ہاتھ مشہور ہیں۔ کہتے ہیں یہ بہت زیادہ متقی پڑھیزگار تھے
شرع اور حدود اللہ کے پابند تھے اللہ تعالیٰ کی شمع کی موشی چیزوں سے
بچتے اور اس کے احکام کو پورا کرتے تھے۔ پھر ان کو ایک منہ سے شوق ہو گیا
اس کے جگر میں بازاروں میں سرگردان گھومتے تھے۔ لوگ اس حال میں بھی
ان کی ہنر کی کے قائل اور مستند تھے اور ان کے سامنے زمین کو ہوسہ دیتے تھے۔
کچھ دنوں بعد اللہ نے ان پر رحم کیا اور ان کی حالت سدھ رکھی۔ انہوں نے
توبہ کیا اور نیک کام کرنے لگے۔ یہ غزالی سے بہت متاثر تھے اور ان کی تصانیف
پر عمل کرتے تھے۔ ان کی کئی تصانیف ہیں جن میں سب سے پہتر جواہر القرآن
للغزالی کی شرح ہے۔ اسی سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ ہذا ہونی نے بھی
ان کا ذکر کیا ہے۔

حالات کے لئے :

(۱) نزہۃ ۲/۱۲۴

امیر تاتار خان دہلوی

امیر تاتار خان فضل و کمال رہا ست و سہاست کے مشہور لوگوں میں سے تھے۔ سلطان غیاث الدین تغلق کہیں جنگ کے سلسلہ میں جا رہا تھا کہ ایک بچہ زمین پر پڑا ملا۔ سلطان نے فوراً اٹھوا لیا۔ اور پرورش کرائی پڑے ہوئے پر یہی بچہ امیر تاتار خان کے نام سے مشہور ہوا۔ سلطان غیاث الدین نے ان کو اپنے خاص لوگوں میں رکھا جب محمد شاہ بادشاہ ہوا تو اس نے بھی ان کے تقرب کو برقرار رکھا اور بڑے اہم کاموں پر مامور کیا۔ اس طرح سے یہ سلطنت کے اراکین میں سے ہو گئے۔ بہت ہوشیار عادل بہادر مہذب با اخلاق اور شریعت کے اصولوں کے پابند تھے۔ بادشاہ اور امراء سے سخت محاسبہ کرتے تھے اللہ کے معاملہ میں کسی سے بھی نہ ڈرتے تھے انہوں نے حج بھی کیا۔ شمس الدین عظیم نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ علی مجلسوں اور علماء کی محفلوں میں براہ شریک رہتے تھے ان سے گفتگو کرتے اور اچھی طرح سے ہمیش آتے۔ انہوں نے ایک تفسیر لکھی جس کا نام "تفسیر تاتارخانی" ہے۔ ان کے فتاویٰ کو "فتاویٰ تاتارخانہ" کے نام سے عالم بن علاء دہلوی نے جمع کیا۔ فیروز تغلق کے زمانہ میں ان کا انتقال ہوا۔

مفتی عبد السلام الرلیوی

ولادت سنہ ۱۰۲۹ھ

دیوبند میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے اپنے شہر کے اساتذہ سے علم حاصل کیا پھر لاہور گئے اور ملا عبد السلام کے ساتھ ٹھہرے اور انہیں سے فقہ اسوں اور کلام سیکھا حتیٰ کہ اپنے ساتھیوں سے سبقت لے گئے۔ ایک زمانہ تک استاد کی طرح تعلیم کا موزن میں مصروف رہے پس انتہا زہیں تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد شاہجہاں کے لشکر میں افتاء کے عہدے پر مامور ہوئے۔ آخر میں اس سے کنارہ کشی اختیار کی اور لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

رسالہ قطبہ میں عبد اللہ علی بن عبد العلی لکھتے ہیں کہ یہ عام علماء کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے۔ بہت سی کتابیں لکھیں حاشیہ علی شرح العقائد شرح ضار الاصول حاشیہ علی الہدایہ شرح تہذیب منطلق اور حاشیہ بیضاوی وغیرہ مشہور تصانیف ہیں۔

(۱) الرسالة القطبية عبد العلی (۲) ذیل الدراية

(۳) اکسپر نرہة ۲۲۲/۵ (۴) بادشاہ نامہ مآثر الکرم ص ۲۳۵

شیخ عبد الحق محدث دہلوی

ولادت ۱۰۵۸ھ وفات ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء

ان کا خاندان خلیجیوں کے دور حکومت میں ہندوستان آیا اور پابہ تخت دہلی میں بس گیا۔ ان کے والد شیخ سیف الدین بھی بہت بڑے بزرگ اور اچھے عالم تھے۔ شیخ عبد الحق خود بھی بہت بڑے محدث زبردست فقیہ اور بہترین مورخ و مفسر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر بڑی خوبیاں جمع کر دی تھیں۔ خود اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ مجھے ہی سے والد ماجد نے بزرگوں کے قصے اور حالات کو پیش گزار کر کے شروع کئے تھے۔ چھوٹی سی عمر میں قرآن کریم پڑھ لیا اور تمویز ہی عرصہ میں کتابت اور اشعار کا ڈھنگ بھی سیکھا۔ چند سال تک آگرہ کی اعلیٰ صحبتوں میں رہے پھر اس کے بعد حجاز گئے اور بڑے بڑے اساتذہ سے حدیث کی سند اور بزرگان صوفیہ سے طریقت کی تعلیم حاصل کی پھر وطن واپس لوٹے اور درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ حوزہ کھٹے میں کہ لڑکھیں ہی سے کہیں کود سے واقف نہ تھا آرام و آسائش کسے کہتے ہیں بالکل نہ جانتا تھا۔ تحصیل علم کا یہ حال تھا کہ کھانا کھانے کا ہو غریب رہتا تھا چراغ سامنے رکھ کر اسکی روشنی میں لکھتے پڑھتے تھے کئی بار عمارت میں آگ لگ گئی اور ان کو ابرو وقت خبر ہوئی جب سو کرے بال جلتے لگے۔ نماز روزہ کے بچپن ہی سے پابند تھے۔ حشوع و خضوع بڑے بڑوں کو مقرر کرتا تھا۔ پچاس سال سے زیادہ دین کی خدمت کی اور لوگوں کو علوم سے متعارف کراتے رہے۔ آپ کے علمی کارناموں کو لوگ آج تک عظمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ ان کی تصانیف کی مجموعی تعداد سو سے زائد بتائی جاتی ہے۔ ان میں مشکوٰۃ کی شرح عربی و فارسی جذب القلوب مدارج النبوة شرح فتوح الغیب شرح قصدة الجزیرہ اخبار الاخبار زبدة الآثار فتح الضان زاد المتقین وغیرہ بہت مشہور اور اہم ہیں۔ آپ کا اصل کارنامہ حدیث کی تعلیم و اشاعت سمجھا جاتا ہے نزاری مسائل میں آپ درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں اور سخت اختلاف میں بھی اپنے اس اصول پر کاربند رہتے ہیں۔

۱۰۵۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور دہلی میں حوض شمس کے کنارے دفن ہوئے۔

اخبار ص ۳۰۰ مآثر الکرام ص ۲۰۰ سبحة ص ۵۲ حدائق ص ۴۰۹ تذکرہ علماء ہند ۱۹۷

شیخ محمد اللہ الہ آبادی

ولادت ۱۹۹۶ھ وفات ۱۰۵۸ھ/۱۶۲۸ء

کی اولاد میں سے

صدر پور اردھ میں پیدا ہوئے شیخ فرید الدین شکر گٹر کے شاگرد تھے۔

علوم و فنون میں ماہر اور اچھے نظر رکھتے تھے۔ اسی زمانہ میں ملا عبد السلام لاہوری کا شہرہ تھا انھوں نے ان سے بھی استفادہ کیا۔ سعد اللہ خان جو شاہ جہان کے اہم امراء میں سے تھا ان کا ہم سبق رہا تھا۔ بڑے اچھے اسکالر اسکول اور زبردست سولی تھے ابن عربی سے بہت متاثر اور ان کی فلسفہ کے قدردان تھے ان کی بہت چیزوں کو انھوں نے ہونہار طرح سے اٹھا لیا تھا یہی وجہ ہے کہ اہل ہند ان کو ہندوستان کا ابن عربی کہا کرتے تھے۔

ترجمة الکتاب الترویہ شرح النصوص النفاس الخواص مقام الخواص کتاب

الصین وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

حالات کے لئے :

حدائق ص ۲۱۲ تذکرہ ص ۱۷۵

ترجمة ۲۲۲/۵

شیخ طبیب بن عبد الواحد بلگرامی
ولادت ۱۸۶۹ھ و وفات ۱۰۶۶ھ

طیب بن عبد الواحد حسینی واسطی بلگرامی اللہ کے نیک بندوں میں سے
تھے اپنے والد سے کسب علم کیا اور عرصہ دراز ان کے ساتھ رہے۔ غلام علی آزاد
نے مائتہ الکرام میں لکھا ہے کہ وہ دہلی جایا کرتے تھے اور شیخ عبد الحق دہلوی
سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کے ساتھ رہتے مشکل مسائل پر گفتگو کرتے اور علوم
کا استفادہ کرتے۔ ہدایۃ الفقہ اور تفسیر بیضاوی کی شرحیں لکھیں۔ شریف بن
عمر بلگرامی نے مرآۃ العبدین میں لکھا ہے کہ وہ بڑے عبادت گزار تھے سن ۱۰۶۶ھ
وفات تک کوئی نماز قضا نہیں ہوئی یہ اپنی نیکی کی وجہ سے زمیں کی برکت
اور آسمان کے ستاروں تھے۔

جلد ۲۷ : ۲

نزدہ ۱۸۹/۵ مائتہ الکرام مرآۃ العبدین

شیخ محمد بن ابی سعید کا لہری
ولادت ۱۰۰۶ھ وفات ۱۰۷۱ھ

اپنے زمانہ کے اہم اور عظیم علما میں سے تھے کا لہی میں پیدا ہوئے ان کے والد ان کی پیدائش سے پہلے دکن گئے تھے اس کے بعد ان کا بچہ نہ چل سکا اس لئے یہ والد کے ساتھ سے محروم رہے۔ ان کی والدہ بڑی نیک خاتون تھیں انھوں نے ان کی پرورش اور تربیت کا خاص طور سے خیال رکھا۔ شیخ محمد یونس "کڑہ" اہم علما اور محدثین میں سے تھے ایک مرتبہ وہ کا لہی آئے اس وقت محمد بن ابی سعید کی عمر سات سال تھی انھوں نے شیخ سے استفادہ کیا درس کتب پڑھیں اور حدیث کی سند لی اس کے بعد طلب علم کے لئے جا جنو گئے اور مولانا جاجوری سے استفادہ کیا اس کے بعد "کڑہ" گئے اور تمام کتب درس شیخ جمال بن مخدوم کوروی سے پڑھیں اور طریقت کی بھی تعلیم حاصل کی۔ اپنے شہر واپس آ گئے اور عرصہ تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ کافی دنوں کے بعد جالندھر کا رخ کیا تاکہ وہاں اپنے والد ان کی کس خاتون سے شادی کرہن راستہ میں آ کر وہیں اتر گئے امیر ابو العلاء حسنین اکبر آبادی سے ملاقات ہوئی۔ عرصہ تک ان کے ساتھ رہے انھیں سے "احراری طریقہ" سیکھا دس سال تک علمی مشاغل جاری رہے۔ پھر اکبر آباد گئے اور وہاں سے اپنے ملک واپس آئے اور مدت تک پڑھانے کا مشغلہ جاری رکھا۔ جب حال و استعراق کی کیفیت آخر عمر میں طاری ہوئی تو عزلت نشینی اختیار کر لی تنہا اپنے گھر میں رہنے لگے لوگوں سے ملنا جلنا تسریع و تعینت سب کچھ چھوڑ دیا اگر کسی کو ملنا ہوتا تو مسجد یا گھر میں مل لیتا تھا۔ (ضیاء محمدی)

مولانا آزاد بلگرامی مائتہ الکرام میں لکھتے ہیں کہ آخر عمر میں روزہ کو اپنے لئے لازمی کر لیا تھا۔ اس پر وہ استقلال کے ساتھ جمے رہے دن میں مستقل روزے رکھتے تھے اس کے بعد چھ سال تک زندہ رہے۔ ان کی تصانیف میں

"تفسیر سورہ یوسف" کتاب الروائح (الحمد کی تفسیر) "رسالہ فی تحقیق الروح"
 "رسالہ فی وحدۃ الوجود" "رسالہ فی محبت الفناء" "قائد الصوفیۃ" "الواردات" "ارشاد
 السالکین فی السلوک" وغیرہ۔ ۶۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا ان کی قبر
 کالپی کے بیرون علاقہ میں ہے لوگ اس کو مبارک سمجھتے ہیں اور زیارت کرتے ہیں
 رسالہ روائح کی ابتدا* یوں ہے۔

"حامد اللہ والحمد والمحمود هو صلیا لرسول اللہ والرسول
 والرسالة والمرسل هو قاتلا بانه قد ورد علی محمد بن ابی سعید
 هذه النصائح الشریفة نارا املا بها والمامل والقول والضقول
 هو*۔ نزہۃ ۳۲۸/۵

حاشیہ ۲:

نزہۃ ۳۲۷/۵ ضیاء محمدی آثار الکرام ص ۸۱

شیخ عبد اللہ دہلوی

ولادت ۱۰۱۰ھ وفات ۱۰۷۲ھ

علامہ عبد اللہ بن عبد الباقی نقشبندی کابل تم دہلوی مصارف الہیہ میں بڑی اونچی حیثیت رکھتے تھے بچپن میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا شیخ حسام الدین دہلوی کے ساتھ عاطفت میں پرورش پائی شیخ شا کر محمد اور شیخ عبد الحق دہلوی سے کتب درسیہ پڑھیں پھر سرہند گئے اور شیخ احمد بن عبد الاحد سرہندی سے بعض کتابیں پڑھیں دہلی واپس آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ بہت بڑے عالم صوفی بزرگ تھے ارباب وجد و جماع میں سے تھے۔ شیخ محسن الدین اسی عربی سے بہت متاثر اور مصارف الہیہ میں ان کے پیرو تھے۔ ان کی "قصص" اور "فتوحات" پر شرح بھی لکھی۔ بیضاوی کی شرح بھی لکھی۔ "زاد المساد" رسالہ فی مذاقب شیخ حسام الدین "رسالہ میراث وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔

حالات کے لئے ۱

نزهة ۲۵۵/۵ اسرارہ

شیخ اہل اللہ الہملی

وفات ۱۰۸۷ھ

۱۱۸۷ھ

اہل اللہ بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین عمری اللہ تعالیٰ کے بہت ہی
 نیک بندوں میں سے تھے شیخ ولی اللہ دہلوی سے کسبِ علم کیا۔ ان کی تصانیف
 بہت سی ہیں جن میں سے ہدایۃ الفقہ اہم ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے قرآن مجید
 کی ایک تفسیر بھی لکھی جو "طی سبیل الایجاز" ہے۔ اسکا ابتدا "ان الفاظ سے
 ہوئی ہے۔"

"اللہ اسلمہ الہ للعبود وهو علم لذاتہ"

ان کی اس تصنیف کے کسی بھی نسخہ کا پتہ نہیں چلتا ہے صرف اتنا ہی
 تذکرہ نزہۃ الخواطر میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ عبد المنہز دہلوی نے ایک
 خط میں جو انہوں نے ابوسعید محمد بن صبا* پریلوی کو لکھا ہے ان کا ذکر
 کیا ہے۔

حالت کے لئے:

نزہۃ ۶ / ۲۱

شیخ یحییٰ بن محمود گجراتی

ولادت ۱۰۱۰ھ وفات ۱۱۰۱ھ

احمد آباد میں پیدا ہوئے اپنے دادا محمد حسن گجراتی سے پندرہ سال کسب علم کیا اور قرآن مجید حفظ کیا۔ دادا کے بعد خود ان کی جگہ شیخ بنے اور مشائخ چشتیہ کے اہم لوگوں میں شمار ہوئے۔ فناء کے قائل تھے۔ دومرتبہ حجاز کا سفر کیا ایک بار اپنی والدہ کی زندگی میں حج کیا اور لوٹ آئے دوسری بار ان کی وفات کے بعد چودہ سال قیام کیا ایک سال مدینہ میں گزارئے تھے تو دوسرا مکہ میں تفسیر حسینیٰ ان کی اہم تصنیف ہے ایک مجموعہ بھی ملتا ہے یہاں لیس ص ۱ میں مہینہ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور بقیع فرقد میں دفن ہوئے۔

حالات کے لئے:

نمبر ۶/۲۲۲ مراۃ احمدی

شیخ محمد بن جعفر گجراتی

ولادت ۱۰۴۷ھ وفات ۱۱۱۱ھ

فقہاء محمد بن جعفر بن جلال بن محمد حسین البخاری ابوالمجد محبوب
 عالم گجرات میں ۱۰۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ شروع میں اپنے والد سے علم حاصل
 کیا پھر علمائے گجرات سے پڑھا اپنے دور کے اہم علماء میں سے تھے۔ ان کے بہت سے
 مشہور شاگرد ہوئے ان کی تصانیف میں فارسی میں قرآن کریم کی تفسیر ہے جسے
 انھوں نے اہل بیت کی روایت سے لکھا ہے۔ اس کے علاوہ عربی میں جلالین
 کے انداز پر تفسیر لکھی، "زینۃ النکات فی شرح مشکوٰۃ" اور مضاہین و رسائل بھی
 تصنیف کئے۔ احمد آباد میں ۱۱۱۱ھ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

حالات کے لئے:

نزدہ ۲۵۴/۶

شیخ جمال الدین گجراتی

ولادت ۱۰۸۸ھ وفات ۱۱۲۴ھ

شیخ جمال الدین بن رکن الدین عمری جشتی گجراتی مشہور مشائخ میں سے ایک تھے۔ ۱۰۸۸ھ میں احمد آباد میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور پھر اسی کے پاس رہ کر چشمہ طہرہ سیکھا اس کے بعد درس و تدیس میں لگ گئے۔ بہت ہی نیک اور انشائی سخی تھے۔ طلباء اور مسافروں کے لئے ہر چیز خرچ کرنے کو تیار رہتے تھے۔ بڑے عبادت گزار اور متقی تھے۔ برابر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے انھوں نے ایک سو بیالیس کتابیں لکھیں جو تقریباً ہر موضوع پر ہیں انھوں نے تفسیر بیضاوی تفسیر مدارک تفسیر محمدی اور تفسیر حسنی پر حاشیے لکھے اس کے علاوہ دو تفسیریں تفسیر مختصر اور تفسیر نصیری بھی لکھی۔ ان میں سے کسی بھی کتاب کا ہتھ نہ ہیں چلتا ہے۔

حالات کے لئے:

نزدہ ۵۸-۵۹/۶

طوقی شرف الدین لکھنؤی

وفات ۱۱۲۲ھ

شرف الدین بن محی الدین بن صدر الدین بن محمد الاخطی لکھنؤی
 لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی۔ پہلے اپنے والد سے پڑھا پھر اس
 دور کے بعض اور اساتذہ سے جن میں شیخ غلام نقشبند بن عطاء اللہ لکھنؤی
 بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد شہنشاہ عالمگیر کا تقرب حاصل کیا چار سو کا
 منصب عطا ہوا۔ بعض شرفی خدمات ان کے سپرد کی گئیں محمد شاہ کے زمانہ
 میں ان کا منصب تیس ہزاری ہو گیا۔ انہوں نے کئی کتابیں لکھیں جن میں
 حاشیہ شرح مواقف اور حاشیہ تفسیر بیضاوی اہم ہیں۔

حالات کے لئے:

نزدہ ۱۰۴/۶ باغ بہار

مولانا امان اللہ بنارس

وفات ۱۱۳۳ھ

حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بنارس بڑے عالم اور متقی تھے۔ بنارس میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی قرآن مجید حفظ کیا شیخ محمد ماہ دیو کا بی اور شیخ قطب الدین حسینی شمس آبادی وغیرہ سے درس کتابیں پڑھیں۔ فقہ اصول اور علم کلام میں بڑا نام پیدا کیا اور رنگ زیب عالمگیر کی طرف سے لکھنؤ کی صدارت پر فائز ہوئے۔ اسی زمانہ میں مولانا محب اللہ بہاری لکھنؤ کے قاضی تھے۔ ان دونوں کے درمیان بڑے زبردست مباحثے و مناظرے ہوئے تھے جس کی بہت سی مثالیں اس دور کی کتابوں میں موجود ہیں۔ انہوں نے بہت سی بعض اہم کتابیں تصنیف کیں جن میں مفسر "اور اسکی شرح" "محکم" اصول فقہ ہیں۔ حاشیہ بیضاوی اس کے علاوہ "المضدی" "القلوب" "شرح عقائد" وغیرہ پر حواشی لکھے ہیں۔ مسئلہ حدود دہری پر ملا محمود جونپوری اور امیر باقراسترا آبادی کے درمیان محاکمہ بھی انہی کی یادگار ہے۔ "التسویہ" کی شرح بھی یادگار ہے۔ دو تین کے کتابوں کے قلمی نسخے ملتے ہیں باقی مفقود ہیں۔

حالات کے لئے:

نزهة ص ۳۹ ج ۶ حقائق ص ۴۲۶ تذکرہ ص ۲۹

شیخ فتح محمد سید انوی
وفات ۱۱۴۲ھ

شیخ فاضل فتح محمد سید انوی بڑے علما میں سے ایک تھے۔ ان کے
اسلاف "ہزوار" سے اگر سیدانہ (الہ آباد کے قریب) میں آباد ہو گئے تھے۔
فتح محمد یہیں پیدا ہوئے اور یہیں کے علما سے کسب علم کیا اس کے بعد شیخ
میں عبد الحق حسنی مانکپوری سے فیض حاصل کیا۔ الہ آباد میں درس و تدریس
کے کام میں لگ گئے انھوں نے تفسیر محمدی کے نام سے قرآن مجید کی بسیط تفسیر
لکھی جس کے متعلق نزہۃ الخواطر (ج ۶ ص ۲۱۷) میں لکھا ہے۔
"کتاب بسیط فی تفسیر القرآن الکریم علی لسان الحقائق"
اس کے علاوہ مصارف الہیہ میں کئی رسالہ مجمع الانوار مجمع الاسرار حل المشكلات
کے نام سے بھی لکھے ہیں۔ ان کا انتقال رجب ۱۱۴۳ھ میں ہوا اور سیدانہ میں
دفن ہوئے۔

حاشیہ ۷

نزہۃ ص ۲۱۷ ج ۶

مولانا محمد طاہر الہ آبادی

ولادت ۱۱۱۰ ہجرات ۱۱۲۳ھ

شیخ محمد طاہر بن محمد یحییٰ بن محمد امین عباسی افضل الہ آبادی
 ۱۱۱۰ھ میں الہ آباد میں پیدا ہوئے یہ اپنے والد کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔
 اسی حساب سے علم و عمل میں بھی سب سے افضل تھے۔ مفتی جلال اللہ الہ آبادی
 سے کسب علم کیا اور ماہر فن بنے اس کے بعد درس و تدریس اور تصنیف و تالیف
 میں مشغول ہو گئے۔ فتویٰ بھی دیتے تھے بہت ذہین اور سمجھدار تھے۔
 پرانے مذاہب اور علوم متعلقہ پر بڑی اچھی نظر تھی۔ انہوں نے بہت سی کتابیں
 لکھیں جن میں "تحقیق الحق فی رد احقاق الحق" للفاضل نور اللہ تستری شرح
 فصوص الحکم کتاب الفوریین کا ترجمہ اثبات خلافة الصدیق تعلیقات بیضاوی
 رسالہ فی تفسیر آیۃ التطہیر وغیرہ اہم ہیں اپنے والد کی زندگی میں ۱۱۲۳ھ
 میں وفات پائی۔

حالات کے لئے:

نزهة ص ۲۲۵ ج ۶

شیخ ولی اللہ دہلوی وفات ۱۱۵۰ھ

شیخ ولی اللہ حنفی دہلوی مشہور علماء میں سے تھے۔ یہ شیخ عبدالاحد بن محمد سمید سرہندی کے پوتے تھے بہت سے لوگ ان کے اور شاہ ولی اللہ کے نام میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اور دونوں کو خلط ملط کر دیتے ہیں دونوں کا نام ایک ہی ہے۔ اور دونوں دہلوی ہیں لیکن سلسلہ نسب میں فرق ہے۔ دونوں شاعر بھی تھے شیخ ولی اللہ کا تخلص اشتیاق تھا اور شاہ ولی اللہ کا امین ان کی کئی تصانیف ہیں جن میں قرآن کریم کی تفسیر بھی شامل ہے۔ ان کا انتقال ۱۱۵۰ھ میں ہوا۔

حالات کے لئے:

مولانا محمد حکم بریلوی
وفات ۱۱۵۰ھ

علامہ محمد حکم بن محمد بن علم اللہ حسینی نقشبندی رائے بریلی میں پیدا ہوئے اپنے دو بڑے علماء میں سے تھے۔ اپنے والد کے ساتھ ایک مدت تک رہے۔ اور اس سے کسب علم کیا۔ اس کے بعد دوسرے شہروں میں گئے اور مشائخ سے علم حاصل کیا ان کے اساتذہ میں شیخ محمد یحییٰ انکی شیخ عبد الاحد بن محمد سمیع سرہندی شیخ سعدی بخاری وغیرہ اہم ہیں انہوں نے فارسی میں قرآن مجید کی تفسیر حسینی کے نام سے لکھی ہے۔ اس کے علاوہ عربی میں بھی ایک تفسیر لکھی جس کا نام حکم التذیل ہے۔ اس کے علاوہ ملخص البلاغہ تلخیص الصراح اور نحو میں بعض رسائل بھی تصنیف کئے۔ بیالیس سال کی عمر میں ۱۱۵۰ میں انتقال ہوا۔

حالات کے لئے:

نزدہ ۲۰۰ ج ۶

شیخ نورالدین محمد صالح گجراتی
ولادت ۱۰۶۳ھ وفات ۱۱۵۵ھ

اپنے دور کے اہم علماء میں سے تھے احمد آباد میں پیدا ہوئے بچپن ہی سے
علم کا ذوق تھا شیخ سعدی کی گلستان اپنی والدہ سے پڑھی درس کتابیں
احمد بن سلیمان گجراتی اور فرید الدین احمد آبادی سے پڑھیں علم حدیث
وطریقت شیخ محمد بن جعفر حسینی سے حاصل کیا اور فضل و کمال میں لائق
ہوئے۔ ان کے نام سے اکرم الدین گجراتی^۲ احمد آباد میں ایک مدرسہ
۱۱۱۱ھ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے خرچ سے بنوایا — بڑے متقی اور
پرہیزگار تھے عبادت کا یہ عالم تھا کہ رات کے وسط میں نماز میں ادا کرتے
تھے جب بھی لیٹتے ایک ہزار مرتبہ کلمہ پڑھتے اور ایک ہزار مرتبہ نہیں علم
درود پڑھتے۔ یاد شاہوں کے مطالبہ و ہدایا قبول نہ کرتے تھے۔ ۱۱۴۳ھ
میں حرمین شریفین گئے اس وقت ان کی عمر ۹۱ سال سے متجاوز تھی۔
حج و زیارت کے بعد ہندوستان واپس آئے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔
جوانمیں علم و ادب اور مذہب و دین کی دنیا میں بلند مرتبہ پر فائز کرتی
ہیں قرآن مجید کی مختصر تفسیر لکھی تفسیر النورانی للسمع الثانی تفسیر
الربانی علی سورة البقرة حاشیہ علی اوائل تفسیر بیضاوی اس کے علاوہ
نور القاری شرح بحاری شرح المواقیف شرح المطالع حاشیہ علی مطول حاشیہ
علی مطول حاشیہ علی الشمسہ شرح فصوص الحکم ان کی تصانیف کم و بیش
ڈیڑھ سو شمار کی جاتی ہیں۔ ان کا انتقال ۱۱۵۵ھ میں احمد آباد میں ہوا۔

حالات کے لئے :

نزہۃ ص ۳۹۰ ج ۶ حقائق ص ۴۴۴ مآثر الکرام دفتر اول ص ۲۱۹ تذکرہ ص

قاضی محمد معظم نابھوی وفات ۱۱۵۸ھ

شیخ فاضل محمد معظم بن قاضی احمد حنفی مشہور علماء میں سے تھے۔
نابھہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ علامہ عبد الحکیم سہالکوشی سے تعلیم حاصل کی
نابھہ میں درس و تدریس میں لگ گئے پھر قضا کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ بہادر
شاہ بن عالمگیر نے ان کو چند کاموں دئے انھوں نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی
شرح منوی معنوی لکھی۔

حالات کے لئے:

نیزہ ص ۲۵۱ ج ۶ تذکرہ ص ۲۱۳

مولانا عابد لاہوری

وفات ۱۱۶۰ھ

محمد عابد حنفی نقشبندی السنائی لاہوری کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق سے ملتا ہے لاہور میں پیدا ہوئے اور یہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ شیخ عبد الاحد بن محمد سرسید ہندی ان کے استاد تھے ورع و تقویٰ کی وجہ سے ان کا مرتبہ بہت اونچا ہے۔ سرسید سر ہندی کے ساتھ بہت زمانہ ٹک رہنے کے بعد حرمین شریفین کا سفر شوق میں پایا ہوا۔ کہا۔ حج و زیارتِ روضہ مقدسہ کے بعد ہندوستان واپس آئے۔

بڑے پرمہنگار اور بہت زیادہ نمازیں پڑھنے والے تھے۔ ہر رات تہجد میں سورہ یحییٰ ساتھ بار پڑھتے تھے۔ اور ہر دو رکعتوں کے بعد مراقبہ کرتے تھے۔ ساری عمر اس پر عمل کرتے رہے۔ حتیٰ کہ مرض الموت میں بھی سورہ ۹ مذكور پھنٹیں بار بیس ہزار بار کلمہ طیبہ اور درود شریف ایک ہزار دفعہ ذکر نفی و اثبات بحسب دم اور ایک منزل قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے۔ اسی تمام عبادتوں اور ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور علوم و فنون سے متعلق کتابیں لکھیں بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ ان کے مدرسہ میں سو طالبان علم سے کم ہوں۔ فقیر محمد صاحب جہلمی نے حقائق الحنفیہ میں ان کی بہت سی تصانیف کا ذکر کیا ہے مگر اسوس ہے کہ ان میں سے کسی کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ جن میں تعلیقات بیضاوی شرح خلاصۃ الکیداس شرح قصیدہ بانت سعاد رسالہ فی وجوہ اہجاز القرآن۔ حقائق الحنفیہ کے علاوہ ان کتابوں کا ذکر کہیں اور نہیں ملتا ہے۔

طالع ۷۷۷

نزهة ص ۳۲۶ ج ۶ حقائق الحنفیہ ص ۴۴۴ تذکرہ ص ۲۱

شیخ محمد ناصر الہ آبادی
ولادت ۱۱۲۲ھ وفات ۱۱۶۳ھ

شیخ محمد ناصر بن محمد یحییٰ بن محمد امین صاحب الہ آبادی بہت ہی
اہم علماء میں سے تھے۔ ۱۱۲۲ھ میں الہ آباد میں پیدا ہوئے اپنے چچا زاد
بھائی محمد طاہر بن محمد یحییٰ سے کسب علم کیا اس کے علاوہ اپنے والد اور
ماتون کمال الدین سے بھی علوم متداولہ سیکھے۔ بچپن میں اپنے نانا محمد
الفضل کے ہاتھ پر بہت سی شعر بھی کہتے تھے۔ تخلص افضل کرتے تھے۔
میں بڑے بڑے دیوان ہیں ان کی تصانیف میں منتخب الاعمال الجوہر النقیۃ
الانکار المشرقة تذکرة الخلفاء انوار الحقائق اور تفسیر آیۃ الاحکام مشہور ہیں۔
الہ آباد میں ۱۱۶۳ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ محمد وارث حسینی بنارس

ولادت ۱۰۸۷ھ وفات ۱۱۶۶ھ

شیخ محمد وارث بن عنایت اللہ بن حبیب اللہ فقہ اور اصول کے علما میں سے تھے ان کا اصل وطن نونہرہ تھا ان کے والد اسے چھوڑ کر بنارس آ گئے ۔
 بہن ان کی پیدائش ۱۰۸۷ھ میں ہوئی ۔ بہن سے تعلیم کی طرف متوجہ ہو گئے مولوی ابراہیم صاحب سے بہت دن تک پڑھتے رہے یہاں تک کہ فقہ اصول علم کلام اور عربی زبان پر عبور حاصل کر لیا ۔ ان کی بہت سی تصانیف کا ذکر ملتا ہے جن میں حاشیہ شرح وقایہ حاشیہ میرزا مدو ملا جلال اہم ہے ۔
 انھوں نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی تھی بنارس ہی میں ۱۱۶۶ھ میں ان کا انتقال ہوا ۔

حالات کے لئے :

نزدہ ص ۲۶۱ ج ۶ تذکرہ ص ۲۱۱

مولانا وحید الحق پھلواری
وفات ۱۲۰۱ ھ

وحید الحق بن وجہ الحق بن امان اللہ ہاشمی جمعری پھلواری اپنے دور کے ممتاز اساتذہ اور اہل علم میں شمار کئے جاتے تھے۔ اپنے ماموں اور والد سے تعلیم حاصل کی اور تکمیل کے بعد درس و تدریس میں لگ گئے۔ اچھے اخلاق کے مال، اور راست گو تھے۔ بڑے منہ سار اور شہین گفتار تھے۔ متقی پرہیزگار تھے مشتبہ باتوں سے احتراز کرتے تھے۔ اچھے کاموں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے تھے۔ خود فقراء کا لباس استعمال کرتے تھے۔ جفاکی پر پہنچتے تھے سیاہ قمیص پہنچتے تھے۔ فقہاء حنفیہ کی طرق سے شیوخ میں سماع سے پہنچتے تھے۔ لیکن بعد میں اس سے دلچسپی ہو گئی تھی اور مجلس سماع میں شریک ہونے لگے تھے۔ درس و تدریس میں بہت مشغول رہتے تھے۔ ان کے بہت سے شاگرد ہوئے ہیں جن میں خود ان کے لڑکے اور بھانجے شامل ہیں۔ انھوں نے ہدایۃ اللفقہ شمائل ترمذی اور تفسیر بیضاوی پر تعلیقات لکھی ہیں۔ ان کا انتقال ۱۲۰۱ ھ میں ہوا۔

حادثہ کے لئے:

شیخ اسلم بن یحییٰ کشمیری
ولادت ۱۱۳۹ھ وفات ۱۲۱۲ھ

شیخ اسلم بن یحییٰ بن یحییٰ رغبی کشمیری ۱۱۳۹ھ میں پیدا ہوئے قرآن مجید اپنے دادا امین الدین سے پڑھا کتبِ درسیہ اپنے والد سے پڑھیں اور مرسہ تک ان کے ساتھ رہے یہاں تک کہ بہت سے علوم و فنون میں کمال حاصل کر لیا۔ بیس سال تک منصب افتاء برقرار رہے۔ ان کے بہت سے شاگرد ہیں۔ جن میں شیخ عبد الوہاب مولانا ابوالکارم ملا حب اللہ مفتی ہدایت اللہ وٹھرہ مشہور ہیں انھوں نے فقہ و تصوف میں بہت سی کتابیں لکھیں اس کے علاوہ جامع صفیر اور جلالین پر تعلیقات لکھیں۔ ان کا انتقال ۱۲۱۲ھ میں ہوا۔

حالات کے لئے:

نزہۃ ص ۵۵ ج ۲ حوائی ص ۲۶۱

مولانا عبد الہا بیٹ قوجی

ولادت ۱۱۵۹ھ وفات ۱۲۲۳ھ

شیخ عبد الہا بیٹ بن رستم علی بن اصغر علی صدیقی قوجی مشہور علما میں سے تھے دادا ملا اصغر اور والد رستم علی کی تمام خوبیاں اور علوم ان کو ورثہ میں ملے تھے قوجی ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے والد سے تعلیم حاصل کی اور جلد ہی شہرت حاصل کر لی اس دور کے علما میں ان کا ایک خاص مرتبہ تھا۔ نواب صدیق حسن خاں نے انعام النبلا میں لکھا ہے کہ

”انہ کان فی زمانہ استاذ الاساتذہ و شیح المشائخ
تشد الیہ الرحال فی طلب العلم من بلاد شام و مصر و قصدہ
الطلبة من کل فج صیق کما فی الفرائض آية باہرہ درس
والفاد و الف واجاد“

انہوں نے بہت سی کتابیں مختلف مسائل پر تصنیف کیں طرز استدلال سادہ اور واضح ہے مہموم کو پوری طرح سمجھانے اور بات کی تشریح کرنے میں۔ ان کا خط بہت اچھا تھا اور تیز لکھتے تھے اس دور کے علما ان کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا اور مشہور ہوئے۔ ان کی تصانیف میں زیادة الفرائض شرح الاربعین شرح تہذیب النطق المنازل الاثنی عشریة فی طبقات الاولیاء شرح زیادة الصرف شرح خلاصة الحساب اور تہذیب الیمان فی اسرار القرآن وغیرہ بہت مشہور ہوئیں۔ ۱۲۲۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

مولانا امین اللہ عظیم آبادی
وفات ۱۲۳۲ھ

امین اللہ بن سلیم اللہ بن عظیم اللہ انصاری عظیم آبادی مشہور علما
میں سے تھے حکمت ادب اور منطق میں ان کی نظر مشکل سے ملتی ہے۔ ابتدائی
تعلیم اپنے والد سے حاصل کی پھر الہ آباد گئے اور منطق اور حکمت محمد قائم
الہ آبادی سے حاصل کی اس کے بعد دہلی گیا۔ یہاں شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم
اور ان کے بیٹے شیخ عبدالعزیز کے آگے زانوئے شاگردی کیے۔ پھر اپنے وطن
واپس آئے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بہت سے لوگوں نے اس سے
کسب علم کیا۔

ولکم فی القصاص حیوة کی تفسیر میں ایک رسالہ لکھا ہے اس
کے علاوہ تین صلح کی تفسیر میں ایک قصیدہ بھی ہے میرزا محمد کے رسالہ پر
حاشیہ لکھا ہے مسلم الثبوت کا بھی حاشیہ لکھا۔ فارس میں اشعار بھی کہے
تھے ایک دیوان موجود ہے۔ آگاہہ میں ۱۲۳۲ھ میں انتقال ہوا۔

حالات کے لئے:

نزہۃ ص ۸۵ ج ۷

مولانا محمد اشرف لکھنوی
وفات ۱۲۴۲ھ

محمد اشرف بن نعمۃ اللہ مشہور علماء میں سے تھے لکھنؤ میں پیدا ہوئے
شیخ مخدوم حسینی لکھنوی سے درس کتب پڑھیں علامہ غورالحق انصاری
سے بھی کسب علم کیا پھر تدوین کا کام شروع کر دیا۔ بہت سے لوگوں نے ان
سے فائدہ اٹھایا۔ ان کی تصانیف میں الاصول الراخنة فسطاس الصرف مذکورہ
علماء الهندا عربی اور تفسیر القرآن اہم ہیں۔ ۱۲۴۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حیات کے لئے:

نزهة من ۴۲۷ ج ۷

شاء رفیع الدین بن شاء ولی اللہ
وفات ۱۲۴۹ ھ

شاء ولی اللہ ج کے دوسرے صاحبزادے تھے کئی پشت سے علم و فضل و کمال کا ان کے یہاں چرچا تھا چچا اور والد سے فیض اٹھایا اور بہت جلد اچھی قابلیت بہم پہنچالی۔ قرآن کریم کا اردو ترجمہ اور بعض دوسری اہم تصانیف ان کی فہم و ادراک کا بین نبوت ہیں۔ علم و حقائق میں ان کی کتاب "رفع الہا ظل فی بعض المسائل الفاضلہ" کافی شہرت رکھتی ہے۔ کتاب التکمیل الکمل مقدیمہ العلم رسالہ عروض رسالہ شق القمر وغیرہ ان کی یادگار ہیں۔ انھوں نے "آیۃ النور" کی تفسیر بھی لکھی ہے جس کا لکھی نسخہ انڈیا آفس میں ہے۔

حوائق میں لکھا ہے کہ ان کی وفات ۱۲۴۸ ھ میں ہوئی۔

حالات کے لئے:

حوائق ص ۴۶۹ - تذکرہ ص ۶۶

مولانا محمد حسین لکھنوی

ولادت سنہ ۱۲۵۸ھ

لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور پرورش پائی بہن علم و حکمت سے بھی بہرہ یاب ہوئے مفتی ظہور اللہ اور مولانا ولی اللہ لکھنوی سے کسب علم کیا۔ حدیث کی سند مولانا شیخ عبد الحفیظ محدث سے لی۔ اس کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ فقہ اور حدیث میں ان کی کئی تصانیف بہت اہم ہیں ان میں سے "غایۃ البیان فیما یحل و یحرم من الحيوان" غایۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام "ابراز الکوز فی احوال ابراز الرموز" وغیرہ ہیں۔ "المحیۃ فی تحریم المنعہ" روانت کی آیتوں کی تفسیر بھی کی ہے جو اہم ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض کتابوں کی شرح کی ہے اور کچھ تعلیقات بھی لکھی ہیں۔ لکھنؤ ہی میں انتقال ہوا اور یہیں دفن ہوئے۔

حالت کے لئے:

نزدہ من ۴۶۲ ج ۷

مفتی محمد قلی کنٹوری

ولادت ۱۱۸۸ھ ولادت ۱۲۶۰ھ

شیخ مفتی فاضل مفتی محمد قلی کنٹوری بن محمد حسین بن حامد حسین مشہور شہید علماء میں سے تھے۔ ۱۱۸۸ھ میں پیدا ہوئے اور لاکھنؤ کے علماء سے تعلیم حاصل کی پھر سید دلدار علی بن محمد حسین نقوی کی شاگردی اختیار کی فقہ اصول اور علم حدیث کی تکمیل کی پھر منصب افتاء پر مبرور ہوئے فائز ہوئے اور بہت دنوں تک وہیں رہے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں السیف الناصری تہذیب المکاید الا جوبۃ الفاخرة الفتوحات الحیدریۃ اور تقریب الافہام فی تفسیر آیات الاحکام وغیرہ مشہور ہیں۔ ۱۲۶۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حالات کے لئے:

نزدہ ص ۴۶۰ ج ۴

مولانا جان محمد لاہوری

ولادت ۱۱۹۲ھ وفات ۱۲۶۸ھ

شیخ جان محمد حنفی المذہب تھے اپنے دور کے مشہور اور ممتاز اساتذہ
سے علم کی دولت حاصل کی پھر مدرسہ دہلی میں لگ گئے ۔
بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے " زیادة التماسیر " " انبات
الخلافة لمساوية رضي الله عنه " " رساله في العقائد " " رساله في الرد على
الشيعة " " شرح قصده برده " شرح بدو المال " " رساله في عدم فرضية
صلوة الجمعة " وغیرہ مشہور ہیں ۔

حاشیہ ۷۲:

نزہۃ ص ۱۱۶ ج ۷ حدائق الحنفیة ص ۴۷۵ تذکرہ ص ۴۲

مولانا ولی اللہ لکھنوی

وفات ۱۲۷۰ھ

ملا۔ ولی اللہ بن حبیب اللہ بن حبیب اللہ انصاری لکھنوی مشہور
اساتذہ میں سے تھے اپنے چچا ملا میں سے علم حاصل کیا اور عرصہ تک ان کے
درس میں شریک ہوئے رہے اس کے بعد علماء کے مقالات کا مطالعہ کیا اور
تدوین میں لگ گئے ان سے بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ ان کی تصانیف
بہت سی ہیں تفسیر معدن الجواہر حاشیہ ہدایۃ الفقہ حاشیہ عروۃ
الوثقی نفائس المکات شرح مسلم الثبوت شرح تذکرۃ المیزان مرآۃ العوضین
آداب السلاطین اغصان الاربعہ وفہرہ اثناسی سال کی عربی ۱۲۷۰ھ
میں انتقال ہوا۔

حالات کے لئے

نزهة ص ۵۲۸ ج ۷ تذکرہ ص ۲۵۲

مفتی یوسف بن اصغر لکھنوی

ولادت ۱۲۲۳ھ وفات ۱۲۸۶ھ

مفتی یوسف بن مفتی اصغر بن مفتی ابوالرحیم انصاری لکھنوی ۱۲۲۳ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے اپنے والد کے ملا وہ مفتی ظہور اللہ اور مفتی نور اللہ سے تعلیم حاصل کی اپنے والد کے بعد افتاء پر مامور ہوئے ایک مدت تک یہ فرض ادا کرتے رہے پھر سب سے الگ ہو کر اپنے گھر میں رہنے لگے پھر مدرسہ حنفیہ جونیپور میں پڑھانے کا کام سہرا ہوا ۱۲۸۶ھ میں حج کیے لے گئے اور وہیں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ ساری عمر درس و تدریس میں گزار دی۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں حاشیہ علی شرح سلم ملا حسن حاشیہ سلم للفاضل حاشیہ علی شمس بازارہ للہونیپوری حاشیہ شرح وقایہ اور تعلیقات بیضاوی مشہور ہیں۔

حالات کے لئے :

نزدہ ۵۳۵ ج ۷

مولانا عبد الحکیم لکھنوی
وفات ۱۲۸۶ ھ

علا ۛ عبد الحکیم بن عبد الرب بن عبد الصلی بن نظام الدین انصاری
لکھنؤ میں پیدا ہوئے ۔ کتب درسی مولانا محمد دالم سے پڑھیں اس کے بعد
شیخ نور الحق بن انوار الحق لکھنؤی کے پاس آکھے اور کتب درسی وغیرہ
درس ان سے پڑھیں ۔ بڑے صاف گذار اور متقی تھے ۔ طلباء کو درس دیتے
اور ان سے حسن سلوک کرتے ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں شرح السلم
لحمد اللہ حاشیہ علی میرزا محمد ملا جلال حاشیہ علی حروۃ الوثقی
للمتجہوری حاشیہ ہدایۃ الفقه اور تعلیقات بیضاوی وغیرہ مشہور ہیں ۔

حاشیہ ۲۷:

نزدہ ص ۲۴۶ ج ۷ تذکرہ ص ۱۱۱

راجہ امداد علی خان الکٹوری
ولادت ۱۲۱۸ھ وفات ۱۲۹۲ھ

امداد علی بن رحمان بخش شہمی الکٹوری اپنے دور کے مشہور لوگوں
میں سے تھے کٹوری میں پیدا ہوئے اور وہیں سید علی حسین حکیم کٹوری سے
کچھ درس کتابیں پڑھیں پھر لکھنؤ آ گئے اور شیخ ولی اللہ بن حبیب اللہ
اور شیخ اعظم علی سے کسب علم کیا۔
ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے مزج السداد قرآن کریم
کی تفسیر میں تفسیر سورۃ یوسف عربی میں صنعت اہمال میں۔ الخطبہ
الشقیۃ شرح علی مقامات حریری ضطق میں ایک رسالہ وغیرہ ہیں۔

حالات کے لئے:

نزہۃ ۷۸، ۷۹، ۸۰

مولانا نصیر الدین برہانپوری

وفات ۱۲۹۳ ھ

سید نصیر الدین عید اللہ بن سید جلال الدین حسینی فقہ اور اصول
کے علماء میں سے تھے برہانپور میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے پڑھے اپنے والد
اور دوسرے علماء سے علم حاصل کیا اس کے بعد درس و تدریس میں لگ گئے ۔
ان کی بہت سی تصانیف ہیں التفسیر فی معانی التفسیر برہان العدی فی
تفسیر الرحمن علی العرش استوی روضۃ الريحان فی فضائل رمضان لطائف
التعذیب ہزار الا فراس شعب الایمان رسالہ فی تعداد الایات والحروف
والسورہ المسجدا ت فی القرآن الکریم وغیرہ مشہور ہیں ۔ آخر میں حرمین
شریفین گئے اور مدینہ منورہ میں ہی ۱۲۹۳ ھ میں انتقال ہوا ۔

حاجت کے لئے :

نزدہ ص ۵۰۲ ح ۷ تذکرہ ص ۲۳۹

مولانا عبد الصلی نگرانی

ولادت ۱۲۴۱ھ وفات ۱۲۹۶ھ

عبد الصلی بن پیر علی بن غلام ہندی نگرانی فتنائے حنفیہ میں سے تھے
اپنے ماموں علیہم اللہ اور سید انور علی مراد آبادی سے کسب علم کیا۔ شیخ
اویس الدین بلگرامی اور شیخ عبد الحکیم بن عبد الرب لکھنوی سے بھی پڑھا
قاضی عبد الکرم نگرانی سے طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ بڑے متقی نیک اور
پرہیزگار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت
دی۔ ان کی کئی مشہور تصانیف ہیں جن میں تفسیر آیات الاحکام تحقیق
الاموری حدود الفرائض والتذویر رد المبتدعین التحریر فی العزائم وغیرہ
ہیں۔ ۱۲۹۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حالات کے لئے:

نزهة ص ۲۷۸ ج ۱ تذکرہ ص ۱۲۴

مولانا لطف اللہ لکھنوی
وفات ۱۲۹۷ھ

علامہ لطف اللہ بن عبد اللہ حنفی کے اسلاف غازی پور سے لکھنوی
میں آکر بس گئے تحصیل علم کے لئے سفر کئے زیادہ تر کتب درسیہ مولانا ولی
اللہ بن حبیب اللہ لکھنوی سے پڑھیں بہت دہیں اور ہوشیار تھے حافظہ
بہت اچھا تھا بحث و مباحثہ سے بہت دلچسپی تھی اپنی ساری عمر درس
و تدوین میں گذاری۔ فن مناظرہ میں کئی کتابیں لکھیں جن میں سے "اوتاد
الحدید لشکر الاجتہاد والقلید" "صولۃ الاسد علی اعداء التمدد" مشہور
ہیں۔ انہوں نے "مظہر المعائب" لکھی جس میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر
بیاں کی ہے۔ اس کے علاوہ "طعن السنان" اور "القیقات" بھی لکھیں۔

حالات کے لئے:

شیخ نقی علی بریلوی
ولادت ۱۲۲۶ھ وفات ۱۲۹۷ھ

شیخ نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی فقہائے حنفیہ میں سے تھے۔
اپنے والد سے کچھ کتابیں پڑھیں پھر سید آل رسول مارہروی سے حدیث
کی سند لی اس کے بعد ہندوستان آ گئے۔ نزہۃ الخواطر میں ان کے متعلق
لکھا ہے۔

"وكان ممن ينتصر للهدى والرحوم"

ان کی تصانیف میں الام الاوضح فی تفسیر الم تشریح وسیلة النجاة
جواہر البیان فی اسرار الارکان ہدایۃ البریۃ الی الشریعة الاحمدیہ
وغیرہ مشہور ہیں۔ تذکرہ علمائے ہند میں ان کے چھ کتابوں کے نام لکھے ہیں۔
۱۲۹۷ھ میں انتقال ہوا۔

حالات کے لئے:

نزہۃ ص ۵۰۸ ج ۷ تذکرہ ص ۲۲۲

سید ناصر حسین جونپوری

ناصر حسین بن مظفر حسین الحسنی شمسی فقہائے شیعہ ہیں سے تھے ۔
 جونپور میں پیدا ہوئے کتب درسیہ مولانا سخاوت علی خان جونپوری اور شیخ
 عبد الحلیم بن امین اللہ المصاری سے پڑھیں پھر شیخ گلشن علی شمسی جونپوری
 سے فقہ اور علم کلام میں مذهب امامیہ کے انداز پر حاصل کیا ۔ پھر لکھنؤ گئے
 اور سید محمد تقی مجتہد شیعہ سے کسب علم کیا پھر حرمین گئے مشاہد عراق
 بھی دیکھا ۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں ۔ علم الادب فی شاہج کلام الادب
 رشح النہال جس میں اثبات مقصد اور تحریف قرآن کے مسائل سے بحث کی ہے ۔
 اور تفسیر آیۃ التطہیر اس کے علاوہ مصائب اہل بیت سے متعلق ایک ضخیم
 کتاب بھی لکھی ۔

حالات کے لئے

شیخ صدر علی فیض آبادی

شیخ فاضل صدر علی بن حیدر علی حسینی دہلوی ثم فیض آبادی
 علما شہدہ میں مشہور تھے انہوں نے "اسنن الحدائق" کے نام سے سورہہ
 یوسف کی تفسیر ۱۲۵۲ھ میں لکھی۔

حاشیہ ۱: ۲۰

تفسیر و ن کی فہرست

پہلا باب

- ۱۔ کاشف الحقائق و قاموس الدقائق۔ محمد بن احمد تھانیسری ۸۲۰ھ قلعی ایسٹاک
سوسائٹی بنگال
- ۲۔ تفسیر ملقط سید محمد گیسو راز ۸۲۵ھ قلعی ناصیہ لکھنؤ
- ۳۔ تبصیر الرحمن و تفسیر العنان علی مہانتی ۸۳۵ھ مطبوعہ
- ۴۔ تفسیر القرآن حاجی عبد الوہاب بخاری ۹۳۲ھ مطبوعہ (اخبار الاخیار)
- ۵۔ التفسیر المحدثی۔ محمد بن احمد میانجیو ۹۸۲ھ قلعی سالار جنگ
- ۶۔ منبع صیون انصافی شیخ مبارک ۱۰۰۱ھ قلعی سید تقی لکھنؤ
- ۷۔ سواطع الانبیا ابو الفیض فیض ۱۰۰۲ھ مطبوعہ
- ۸۔ انوار الاسرار شیخ حمی بن قاسم ۱۰۳۱ھ قلعی (مہاجر النولایہ)
- ۹۔ زبدۃ التفسیر مبین الدین کشمیری ۱۰۸۵ھ قلعی پٹنہ
- ۱۰۔ زبدۃ التفسیر للقدیمہ الامامہ شہرہ شیخ الاسلام
عبد الوہاب ۱۱۰۹ھ قلعی رامپور
- ۱۱۔ ثواقب التنزیل علی اصغر قنوجی ۱۱۴۰ھ قلعی
- ۱۲۔ قرآن القرآن بالیمان شیخ کلیم اللہ جہان آبادی ۱۱۴۱ھ مطبوعہ
- ۱۳۔ تفسیر صغیر ابو عبد اللہ محمد بن علی اصغر ۱۱۷۸ھ قلعی کاکوری
- ۱۴۔ تفسیر مظهری قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ مطبوعہ
- ۱۵۔ فتح الیمان فی مقاصد القرآن نواب صدیق حسن خان ۱۳۰۷ھ مطبوعہ
- ۱۶۔ تفسیر القرآن بکلام الرحمن مولانا ثناء اللہ امرتسری ۱۹۴۸ھ مطبوعہ

دوسرا باب

- ۱۔ الفتح القدسی فی تفسیر ابوبکر محی الدین عبد القادر ۱۰۳۸ھ قلعی بہار لکنتہ
آیۃ الکرسی
- ۲۔ تفسیر التفسیر ابن امیر قاسم جیلانی ۱۰۶۱ھ قلعی بنڈال
- ۳۔ تفسیر القرآن شہداء محمد بد ختشی ۱۰۷۲ھ مطبوعہ (نزدہ)
- ۴۔ تفسیر سورۃ الفاتحہ محمد نور الحق من انوار الحق ۱۰۷۳ھ قلعی بنڈال
- ۵۔ " " عبد اللہ بن عبد الحکیم ۱۰۹۳ھ قلعی راجپور
- ۶۔ انوار الفرقان وازہار القرآن شیخ غلام نقشبند لکھنؤی ۱۱۲۶ھ قلعی راجپور
- ۷۔ شجرۃ السطور فی شرح آیۃ انور محمد علی بن ابی طالب مبین
عبد اللہ - ۱۱۸۰ھ قلعی راجپور
- ۸۔ تفسیر سورۃ الفاتحہ مولوی محمد عاشق من عید اللہ ۱۱۸۷ھ قلعی راجپور
- ۹۔ بیابح الانوار محمد تقی بن سید حسین ۱۲۸۷ھ قلعی لکھنؤ
- ۱۰۔ مرآۃ القرآن محمد قطب الدین امروہوی مطبوعہ ۱۲۱۷ھ
- ۱۱۔ تفسیر سورۃ یوسف علی عباس خان راجپوری ۱۲۶۸ھ قلعی راجپور
- ۱۲۔ تنبیہ بیابح الانوار سید محمد ابراہیم بن سید تقی ۱۳۰۷ھ قلعی لکھنؤ
- ۱۳۔ نظام القرآن حمید الدین فراہی ۱۳۴۶ھ مطبوعہ
- ۱۴۔ تفسیر غرائب القرآن فتح محمد بن حافظ محمد شریف قلعی آفہ
- ۱۵۔ خلاصۃ النفا سیر محمد حسین بن محمد باقر قلعی لکھنؤ
- ۱۶۔ تفسیر احسن القصص سید ظلی محمد مطبوعہ
- ۱۷۔ الرسالۃ فی التفسیر محمد الکوی قلعی پٹنہ
- ۱۸۔ آیات للسائلین عنایت اللہ انری مطبوعہ ۱۳۲۸ھ
- ۱۹۔ نقد الدرد مظہر حسن جبر پوری مطبوعہ

تیسرا باب

- ۱۔ حاشیہ علی مدارک التتزیل الہ داد جونپوری ۹۲۳ھ قلعی علی گڑھ
- ۲۔ حاشیہ بیضاوی وجہ الدین علوی ۹۹۸ھ قلعی آغیہ سالارستان
- ۳۔ الرسالة العلویہ " " " راجور
- ۴۔ حاشیہ بیضاوی صفۃ اللہ بن روح اللہ ۱۰۱۵ھ قلعی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال
- ۵۔ حاشیہ بیضاوی عبد السلام لاہوری ۱۰۳۷ھ قلعی " "
- ۶۔ " " عبد الحکم سیالکوٹی ۱۰۶۷ھ مطبوعہ
- ۷۔ " " عبد جبار اللہ الہ آبادی ۱۱۱۰ھ قلعی علی گڑھ
- ۸۔ " " محمد بن عبد الرحیم - ونپوری ۱۱۷۳ھ قلعی بہار کلتھ
- ۹۔ حواشی ترجمہ قرآن شاہ ولی اللہ ۱۱۷۴ھ قلعی جامعہ دہلی
- ۱۰۔ برہان التاویل فی شرح الکلیل سراج احمد ۱۲۲۳ھ قلعی علی گڑھ
- ۱۱۔ ہلالین شرح جلالین تراب علی لکھنوی ۱۲۸۱ھ مطبوعہ
- ۱۲۔ تعلیقات الجلالین فہم الحسن سہارنپوری ۱۳۰۲ھ " "
- ۱۳۔ شواہد التفسیر " " "
- ۱۴۔ السقول المعظم فی حل کلام البیضاوی محمد عبد الواحد فی تفسیر قولہ تعالیٰ السم غازیپوری ۱۳۰۹ھ " "
- ۱۵۔ الاکمل علی مدارک التتزیل عبد الحق مہاجر علی ۱۳۳۰ھ " "
- ۱۶۔ ہدایۃ المساک فی حل تفسیر المدارک عبد الحمادی بھوپالی " "

چونما باب

- ۱۔ دستورالفسرین۔ عماد الدین عبد النبی اکبر آبادی ۱۰۲۱ھ قلعی علی گڑھ
- ۲۔ ہادیۃ قطب شاہی۔ محمد علی کر بلائی ۱۰۲۵ھ قلعی آ فیہ خدا بخش
- ۳۔ مجمع الفوائد۔ قلی بن بادشاہ قلی ۱۱۱۱ھ قلعی علی گڑھ
- ۴۔ ترتیب مطالب القرآن۔ ~~احمد بن سعید ملاحون~~ ۱۱۲۰ھ قلعی احمد دہلی
- ۵۔ التفسیرات الاحمدیہ۔ احمد بن سعید ملاحون ۱۱۳۰ھ مطبوعہ
- ۶۔ فتح الخیر۔ شاہ ولی اللہ ۱۱۴۴ھ مطبوعہ
- ۷۔ جنت النعم فی فضائل ^{القرآن} لرحمۃ اللہ علیہ محمد ہاشم بن عبد الشکور ۱۱۴۴ھ قلعی راجور پشہ
- ۸۔ الجداول النورانیہ۔ ناصر بن حسین حسینی ۱۲۰۰ھ قلعی راجور پشہ
- ۹۔ الافادات المنزلیۃ۔ مرتبہ محمد رفیع الدین ۱۲۲۳ھ قلعی لکھنؤ ندوۃ
- ۱۰۔ شر العرجان فی رسم نظم القرآن۔ محمد غوث ارکائی ۱۲۳۸ھ مطبوعہ
- ۱۱۔ تعداد الاسماء فی القرآن۔ غلام حسین کتابت ۱۲۳۱ھ قلعی لکھنؤ نا۔ ریہ
- ۱۲۔ بوضوح البہار فی بیان اسامی القرآن سید ابو تراب جعفری تالیف ۱۲۷۸ھ
- ۱۳۔ السبع المثانی۔ سید محمد بن دلداری ۱۲۸۴ھ قلعی لکھنؤ کتب خانہ نقی صاحب
- ۱۴۔ الامالی فی التفسیر و انواع۔ سید حسین بن دلداری قلعی " "
- ۱۵۔ ~~الامانی فی التفسیر و انواع۔ سید حسین بن دلداری علی~~
- ۱۵۔ سہیل السوخی فی علم النسخ و المنسخ عبد الکرم ٹونکی ۱۲۹۳ھ مطبوعہ
- ۱۶۔ آیات الاعجاز مولانا عبد الرشید کشمیری ۱۲۹۸ھ قلعی لکھنؤ ندوۃ
- ۱۷۔ مراجع التفسیر ذوالفقار احمد نقوی مطبوعہ ۱۳۱۶ھ مطبوعہ
- ۱۸۔ نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام مدین حسن خان ۱۳۰۷ھ مطبوعہ
- ۱۹۔ جواہر التنزیل محمد ریاست علی شاہ جہانپوری مطبوعہ ۱۳۲۵ھ مطبوعہ

- ۲۰۔ وحوہ الثانی مع توجہ الکلمات و المعانی مولانا اشرف علی تھانوی
۱۳۲۷ھ مطبوعہ
- ۲۱۔ سبق النہایات فی تسق الآیات مولانا اشرف علی تھانوی ۱۳۲۷ھ مطبوعہ
- ۲۲۔ الفاظ القرآن مسمی بہ نجوم الفرقان مولانا اہل اللہ فقیر اللہ مطبوعہ ۱۳۳۱ھ مطبوعہ
- ۲۳۔ ملخص التفسیر سید محمد ہارون زنگی پوری ۱۳۲۷ھ قلعی لکھنؤ مد رسۃ الواعظین
- ۲۴۔ کنز العقبیات حافظ محبوب علی انجنٹیر ۱۳۲۲ھ مطبوعہ
- ۲۵۔ کتاب غررہات القرآن حمید الدین فراہی ۱۳۲۶ھ مطبوعہ
- ۲۶۔ نجوم الفرقان مصطفیٰ بن محمد حمید مطبوعہ
- ۲۷۔ رسالہ بیان اقسام آیات قرآنیہ
- ۲۸۔ رسالہ رسم خط کلام اللہ محمد کامل چوہاکوش قلعی علی گڑھ
- ۲۹۔ مشکلات القرآن مولانا انور شاہ کشمیری مطبوعہ
- ۳۰۔ مقدمہ تفسیر فتح العزیز مولانا عبد العزیز قلعی راجپور
- ۳۱۔ بیان الفرقان علی غم انبیان ثناء اللہ امرتسری ۱۹۲۸ھ مطبوعہ
- ۳۲۔ تیسیر الکلام لمرکب الصیام محمد ہدایت اللہ قلعی آصفیہ

جو کتابیں صرف انڈیا آفس لائبریری میں ہیں (۱)

- ۱۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی جلال بن نصر ۱۱۱۹
- ۲۔ تسعة کلمات يتعلق بتفسیر البیضاوی۔ شاگرد غلام نقشبند لکھنؤی ۱۱۲۴
- ۳۔ تفسیر الحکم و شئون المتولات خلیفہ شیخ علی متقی ۱۱۵۲
- ۴۔ فريدة الزمانه فی تفسیرنا عرضنا الامانة۔ شاه عبد الله جالبی صاحب ۱۱۵۶
- ۵۔ تفسیر سورة الاعراف غلام نقشبند لکھنؤی ۱۱۵۶
- ۶۔ حاشیہ علی تفسیر انفاقہ للسید الکوثی۔ محمد فضل الله ۱۱۶۲
- ۷۔ مجمع التاویل فی اسرار التشریل محمد قاسم بن محمد نذیر ۱۱۶۳
- ۸۔ تفسیر آیة النور محمد رفیع الدین دہلوی ۱۱۶۶ ۱۱۶۹
- ۹۔ زیادة النوع محمد کریم الله دہلوی ۱۱۷۰
- ۱۰۔ الرسائل فی التلخیص و المنسوخ۔ امیر کبیر سودھی مدانی ۱۱۸۱

۲۱۰

طسویں کی فہرست

پانچراں ہا پ

ان لوگوں کے حالات جن کی تفصیل میں نہیں ملتی ہیں -

- ۱۔ میر سید ظی ہمدانی
- ۲۔ شیخ اسرف جہا نگہر سمنانی
- ۳۔ شیخ محمد بن یوسف
- ۴۔ خواجہ حسین بن خالد ناگپوری
- ۵۔ شیخ طاہر بن رضی ہمدانی
- ۶۔ شیخ محمد بن طاشق جریا کوٹی
- ۷۔ شیخ علی متقی ہر مانیپوری
- ۸۔ شیخ شمس الدین بھلیپوری
- ۹۔ شیخ محمد بن احمد گجراتی
- ۱۰۔ شیخ مہب اللہ شہرازی
- ۱۱۔ مولانا صلح الدین لاری
- ۱۲۔ شیخ سعد اللہ لاہوری
- ۱۳۔ امیر تاتارخان دہلوی
- ۱۴۔ مفتی عبدالسلام دیوی
- ۱۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- ۱۶۔ شیخ محب اللہ الہ آبادی
- ۱۷۔ شیخ طیب بن عبد الواحد گجراتی
- ۱۸۔ شیخ محمد بن ابی سعید کالہوی
- ۱۹۔ شیخ عبد اللہ دہلوی
- ۲۰۔ شیخ اہل اللہ پھلتی

- ۲۱- شیخ یحیی بن محمود گجراتی
- ۲۲- شیخ محمد بن جعفر گجراتی
- ۲۳- شیخ جمال الدین گجراتی
- ۲۴- مفتی شرف الدین لکھنوی
- ۲۵- مولانا امان اللہ بنارس
- ۲۶- شیخ فتح محمد سید انوی
- ۲۷- مولانا محمد طاهر الہ آبادی
- ۲۸- شیخ رفیع اللہ دہلوی
- ۲۹- شیخ نور الدین محمد صالح گجراتی
- ۳۰- مولانا محمد حکم بریلوی
- ۳۱- قاضی محمد قسطنطنیہ
- ۳۲- مولانا عابد لاہوری
- ۳۳- شیخ محمد ناصر الہ آبادی
- ۳۴- شیخ محمد وارث حسینی بنارس
- ۳۵- مولانا وحید الحق پھلواری
- ۳۶- شیخ اسلم بن یحیی کشمیری
- ۳۷- مولانا عبدالباقی قنوجی
- ۳۸- مولانا امین اللہ عظیم آبادی
- ۳۹- مولانا محمد اسرف لکھنوی
- ۴۰- شاہ رفیع الدین دہلوی
- ۴۱- مولانا محمد حسین لکھنوی
- ۴۲- مفتی محمد قلی کٹوری
- ۴۳- مولانا جان محمد لاہوری

- ۴۴- مولانا ولی اللہ لکھنوی
- ۴۵- مفتی یوسف بن اصغر لکھنوی
- ۴۶- مولانا عبدالحکیم لکھنوی
- ۴۷- راجہ امداد علی خان
- ۴۸- مولانا نسر الدین برہانپوری
- ۴۹- مولانا عبدالصالح نگرانی
- ۵۰- مولانا لطف اللہ لکھنوی
- ۵۱- شیخ تقی علی پسر پلوٹ
- ۵۲- سید ناصر حسین جوہری
- ۵۳- شیخ صفدر علی فیض آبادی

۴۱۴

حوا لیے کی کتا ہیں

حوالے کی کتابیں

- ۱۔ ابجد العلوم نواب عذبی حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ طبع صدیقی پھوال
- ۲۔ اشفاق الاسلامیہ فی الہند۔ سید عبدالحی بن فخرالدین رائے بریلی لکھنؤ ۱۳۴۱ھ طبع دمشق
- ۳۔ تعلیقات الجلالین فیہ العسین سہارنپوری = انشائی ٹیوٹ پریس ٹیگڑہ
- ۴۔ تفسیر القرآن کلام الرحمن۔ شیخ ثنا اللہ امر تسری متوفی (۱۹۴۸ء) آفتاب پریس امر تسری
- ۵۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن ۔ محمد امین بن فضل الحارثی عشر (چار جلدیں) اللہ بن محب اللہ مدنی متوفی ۱۱۱۱ھ طبع مصر ۱۲۸۴
- ۶۔ صحیفۃ المرحان فی آثار غلام علی آزاد بلگرامی طبع بمبئی ۱۳۰۳ھ ہندوستان
- ۷۔ مواضع الادبام ابو الفیض فیضی ۱۰۰۳ھ طبع نولکشور لکھنؤ ۱۳۰۶ھ
- ۸۔ کشف الظنون فی اسماء الکتاب و الفنون شیخ مصطفیٰ بن عبد اللہ مسہرور بہ حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۸ھ
- ۹۔ مرآۃ القرآن شیخ قطب الدین چشتی عبدہ المطالع امرودہ امرودہ
- ۱۰۔ معجم الادبیاء (۲۰ جلدیں) شیخ شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت الحموی متوفی ۶۰۶ھ
- ۱۱۔ نجوم السما فی تراجم العلماء محمد صادق بن مہدی کشمیری طبع جمفری لکھنؤ ۱۳۱۷ھ

- ۱۲- نزہۃ الخواطر و بہجۃ السامع
والنواظر (طبعی)
سید عبدالحق لکھنوی د اثرۃ المعارف حیدرآباد
- ۱۳- النور السافر عن اخبار القرن
امامی
محی الدین ابو بکر
عبد القادر رابعہ روسی
احمد آباد ی (۱۰۳۸ ھ)
- ۱۴- اتحاد النبلا* فی تراجم الکملہ
نواب صدیق حسن خان مطبع نظامی کانپور
- ۱۵- اخبار الاخبار فی اسرار
الابرار
شیخ عبدالحق محدث مطبع بیعتانی دہلی
دہلی ۱۰۵۲ ھ
- ۱۶- الاسرار
سید محمد کمال بن سید
رضا لائبریری
لعل المعارف بہ دہلی
- ۱۷- الاکسیر فی اصول التفسیر
نواب صدیق حسن خان مطبع نظامی کانپور ۱۲۹
- ۱۸- منتخب التواریخ (تین جلدیں)
عبد القادر بن ملوک شاہ
بدایونی شریف ۱۰۰۴ ھ
- ۱۹- تاریخ برہانپور
خلیل الرحمن برہانپوری مطبع بیعتانی دہلی ۱۳۱۷ ھ
- ۲۰- تجلی نور (تذکرہ مشاہیر)
سید نور الدین زیدی
ظفر آباد ی
دہلی ۱۰۰۴ ھ
- ۲۱- روضۃ الابرار تذکرہ حضرت
کشمیر
ابو الحسن محمد عرف
سراج المطابع جہلم
محمد الدین لاہوری
- ۲۲- تذکرہ علماء ہند
رحمن علی مطبع نولکھنور لکھنؤ ۱۹۱۴ ھ
- ۲۳- تذکرہ مصنفین دہلی
شیخ عبدالحق محدث مطبع تاریخ حیدرآباد
دہلی
- ۲۴- تقصار جمود الاحرار من تذکار
نواب صدیق حسن خان مطبع شاہجہانی
جنوب الابرار
بھوپال ۱۲۹۸ ھ
- ۲۵- حزیۃ الاصغیا* مفتی غلام سرور لاہوری
دوب پریس لاہور ۱۲۹۰ ھ

- ۲۶۔ سہیل الرسوخ فی علم عبد الکریم ثونکی مطبع طوڑ لکھنؤ
التمسک و التمسک
- ۲۷۔ آثار الکرام آزاد بلگرامی
- ۲۸۔ تاریخ المناہر قاضی محمد سلیمان سلمان مطبع سلمان کوٹی
لاہور ۱۹۲۹ء
- ۲۹۔ تذکرہ عمائد فرنگی محل شایع اللہ فرنگی محل مطبع اشاعت العلوم لکھنؤ
- ۳۰۔ تذکرہ کاملان راجپور احمد علی خان شوق اصح المطابع لکھنؤ
- ۳۱۔ تراجم عمائد حدیث ہند ابوبھی اہلم خان جید برقی پریس دہلی
نو شہر
- ۳۲۔ حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی مطبع نولکشور لکھنؤ
- ۳۳۔ حقیقۃ الاولیاء غلام سرور خان مطبع خورشید عالم لاہور
- ۳۴۔ حیات ولی محمد رحیم بخش دہلوی افضل المطابع دہلی
- ۳۵۔ شعرا المعجم شہلی نعمانی مطبع مصارف اعظم گڑھ
- ۳۶۔ علماء ہند کا شاندار ریاضی۔ محمد میان مراد آبادیہ الجمعیۃ پریس دہلی
- ۳۷۔ قاموس الاعلام سید شمس اللہ قادری اعظم ائیمہ پریس حیدرآباد
- ۳۸۔ قضاء الارباب من ذکر احمد بن علی مصروف مطبع طبع عام آگرہ
علماء التحوف الادب زوانفقار احمد نقوی
- ۳۹۔ ہندوستان میں مسلمانوں - مناظر احسن گیلانی - مطبع انتظامی حیدرآباد
کا نظام تعلیم و تربیت
- ۴۰۔ یاد ایام حکیم سید عبدالحق شاہن پریس لکھنؤ
- ۴۱۔ Contribution of India to Arabic Literature. Z. Ahmad.
Dikshit Press Allahabad.
- ۴۲۔ الاعلام
- ۴۳۔ زبدۃ المقامات محمد ہاشم لشی
- ۴۴۔ آب کوثر شیخ محمد اکرام

- ۴۵۔ تذکرہ فقہ علی مخدوم مہائیں ابو محمد عبدالحق
- ۴۶۔ رسالہ ضمیرالانسان سید ابراہیم مدنی
- ۴۷۔ ہارج الولایۃ
- ۴۸۔ شکار نامہ مرید ڈاکٹر ثمنہ شوکت
- ۴۹۔ دیوار اکبری محمد حسین آزاد
- ۵۰۔ حیات عبدالحق خلیق احمد نظامی
- ۵۱۔ تاریخ مشائخ چشت خلیق احمد نظامی
- ۵۲۔ مآثر الامراء شاہ نواز خان
- ۵۳۔ مآثر عالمگیری مستعد خان
- ۵۴۔ منتخب اللہاب خلیق خان